ادارہ دعوۃ الحق

خطباتِ بندیالوی

جلد ششم

سیرت وعظمت امیر معاویہؓ

وعظمتِ شہادتِ سیدنا حسینؓ اور واقعۂ کربلا

کے عنوان سے ۱۲ تقاریر کا مجموعہ

محمد عطاء اللہ بندیالوی

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

سیرت وعظمتِ حسنین کریمینؓ ومعاویہؓ ○

شہادتِ حسین اور واقعۂ کربلا کے موضوع پر ۱۲ تقاریر کا مجموعہ

جلد ششم

جملہ حقوق بحقِ مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب	خطباتِ بندیالوی جلد ششم
نام مؤلف	محمد عطاء اللہ بندیالوی
ناشر	شعبہ نشرواشاعت جمعیت اشاعت التوحید والسنہ سرگودھا
تعداد بارِ اول	۱۱۰۰
تاریخ اشاعت	اپریل ۲۰۱۱ء
قیمت	....
کمپیوٹر کمپوزنگ	نصر اللہ مہر

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

ا

انتساب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں خطباتِ بندیالوی کی چھٹی جلد کا انتساب ہر اس شخص کے نام کرتا ہوں

- جو تاریخ و سیرت کی کتب کا مطالعہ کرتے ہوئے آنکھیں بند کر کے ایمان نہیں لاتا بلکہ وہ تحقیق و جستجو کے جذبے سے مالامال ہے۔
- جو جمود و جہالت کے اندھیروں میں رہنے کی بجائے دلائل کی روشنی میں رہنا پسند کرتا ہے۔
- جو عقیدت کا اسیر ہو کر غلو فی الدین نہیں کرتا بلکہ حقیقت کا متلاشی رہتا ہے۔
- جو تاریخ کی تاریکیوں میں چراغ جلانے کی کوشش اور سعی کرتا رہتا ہے۔

کسی شاعر نے کہا تھا ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم
چوں غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

محمد عطاء اللہ بندیالوی

تقدیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطباتِ بندیالوی کی چھٹی جلد آپ کے زیرِ مطالعہ ہے۔ جس کا موضوع واقعہ کربلا کی حقیقت، اس واقعۂ فاجعہ کا پس منظر اور مبادیات ہیں۔

پس منظر کے بیان میں شہادتِ عثمانؓ کی سازش، پھر اس شہادت کے نتیجے میں جنگِ جمل اور صفین جیسے المناک حادثات۔

امیر المؤمنین سیدنا علیؓ بن ابی طالب کے دورِ خلافت میں ۔۔۔۔ منافقینِ یہود کی مکروہ سازشیں اور ان کی طرف سے پھیلائی گئی غلط فہمیوں کی بنا پر آپس کی شکر رنجیاں۔

شہادتِ سیدنا علیؓ، خلافتِ سیدنا حسنؓ، چھ ماہ خلافت کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد سیدنا معاویہؓ سے صلح تقریباً انیس سال سیدنا معاویہؓ کا بلادِ اسلامیہ کا متفق علیہ امیر المؤمنین ہونا، یزید کی ولی عہدی و حکومت اور پھر حادثۂ کربلا اور شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ۔

اس واقعہ فاجعہ کے مجرموں کی نقاب کشائی اور نقاب کشائی بھی خانوادۂ علی کی زبانِ مقدس سے۔

آخر میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت و عظمت کے عنوان سے ایک مکمل تقریر بھی آپ پڑھیں گے۔

واقعہ کربلا کے عنوان سے کچھ تحریر کرنا۔۔۔۔۔ اور اس عنوان پر بیان کرنا آسان اور سہل نہیں ہے۔۔۔۔ ذمہ دار رائٹر اور مقرر کے لئے یہ عنوان مشکل ترین عنوانوں میں سے ایک عنوان ہے،

اصل حقائق اور سچی بات پر۔۔۔۔ مدتوں سے تاریخ کی غلط بیانیوں نے گرد و غبار کی جو دبیز تہہ لگا دی ہے۔۔۔۔ اسے صاف کرنا اور جھوٹے راویوں کے لگائے ہوئے زنگ پر ریگمار لگانے اور جھوٹ و فریب کی پیپ سے بھرے ہوئے زخموں پر نشتر رکھنا بڑا مشکل اور دشوار کام ہے۔

دل و دماغ میں جمے ہوئے نظریات وخیالات کے خلاف دیے گئے وزنی سے وزنی دلائل بھی لوگ آسانی سے قبول نہیں کرتے۔

یہ تصنیف جو آپ کے ہاتھوں میں ہے...... اگرچہ خطبات کے نام سے ہے، مگر یہ صرف علماء و خطباء ہی کےلئے مفید نہیں ہوگی بلکہ عوام الناس بھی اس سے بھرپور استفادہ کریں گے، تاریخ سے شغف رکھنے والے ...... اور تحقیق و جستجو کے طالب حضرات کے لئے یہ تحفہ ثابت ہوگی۔

آخر میں ...... خطباء اور مقررین حضرات سے گذارش کروں گا کہ وہ اپنے ماحول کو دیکھ کر ...... اور اپنے بیان کی صلاحیت کو مدِ نظر رکھ کر .... احسن انداز میں سنجیدگی کے ساتھ اور افراط و تفریط سے ہٹ کر ...... مناسب سمجھیں تو اس موضوع کو عوام میں بیان فرمائیں۔

اور اگر عوام اس موضوع کو سننا پسند نہیں کرتے ...... اور ان کے ذہن اس کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے ...... تو پھر اس کے علاوہ سیکڑوں موضوع آپ کے پاس اور بھی موجود ہیں ...... انہیں بیان فرمائیے ...... اس تاریخی موضوع کو بیان کرنا اسلام کے فرائض میں شامل تو نہیں ہے۔

میرے مہربان قارئین کی دُعائیں میرے شاملِ حال رہیں تو ان شاء اللہ العزیز بہت جلد..... خطباتِ بندیالوی کی ساتویں جلد (اصحابِ رسول قرآن کے آئینے میں) منظرِ عام پر آجائے گی، جو میرے رب کی رحمت سے عوام و خواص کے لئے یکساں مفید اور صحابہ کرامؓ سے محبت رکھنے والے احباب کے لئے انمول تحفہ ہوگی۔

محمد عطاءاللہ بندیالوی

۲۵/ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

۳۱/ مارچ ۲۰۱۱ء

آئینہ

پہلی تقریر ____ 1

واقعہ کربلا ____ 2

عقیدت اور حقیقت ____ 4

مبالغہ آمیزی کیوں ____ 6

دوسری تقریر ____ 28

سیدنا علی مسندِ خلافت پر ____ 29

سیدنا علیؓ کوفہ میں ____ 39

تین شخصیات کے قتل کی تدبیر ____ 44

تیسری تقریر ____ 47

سیدنا حسن تختِ خلافت پر ____ 51

حسنؓ معاویہؓ صلح ____ 60

سیدنا حسن اور سیدنا معاویہ ____ 62

لمحۂ فکریہ ____ 64

چوتھی تقریر ____ 68

فئتین عظیمتین ____ 69

سیدنا معاویہ متفقہ قائد ____ 72

اسلامی بحری بیڑہ ____ 74

معاویہؓ کاتبِ وحی ____ 83

معاویہؓ مظلوم بھی ____ 85

پانچویں تقریر ______ 98

معاویہؓ کا معنی ______ 99

معاویہؓ خلیفہ راشد ______ 102

معاویہؓ پر بڑا اعتراض، بیعتِ علیؓ سے انکار ______ 107

سیدنا علیؓ سے جنگ ______ 111

ایمانِ معاویہؓ بزبانِ علیؓ ______ 123

تصویر کا دوسرا رخ ______ 127

چھٹی تقریر (ولی عہدئ یزید) ______ 132

دو مسئلے ______ 139

حضرت مدنیؒ کا نظریہ ______ 144

عجیب لطیفہ ______ 146

ولی عہد کیوں بنایا ______ 148

انصاف کی ایک بات ______ 161

ساتویں تقریر ______ 165

ایک شبہ کا جواب ______ 169

سیدنا حسینؓ کا موقف ______ 173

جہادِ قسطنطنیہ ______ 188

وفاتِ ابوایوب انصاریؓ ______ 198

سیدنا حسینؓ و یزید ______ 204

آٹھویں تقریر ______ 206

مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی ______ 222

سیدنا حسینؓ کی کوفہ روانگی ______ 223

سیدنا ابنِ عباسؓ کا روکنا ———— 224

سیدنا ابنِ جعفرؓ کا روکنا ———— 227

سیدنا حسین کوفہ روانہ ———— 234

سیدنا حسینؓ واپسی کا ارادہ ———— 236

نویں تقریر ———— **239**

ابنِ سعد کون ہے ———— 240

سیدنا حسینؓ کی تین شرائط ———— 243

باقی صحابہ کیوں نہ نکلے ———— 263

دسویں تقریر ———— **269**

کوفیوں نے قافلۂ حسینی پر حملہ کر دیا ———— 272

کیا کربلا میں پانی تھا؟ ———— 282

گیارہویں تقریر (قاتلینِ حسینؓ کون؟) ———— **288**

سیدنا حسینؓ کا بیان ———— 290

سیدنا زین العابدین کا بیان ———— 295

سیدہ زینبؓ بنتِ علیؓ کا بیان ———— 298

سیدہ فاطمہ بنتِ حسینؓ کا بیان ———— 299

سیدہ اُمِّ کلثوم بنتِ علیؓ کا بیان ———— 300

سیدنا محمد باقرؒ کا بیان ———— 301

کوفیوں کا اعترافِ جرم ———— 302

قابلِ غور بات ———— 313

بارہویں تقریر (عظمتِ سیدنا حسینؓ) ———— **319**

علماءدیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

پہلی تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرہ)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔

سامعین گرامی قدر! بڑی مدت سے میری دلی آرزو اور قلبی خواہش تھی کہ تاریخ اسلام کے مشہور و معروف واقعہ اور حادثہ .... یعنی واقعہ کربلا کا صحیح تذکرہ .... اس واقعہ کا پس منظر .... اور اس حادثہ کے اسباب .... آپ کے سامنے بیان کروں .... میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ اس واقعہ فاجعہ کے بیان کرنے میں جن شخصیات .... اور جن جن حضرات کا تذکرہ کرنا ضروری ہے۔ اُن حضرات

کا صحیح تعارف بھی پیش کروں .... خصوصاً نواسۂ رسول حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی سیرت و عظمت .... یزید بن معاویہؓ کی حقیقی اور صحیح تصویر .... نواسۂ رسول سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی سیرت و خدمات اور اُن کی دور اندیشی، فہم و فراست اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی خیر خواہی کا جذبہ، اسے آپ حضرات کے سامنے بیان کروں .... واقعہ کربلا کے نتیجے میں سب سے زیادہ بدنام بنو امیہ کے خاندان کو کیا گیا .... میں ان شاء اللہ آپ حضرات کے سامنے یہ حقیقت ثابت کروں گا کہ اسلام کی ترقی اور نشوونما کے لئے بنو امیہ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں .... پھر بنو امیہ کے خاندان میں سے .... سب سے بڑھ کر تنقید کا نشانہ جس شخصیت کو بنایا گیا، وہ سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما ہیں .... میرے اللہ نے مدد کی تو میں انشاء اللہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت اور شخصیت کا صحیح تعارف بھی پیش کروں گا اور صحیح روایات سے اور حقیقی دلائل سے ثابت کروں گا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اصحابِ رسول کی مقدس جماعت میں ممتاز حیثیت کے مالک ہیں .... اور وہ فہم و فراست، دینی سیاست، سیادت .... علم و تدبر کے بادشاہ ہیں .... وہ بے مثال حکمران، منصف مزاج انسان، حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے معتمد علیہ، سیدنا علی کے بھائی .... اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے امام اور امیر ہیں۔

وہ خوش قسمت فاتح، امام الانبیاء ﷺ کے برادرِ نسبتی .... اور اس نسبت سے خال المومنین ہیں۔

وہ فاتح شام و قبرص بھی ہیں اور پہلے اسلامی بحری بیڑے کے موجد بھی ہیں .... اور پہلے بحری لشکر کے سپہ سالار بھی ہیں!

واقعۂ کربلا یقین جانئے ہمارے ہاں واقعۂ کربلا اسلامی تاریخ کے

نمایاں، ممتاز اور اہم واقعات میں بے حد اہمیت کا حامل ہے.......... اس نازک موضوع پر اور اس انتہائی ضروری عنوان پر مؤرخین نے.......... اور فریقین (علماء اہلسنت اور علماء اہلِ تشیع) نے سینکڑوں کتابیں تحریر کی ہیں!

یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ جتنا مبالغہ.......... اور جتنی کذب بیانی اس واقعہ کے بارے میں ہوئی ہے اور مسلسل ہو رہی ہے.......... شاید اس کا عشر عشیر بھی کسی دوسرے واقعہ میں نہ پایا جاتا ہو.......... نوع بہ نوع شوشے چھوڑے گئے .... قِسم قِسم کے جھوٹ بولے گئے.......... طرح طرح کی کہانیاں بنائی گئیں .... غیر ذمہ دار واعظین اور غیر محتاط مصنفین نے.......... اور رطب و یابس جمع کرنے والے مؤرخین نے، اس واقعہ کو ایسے رنگ میں پیش کیا.......... اور ایسی ملمع سازی کی.......... کہ اس واقعہ کے سامنے تاریخ اسلام کے انتہائی اہم واقعات دب کر رہ گئے.......... غزوہ بدر.......... کفر و اسلام اور حق و باطل کا پہلا معرکہ اور پہلی جنگ کی وقعت اور اہمیت وہ نہ رہی جو اہمیت عوام و خواص کے دل و دماغ میں واقعہَ کربلا کی ہے۔

غزوہَ بدر جس کے شرکاء کے لئے مغفرت کی بشارت لسانِ نبوت نے دی.......... جن کو امت کے بہترین افراد ہونے کا شرف حاصل ہے.......... جن کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتے اتارے گئے۔

آپ حضرات اپنے اپنے ضمیر سے پوچھیں (انسان کا ضمیر سب سے بڑا مفتی ہے اور درست فتوے دیتا ہے) اور سچ سچ بتائیں کہ جو اہمیت اور وقعت اور عظمت آپ کے دل میں واقعہَ کربلا کی ہے.......... کیا اتنی وقعت غزوہَ اُحد کی ہے؟ غزوہَ خندق کی کیا وہی اہمیت آپ کے دل میں ہے؟

انصاف سے بتلایئے جو عظمت اور مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا

آپ کے دل و دماغ میں ہے......... کیا سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی غزوۂ اُحد میں دردناک شہادت کا آپ کی نظروں میں وہ مقام ہے......؟ جس امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو نبوت کی مقدس زبان نے اسد اللہ اور سید الشہداء کا لقب عطا فرمایا!
......غزوۂ بدر کے شہداء، غزوۂ اُحد کے شہداء......... غزوۂ خندق کے شہداء کی عزت اور عظمت آپ کے دل میں وہی ہے......... جو عزت اور عظمت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی ہے؟

عقیدت اور حقیقت یاد رکھئے! عقیدت اور چیز ہے اور حقیقت ایک الگ شے ہے......... حقائق بہت تلخ اور کڑوے ہوتے ہیں......... حقیقت کے ریگمار سے عقیدت کا زنگ اتارا جائے تو بڑوں بڑوں کی جبین شکن آلود ہو جاتی ہے
.... عقیدت مجھے بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ ہے......... محبت مجھے بھی ان سے بہت زیادہ ہے......... ان کے پاؤں کے جوتے میرے سر کا تاج......... ان کے قدموں کی مٹی میری آنکھوں کا سرمہ......... وہ بہت اعلیٰ اور برتر ہیں......... بہت عظیم اور عظیم المرتبہ ہیں......... نواسۂ رسول بھی اور راکب بردوش رسول بھی......... پھر سب سے عظیم خوبی یہ کہ رسول انور ﷺ کے صحابی ہیں
.... مگر ان تمام صفات کے باوجود......... اور ان تمام اوصاف کے باوجود
.... ان کی شہادت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی
.... ان کی شہادت بدر و اُحد کے شہداء کا مقابلہ نہیں کر سکتی......... اور واقعۂ کربلا، غزوۂ بدر اور اُحد و خندق کا مقابلہ نہیں کر سکتا)......

میری بات سن کر آپ ضرور چونک گئے ہونگے......... مگر حوصلے اور صبر کے ساتھ میری بات کو اور میری معروضات کو سنئے گا......... میں بغیر دلیل کے بات نہیں کرونگا......... میری دلیل سنئے......... دلیل بھی کسی انسان کی کتاب سے نہیں

..........رب العالمین کی اس کتاب مقدس سے جس کے ماتھے کا جھومر ہے
ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ!

سورۃ حدید کی آیت نمبر ۱۰ ہے..........گھروں میں جا کر ترجمہ پڑھئے گا
..........جس مسلک کے عالم کا ترجمہ آپ کے گھر میں ہو، اُٹھا لیجئے اور ترجمہ دیکھئے
..........ارشاد ہوتا ہے:

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ
اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ
وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔

اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ میں اصحاب پیغمبر کی مقدس جماعت کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا ہے..........صحابہ کرام کا ایک طبقہ وہ ہے جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لایا..........فتح مکہ سے پہلے جہاد کیا..........فتح مکہ سے پہلے اللہ کے راستے میں مال خرچ کیا..........اور صحابہ کرام کا دوسرا طبقہ وہ ہے جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے..........فتح مکہ کے بعد جنگ کی..........فتح مکہ کے بعد اللہ کے راستے میں مال خرچ کیا!

اللہ رب العزت نے فیصلہ فرمایا کہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے اور جہاد کرنے والے..........اُن کا درجہ..........اَعْظَمُ دَرَجَةً بہت بڑا ہے۔

اللہ رب العزت نے فیصلہ فرما دیا کہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے اور جہاد کرنے والے صحابہ کا درجہ بعد والوں سے بہت زیادہ ہے!

اس آیت کریمہ کی روشنی میں فیصلہ آپ پر چھوڑ دیتا ہوں..........اور پوچھنے کی جسارت کرتا ہوں..........کہ کیا غزوۂ بدر کا واقعہ پہلے پیش آیا یا واقعہ کربلا؟
..........غزوۂ بدر فتح مکہ سے چھ سال پہلے ہوا..........اور کربلا کا واقعہ فتح مکہ کے

تقریباً ۵۲ سال بعد ہوا۔

غزوۂ بدر کے شہداء فتح مکہ سے چھ سال پہلے اس مرتبہ پر فائز ہوئے اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے تقریباً ۵۲ سال بعد شہادت کے درجے پر فائز ہوئے۔ آپ فیصلہ کریں یا نہ کریں.......... قرآن میں اللہ رب العزت نے فیصلہ کر دیا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جہاد کرنے والوں کا مقام اور درجہ بعد والوں سے بلند بلکہ بہت بلند ہے۔

مبالغہ آمیزی کیوں؟ واقعۂ کربلا میں بے حد وحساب مبالغہ آمیزی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ واقعۂ کربلا نے اور شہادتِ حسینؓ نے ایک مذہب کو جنم دیا ہے!

تاریخ اسلام کے کسی واقعہ اور کسی حادثہ کے نتیجے میں کسی مذہب کی بنیاد نہیں پڑی.......... مگر واقعۂ کربلا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی دردناک شہادت سے ایک مذہب کی بنیاد پڑی۔

اس مذہب کی تمام تر عمارت واقعۂ کربلا کے سہارے کھڑی ہے.......... اگر اس عمارت کی بنیاد سے واقعۂ کربلا اور شہادت حسینؓ کو نکال دیا جائے .... تو پورے مذہب کی عمارت دھڑام سے زمین بوس ہو جائے گی!

اس مذہب کے ماننے والوں کے لئے ضروری تھا کہ واقعۂ کربلا اور شہادت حسینؓ کو اس رنگینی کے ساتھ پیش کیا جائے.......... اور اس میں درد و دکھ کی ایسی داستان بیان کی جائے.......... اور اسے اس انداز سے پیش کیا جائے کہ تاریخ اسلام کے باقی تمام اہم واقعات واقعۂ کربلا کے سامنے دب جائیں اور ہیچ نظر آئیں۔

اس لئے انہوں واقعۂ کربلا اور شہادت حسینؓ کو پیش کرنے کے لئے جھوٹے واقعات تراشے.......... مبالغہ سے بھرپور شعر و شاعری کی گئی.......... مرثیے اور قوالیاں گائی گئیں.......... صغریٰ کو بیمار بنا کر مدینے میں دکھایا گیا.......... شادی

شدہ سکینہ بنت حسینؓ کو چھ سال کی سکینہ بتایا گیا.......... عون اور محمد کو بچے ثابت کر کے اُن پر کوفہ میں ہونے والے مظالم کی داستان عجیب انداز میں بیان کی گئی......

اُس طبقہ نے شعر وشاعری خود کر کے اُسے اہلسنت کے علماء اور پیشواؤں کی طرف منسوب کر دیا.......... پھر اہلسنت عوام نے (اور تعجب کی بات یہ ہے کہ علماء کرام تک نے)........... بغیر سوچے سمجھے اُن اشعار کو سُر کے ساتھ گا کر منبر کی زینت بنا دیا........ صحافی حضرات نے اپنے اخباروں اور رسائل کے رنگین صفحات پر اسے جگہ دی.......... ذرائع ابلاغ پر قابض لوگوں نے ان اشعار کی حد سے زیادہ تشہیر کی........ نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہر شخص کی زبان پر وہی اشعار ہیں بلکہ ان کے دین کا شعار ہیں............ میں صرف ایک رباعی کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں........ جسے حضرت معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کر کے زبان زدِ عام کر دیا گیا ہے۔

شاہ است حسین پادشاہ است حسینؓ
دین است حسینؓ، دین پناہ است حسینؓ
سر داد، نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لآ اِلٰہ است حسینؓ

لوگ اس رباعی کو پڑھ کر وجد کرتے اور جھومتے ہیں.......... پیشہ ور واعظین اسے ترنم سے پڑھ کر عوام پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

مگر مزے اور تعجب بلکہ حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ رباعی حضرت معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے........... اُن کے نام سے جو دیوان موجود ہے اس میں بھی موجود نہیں.......... آپ سن کر حیرت زدہ رہ جائیں گے کہ یہ رباعی ہندوستان کے ایک شخص معین الدین کاشانی کی ہے........... جسے اہلسنت

عوام میں مقبول بنانے کے لئے اہلسنت کے رہنما اور پیشوا حضرت معین الدین اجمیریؒ سے منسوب کر دیا۔

آپ نے اس رباعی کے آخری مصرعے کو کبھی غور سے پڑھا اور پھر تدبر سے کام لیکر سوچا ہو کہ شاعر کیا کہنا چاہتا ہے.........

حقا کہ بناء لآ الہٗ است حسینؓ

.......یعنی پکی اور پختہ بات یہ ہے کہ کلمہ اسلام کی بنیاد ہی حسینؓ ہیں!

واقعہ کربلا ۶۱ھ میں ہوا.........تو کیا اسلام واقعہ کربلا سے پہلے بے بنیاد تھا؟.........کیا کلمہ اسلام کی بنیاد یا عمارت اس واقعہ سے پہلے موجود نہیں تھی.........اس شعر کے آخری مصرع میں جو بات کی گئی ہے وہ عقل و نقل سے کتنی بعید ہے اور اس میں اصحاب رسولؐ اور خود امام الانبیاء ﷺ کی کس قدر تنقیص ہے.........کہ کلمہ اسلام کی بنیاد نہ امام الانبیاء ﷺ نے رکھی.........نہ بلالؓ نے تپتے ہوئے کوئلوں پر لیٹ کر رکھی.........نہ سمیہؓ نے مکہ کے چوراہے پر دو ٹکڑے ہو کر رکھی.........نہ ابوبکر نے بیت اللہ میں زخمی ہو کر رکھی.........نہ مہاجرین نے اپنا محبوب وطن چھوڑ کر رکھی.........نہ بدر و احد کے غازیوں اور شہداء نے رکھی.........نہ خندق کھودنے والے جاں نثاروں نے رکھی.........نہ حنین و طائف کی جنگیں لڑنے والوں نے رکھی.........نہ خیبر کے مجاہدین نے رکھی.........نہ تبوک کے غازیوں نے رکھی.........اس شعر کو مان لوں تو پھر ماننا پڑتا ہے (جسے ماننے کے لئے میں ہرگز تیار نہیں).........کہ کلمہ اسلام کی بنیاد نہ سیدنا علیؓ نے رکھی!

اسی سے ملتی جلتی شاعری عقیدت کی رو میں بہہ کر کی گئی.........مثلاً مولانا ظفر علی خان نے کہا:

قتل حسینؓ اصل میں مرگ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

بندہ پوچھے کہ کیا اسلام واقعۂ کربلا سے پہلے خدانخواستہ مرگیا تھا جو واقعہ کربلا کے بعد زندہ ہوا ؟

کیا کربلا کے حادثہ کے بعد یزید کی حکومت و امارت ختم ہوگئی تھی ؟

کیا واقعہ کربلا کے بعد اقتدار حضرت سیدنا زین العابدینؒ کے ہاتھ میں آگیا تھا ؟

حقیقت یہ ہے کہ واقعۂ کربلا کے چار سال بعد تک یزید ہی حکمران رہا، اس کی طبعی موت کے بعد اس کا بیٹا (معاویہ ثانی) حکمران بنا بلکہ واقعۂ کربلا کے بعد ایک صدی تک (تقریباً) بنو امیہ کا خاندان ہی حکمران رہا حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کوئی بھی ایک لمحہ کے لئے حکمران نہیں ہوا اور نہ وہ حکمرانی کے خواہشمند تھے اور نہ دنیا کا تخت و تاج اُن کی منزل تھی!

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ جس طبقہ کے لوگوں کے مذہب کی بنیاد ہی واقعہ کربلا اور شہادتِ حسینؓ ہو اس طبقہ کے لوگوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس واقعہ...... اور اس شہادت کو...... اس رنگ میں بیان کریں کہ تاریخ اسلام کے دوسرے اہم واقعات...... اصحاب رسول کی قربانیاں...... وفائیں اور جانشاریوں کی داستانیں...... سب اس کے سامنے دب کر رہ جائیں۔

بدقسمتی سے وہ لوگ اپنے اس مذموم منصوبے میں بہت حد تک کامیاب ٹھہرے...... کہ آج اہلسنت کہلانے والوں کی اکثریت کے دل و دماغ میں جو اہمیت واقعۂ کربلا کی ہے...... اور جو وقعت شہادت حسین کی ہے وہ اہمیت اور وہ وقعت تاریخ اسلام کے کسی دوسرے واقعہ، کسی غزوہ اور کسی جنگ کی نہیں ہے...... اور ویسی اہمیت کسی اور کی شہادت کی بھی نہیں ہے۔

واقعہ کربلا کے بیان کی نزاکت

آپ یقین کریں مجھے کسی بھی موضوع اور عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے اتنی پریشانی کبھی نہیں ہوتی .... جتنی پریشانی واقعہ کربلا اور شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے موضوع کو بیان کرتے ہوئے ہوتی ہے! یہ موضوع بڑا نازک موضوع ہے......... یہاں سوچ کے اور تول تول کے بولنا پڑتا ہے..... ایک طرف نواسہ رسول ہے جو جگر گوشہ فاطمہ اور فرزند حیدر کرار ہے......... نبی اکرم ﷺ کا پیارا اور آپ ﷺ کی آنکھ کا تارا ہے......... واقعہ کربلا کو بیان کرتے ہوئے ان کی معمولی سی گستاخی اور رتی بھر بے ادبی انسان کو گمراہی کے اندھیروں میں دھکیل دیتی ہے۔

دوسری جانب یزید ہے جو امیر المومنین، فاتح شام و قبرص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا فرزند......... اور ان ہی کا مقرر کردہ ولی عہد ہے......... جس کے ہاتھ پر بیسیوں جلیل القدر صحابہ کرام نے بیعت کی ہے اور کئی ازواجِ مطہرات نے اس کے ولی عہد بننے پر رضامندی کا اظہار کیا ہے!

واقعہ کربلا کو بیان کرتے ہوئے اس کی ذمہ داری اگر یزید کے کاندھے پر ڈال دی جائے......... یا یہ کہا جائے کہ دین کی قدریں تبدیل کر دی گئیں تھیں، اسلام کے قوانین بدل دیئے گئے تھے......... زنا عام تھا......... وقت کا حکمران عیاش تھا اور بے دین تھا......... تو پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پوزیشن کمزور ہوتی ہے جنہوں نے یزید کو ولی عہدی کے منصب پر فائز کیا......... اور ان سینکڑوں اصحاب رسول کے پلّے کچھ نہیں رہتا جنہوں نے پہلے یزید کی ولی عہدی......... اور پھر اس کی حکمرانی کو تسلیم کیا:

واقعہ کربلا کے سلسلہ میں کذب و افترا، مبالغہ آرائی اور جھوٹ کے طومار باندھ کر ظلم و ستم کے واقعات بیان ہوتے ہیں اور جو دکھ بھری اور درد انگیز کہانیاں

اور داستانیں سنائی جاتی ہیں اُن سب کا ذمہ دار یزید کو ٹھہرایا جاتا ہے............سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں اور بچوں تک کا قاتل بھی یزید ہی کو سمجھا جاتا ہے............کربلا میں پانی بند کرنے، خیموں کو آگ لگانے اور خواتین کی بے حرمتی کرنے کی تمام تر ذمہ داری بھی یزید کے سر ڈال دی جاتی ہے۔

رطب و یابس جمع کرنے والے مؤرخین تاریخ کی تاریکیوں اور اندھیروں میں گم ہو کر اور کذاب اور وضاع راویوں پر اعتماد کر کے بغیر تحقیق کئے اور بغیر پرکھے ورق سیاہ کرتے رہے اور بعد میں آنے والے واعظین اور علماء نے آنکھیں بند کر کے مؤرخین کی بے سند اور بے سرو پا روایات کو وحی کا درجہ دے کر قبول کر لیا، اور اُن روایات کو منبر و محراب کی زینت بنایا اور صفحۂ قرطاس پر پھیلاتے چلے گئے!

لوط بن یحیٰی ابو مخنف ....جس نے سب سے پہلے واقعۂ کربلا پر ایک کتاب............"مقتلِ حسینؓ" کے نام سے تحریر کی............بعد میں آنے والے مؤرخین خصوصاً ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں واقعۂ کربلا کے بیان میں تمام روایات اسی سے لی ہیں............پھر حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف البدایہ والنہایہ میں طبری کے حوالے سے واقعۂ کربلا کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ....تو کہا کہ اگر اس بات کو طبری نہ لاتا تو میں بھی تحریر نہ کرتا!

لوط بن یحیٰی ابو مخنف کتنا شریف اور ثقہ آدمی تھا............وہ کتنا سچا اور کھرا آدمی ہے............آئیے، میں آپ کو اس کے بارے میں آئینہ دکھا دیتا ہوں!

لوط بن یحیٰی قصے کہانیاں بیان کرنے والا غیر معتبر راوی ہے وہ جلا بھنا شیعہ تھا اور غیر ثقہ ہے۔

(میزان الاعتدال ۳۶۰ جلد ۲) (لسان المیزان ۴۹۲ جلد ۴)

شیعہ علماء نے تنقیح المقال ۲ / ۴۴ میں اعیان الشیعہ ۱ / ۱۵۳ میں تحریر کیا

ہے کہ ابو مخنف لوط بن یحییٰ قصے کہانیاں بیان کرنے میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ اس نے بہت سی کتب لکھیں اور اہل تشیع سے تعلق رکھتا ہے۔

حیرت اور تعجب اور افسوس کا مقام یہ ہے کہ ایسے "شریف" آدمی کی باتوں پر اندھا اعتماد کر کے کسی نے یہ تک سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلانے والے کون تھے؟........ دعوت دینے والے کون تھے؟........ خطوط کے انبار تحریر کرنے والے کون تھے؟........ اور خیموں کو جلانے والے کون تھے؟ اور خیموں کو جلانے کا مقصد کیا تھا؟ .... خانوادہ علیؓ پر پانی بند کرنے والے کون تھے؟........ اور کیا واقعی پانی بند ہوا بھی تھا یا نہیں؟

مقامِ تعجب ہے کہ واقعہَ کربلا کے اصل ذمہ دار........ اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کے لئے یہ شرارت کرنے والے........ اور خانوادہ علیؓ کو فریب سے بُلا کر قتل کرنے والے صاف بچ نکلے اور موردِ الزام ٹھہرایا گیا........ اور تمام ملبہ ڈالا گیا اس یزید پر جو دمشق میں بیٹھا ہوا تھا اور ساری زندگی اس واقعہَ فاجعہ پر بے حد افسردہ اور غمگین رہا۔

مجھے کبھی کبھی بڑا تعجب ہوتا ہے کہ بڑے بڑے علماء، فضلاء، مشائخِ عظام، مشہور و معروف مذہبی سکالر اور پروفیسر........ صحافی اور ادیب کسی نے بھی تاریخ کو کھنگالنے کی زحمت اور کوشش نہیں کی........ سب سطحی نظر سے دیکھتے چلے گئے اور کسی نے باریک بینی سے کام نہیں لیا........ اس طرح ملاوٹ روز بروز بڑھتی چلی گئی اور عوام الناس کے ذہن حق بات قبول کرنے سے بہت دور ہو گئے۔

کسی نے بھی اس بات پر غور نہ کیا کہ یزید اگر واقعی برا تھا........ غلط کار تھا .... حکومتِ اسلامیہ کا سربراہ بننے کے لائق نہیں تھا........ فاسق و فاجر تھا

............شرابی اور زانی تھا............بے نماز تھا............کبوتر باز اور بدعمل تھا اور دنیا جہان کی تمام برائیاں اس میں موجود تھیں............تو پھر صحابیؑ رسول، کاتب وحی امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے............جنہوں نے ایسے ظالم اور بدکردار کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا تھا............پھر ایک اور صحابی جو بیعت رضوان میں شامل تھے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا کیا بنے گا؟............جنہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا تھا کہ یزید کو ولی عہد نامزد کر دیا جائے! پھر ان ازواج مطہرات کو کیا کہو گے جنہوں نے یزید کی ولی عہدی کو تسلیم کیا............پھر ان سینکڑوں اصحاب رسول کی پوزیشن کیا ہوگی جنہوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی............؟

پھر نواسہؑ رسول حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کیا کہو گے جنہوں نے کربلا جاتے ہوئے راستے میں ابن سعد کے سامنے تین شرطیں پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا............مجھے یزید کے ہاں لے چلو............میں اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے کے لئے تیار ہوں (اس کی تفصیل میں آگے جا کر بیان کروں گا اِنْ شَآءَ اللّٰہ)

مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج شعوری طور پر اور کبھی کبھی غیر شعوری طور پر حب اہل بیت کی آڑ میں بظاہر تو یزید کو نشانہ بنایا جاتا ہے............مگر اصل مقصد یزید کی آڑ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، ازواجِ مطہرات اور اصحاب رسول کے دامن کو داغ دار بنانا ہے............اصل مقصد یہ ہے کہ جب ان پاکیزہ اور مقدس لوگوں کے دامن داغدار ہو گئے اور ان سے اعتماد اُٹھ گیا............تو پھر اللہ کی مقدس کتاب قرآن، احادیث، رسالت، ختم نبوت اور دین اسلام پر حملہ آور ہونا آسان ہو جائے گا............کیونکہ قرآن اور سنت اور اسلام کے عینی گواہ تو یہی لوگ تھے............جب گواہ ہی خود غرض، لالچی، مفاد پرست اور معاذ اللہ جھوٹے ثابت

ہوئے اور گواہوں پر جرح ثابت ہوگئی.........تو اسلام کا کیس خود بخود خارج ہو جائے گا..........اور یہی مقصد ہے یہودیت کا کہ دین اسلام، قرآن اور اور ختم نبوت سے اعتماد اٹھا دیا جائے۔

اس لئے ہمیں یہودیوں کی اس خفیہ چال کا سوچ سمجھ کر مقابلہ کرنا ہوگا..........اور اس سلسلہ میں ہر قدم پھونک کر رکھنا ہوگا..........اس طرح چلنا ہوگا کہ واقعۂ کربلا کو بیان کرتے ہوئے نہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مقدس دامن داغدار ہو اور نہ ہی سیدنا امیر معاویہؓ یا کسی صحابی کا پاکیزہ دامن آلودہ ہو۔

ہمیں سمجھ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اصل دشمن کو تلاش کرنا ہے..........ہم نے تفتیش کرنی ہے اور کھوج لگانی ہے..........کہ کربلا کا واقعہ کیوں رونما ہوا؟..........اس واقعہ کے عواقب کیا تھے؟..........اس واقعہ کے اصل ذمہ دار کون ہیں؟..........یہ تمام تر سازش کس نے تیار کی اور کیوں تیار کی؟..........یزید کا اس میں کتنا ہاتھ تھا؟..........اور حقیقتِ واقعہ ہے کیا؟..........

میں ان شاء اللہ فریقین کی کتابوں سے بڑی تفصیل کے ساتھ اصل واقعات اور اس واقعہ کے صحیح حقائق بیان کروں گا..........تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے..........اور اصل مجرموں کے چہرے بے نقاب ہو جائیں اور ہر شخص پر واضح ہو جائے کہ اسلام، قرآن، ختم نبوت، اصحاب رسول، ازواج مطہرات..........بیت اللہ اور مسجد نبوی اور خصوصاً خاندانِ حیدر کرارؓ کا اصل دشمن کون ہے؟ وہ کون لوگ ہیں......بدطینت لوگ جنہوں نے قدم قدم پر خاندان علیؓ سے بے وفائی کی؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ستایا، زین العابدین کی توہین کی، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بے یار و مددگار راستے میں چھوڑ دیا..........پھر بے دردی کے ساتھ انہیں کنبہ سمیت شہید کر دیا..........خاندانِ علی کن لوگوں سے ہمیشہ شاکی رہا، نالاں رہا

..........کن سے وہ تنگ رہے اور کن کے لئے وہ بد دعائیں کرتے رہے......؟

عبداللہ بن سبا سامعین گرامی قدر! اسلام کے ازلی دشمن یہود جو اسے مٹانے کے لئے ہمیشہ سرگرم عمل رہے ہیں..........اُن کی طاقت اور قوت اور رعب و دبدبہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے مدھم پڑ گیا تھا.......... پھر آپ ہجرت فرما کر جب مدینہ منورہ تشریف لائے..........تو اس وقت مدینہ منورہ کی حالت یہ تھی کہ شہر کے اندر اور شہر کے گرد و نواح میں یہود کا اچھا خاصا زور اور اثر تھا ....یہود کے بڑے بڑے علماء اور درویش، تورات کے عالم اور بڑے بڑے گدی نشین موجود تھے..........مدینہ منورہ کے عوام الناس کے دل و دماغ میں ان کا رعب اور دبدبہ چھایا ہوا تھا..........جس وقت امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کی تبلیغ و تعلیم کے اثر سے اور مسلسل جہاد سے یہود کی کمر ٹوٹ گئی.......... کچھ کو مدینہ سے دیس نکالا مل گیا.......... کچھ کو معاہدہ کی خلاف ورزیوں کی پاداش میں تہہ تیغ کر دیا گیا.......... کچھ نے خیبر میں جا کر پناہ لی ....تو وہاں بھی مسلمانوں نے ان کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مبارک دور میں.......... پھر خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سنہری دور میں اسلام اس تیزی کے ساتھ پھیلا کہ فتوحات اور کامیابی کے دروازے کھلتے چلے گئے.......... دینِ اسلام پھیلتا چلا گیا اور باطل سمٹتا چلا گیا.......... مسلمان فتح یاب اور کامران ہوتے چلے گئے اور دشمنانِ اسلام ذلیل و خوار ہوتے چلے گئے مسلمانوں کی اس بڑھتی ہوئی ترقی اور فتوحات کو دیکھ کر جس قوم کو سب سے زیادہ تکلیف، دکھ اور حسد تھا، وہ یہود تھے۔

یہودی یہ بات بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ مسلمانوں کی مسلسل ترقی...... اور

لاتعداد فتوحات اور عزت و رفعت کی وجہ ان کا آپس میں اتحاد و اتفاق ہے ....ان کے مابین مکمل یک جہتی اور یگانگت ہے............ان کے مابین نہ نسلی تعصب ہے نہ خاندانی رقابت و عناد............اور نہ ہی جاہ و مرتبہ کی خواہش ہے۔

وہ سب کے سب آپس میں شیر و شکر، بھائی بھائی اور گہرے دوست ہیں ....ایک دوسرے کے دکھ درد کو محسوس کرتے ہیں............ان کا عقیدہ ایک ہے، نظریہ ایک ہے، مؤقف ایک ہے اور ان سب کی منزل ایک ہے اور سب ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں!

اتحاد و اتفاق اور دوستی کی اس سیسہ پلائی ہوئی دیوار میں دراڑ ڈالنا انتہائی مشکل اور بے حد دشوار تھا اور مسلمانوں کی متحدہ اور مجتمع قوت و طاقت کو شکست دینا اور میدانِ جنگ میں ان سے مقابلہ کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا............ اسی لئے یہودیوں نے گرم جنگ میں مسلسل شکست کھانے کے بعد اب مسلمانوں کے خلاف سرد جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا۔

اور یہ طے کرلیا کہ اگر اسلام کو نیست و نابود کرنا ہے............اگر مسلمانوں کے عزائم کو ناکام بنانا ہے............اگر ان کی لامتناہی فتوحات کا دروازہ بند کرنا ہے اور مسلمانوں کی متفقہ طاقت و قوت کو کمزور کرنا ہے تو پھر اسلام کے چشم دید گواہوں ....دین کے غازیوں اور محمد عربی۔ ﷺ کے جانثاروں کے مابین نسلی و خاندانی تعصب کا بیج بو دیا جائے............غلط عقائد اور نظریات ان میں پھیلا کر انہیں سیدھے راستے سے ہٹا دیا جائے............تاکہ مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی طاقت کمزور ہو جائے............آپس میں پھوٹ پڑ جائے............عقائد و نظریات اور خیالات میں اختلاف ہو جائے اور یہ فرقوں میں بٹ جائیں اور اس طرح ہر ایک کا رخ الگ الگ ہو جائے!

چنانچہ اپنے ان مکروہ اور خطرناک عزائم میں کامیابی و کامرانی کے لئے ...... یہودی مذہب سے تعلق رکھنے والا ایک شخص! عبداللہ بن سبا، جویمن کے شہر صنعاء کا رہائشی تھا اور یہودیوں کے ایک معزز اور علمی گھرانے سے تعلق رکھتا تھا ...... وہ خود بھی بڑا زیرک، انتہائی چالاک وہوشیار اور شاطر شخص تھا...... علم پر عبور رکھتا ...... تورات سے واقف اور اپنے مذہبی نظریات میں انتہائی متعصب تھا۔

وہ حساس ذہن رکھنے والا شخص تھا ...... اسے اپنے مذہب اور اپنی قوم کی کسمپرسی اور مسلمانوں کے ہاتھوں ذلت وخواری اٹھانے کا بہت دکھ تھا ...... وہ یہ سب کچھ دیکھتا اور اندر ہی اندر کڑھتا رہتا ...... مگر وہ بے بس تھا اس کا کوئی بس نہ چلتا عبداللہ بن سبا تدبیروں اور سازشوں کا بادشاہ تھا ...... اس کا ذہن اور وجدان اسے سمجھاتا تھا کہ اسلام سے اور مسلمانوں سے اگر انتقام لینا ہے تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ بظاہر اسلام قبول کر کے اور مسلمانوں کا ہمدرد بن کر ان کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا جائے ...... مسلمانوں کے مابین نسلی اور خاندانی تعصب پیدا کر کے ان میں پھوٹ ڈال دی جائے اور غلط نظریات وعقائد پھیلا کر انہیں گمراہی کے اندھیروں میں دھکیل دیا جائے۔

اپنے اس ناپاک اور مذموم ارادے کی تکمیل کے لئے وہ ہمیشہ موقع کی تلاش میں رہا ...... خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور خلافت فاروقی میں وہ کسی طرح اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا۔

مگر خلافت عثمانی کے زمانے اس نے محسوس کیا کہ اب فضا سازگار ہے، میری تدبیر اور میرے منصوبے کامیابی سے ہم کنار ہو جائیں گے ...... عبداللہ بن سبا اپنے غلیظ مشن کو چھپائے ہوئے مدینہ منورہ آیا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر (بظاہر) اسلام قبول کیا ...... اور مومنین کی جماعت میں مسلمان

بن کر رہنے لگا۔

ایک دن اُس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے اس خواہش کا اظہار کیا کہ کوئی سرکاری منصب اس کے سپرد کیا جائے............اس طرح وہ چاہتا تھا کہ اپنے ناپاک مقاصد میں بہت جلد کامیابی حاصل کرلے گا۔

مگر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے سرکاری منصب وعہدے کے لائق نہ سمجھتے ہوئے اس کی خواہش کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی!

اسے اپنی خواہش کے ٹھکرائے جانے پر بے حد شرمندگی ہوئی............وہ جل بھن گیا اور پہلے سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ اپنی منزل کے حصول کے لئے کارروائی میں مشغول ہوگیا............اپنے مقصد کے حصول کے لئے طریقۂ کار یہ اپنایا کہ خلافت عثمانی کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے کا آغاز کیا اور پھر دن بدن اس پروپیگنڈے کا بازار گرم کرتا چلا گیا۔

یہ بات تو ہر ذی عقل جانتا ہے کہ امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اللہ کے فضل و کرم سے شروع دن سے......خاندانی طور پر دولت مند اور صاحب ثروت شخص تھے............اور ان کی دولت، امام الانبیاء ﷺ کے مبارک دور میں اور خلافت صدیقی و فاروقی میں اسلام اور مسلمانوں کے کام آتی رہی!

کبھی مشکل ایام میں اور ناداری و مفلسی کے زمانے میں اور کبھی غزوات میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی دولت کے خزانے کے منہ کھول دیئے۔

(مسجد نبوی کی توسیع کی ضرورت محسوس ہوئی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہی آگے بڑھے تھے............میٹھے کنوئیں کی خریداری کا مرحلہ درپیش ہوا تب بھی ان ہی کی دولت کام آئی تھی............غزوہ تبوک کے مشکل ترین موقع پر ایک تہائی لشکر کے اخراجات برداشت کر کے انہوں نے امام الانبیاء ﷺ کی زبانِ مقدس سے دعائیں

لیں ۔۔۔۔۔۔۔خود امام الانبیاء ﷺ کے گھر کے خرچے دے کر آپ کا سینہ ٹھنڈا کیا ۔۔۔۔۔۔۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شادی کے موقع پر ان کی خودی کا لحاظ کرتے ہوئے چار صد اسی درہم میں ان سے لوہے کی زرہ خریدی اور پھر وہی زرہ انہیں تحفہ میں واپس کر کے ۔۔۔۔۔۔۔اُن سے بھرپور تعاون فرمایا ۔۔۔۔۔۔۔خلافت صدیقی میں ایک ہزار غلے سے لدے ہوئے اونٹ مدینے کے غریبوں اور مسکینوں پر وقف کر دیئے)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ایسے دولت مند نہیں تھے جو خزانے پر سانپ بن کر بیٹھ جائیں ۔۔۔۔۔۔۔بلکہ وہ ایسے دولت مند تھے جو بے حد فیاض اور انتہائی درجے کے سخی تھے ۔۔۔۔۔۔۔وہ خدا ترس اور غریبوں اور مسکینوں اور ضرورت مندوں پر مہربان تھے ۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنے دورِ خلافت میں بھی ۔۔۔۔۔۔۔اپنی جیب سے اور اپنی ذاتی دولت سے اپنے غریب اور نادار اور ضرورت مند رشتے داروں کی مدد و نصرت اور اعانت فرماتے رہتے تھے!

اسی نکتے کو بنیاد بنا کر عبد اللہ بن سبا نے اپنے مذموم منصوبے کی ابتداء کی ۔۔۔۔۔۔۔اس نے سادہ لوح مسلمانوں کا ذہن بنانا شروع کیا کہ عثمان ؓ اپنے رشتے داروں اور اپنے خاندان کے لوگوں کو سرکاری مال سے نوازتے ہیں اور بیت المال سے ان کی جھولیاں بھرتے ہیں!

اس زہریلے پروپیگنڈے کے ذریعے وہ اپنے ساتھ اُن سادہ لوح نو مسلم لوگوں کو ملانے میں کامیاب ہو گیا جو اپنے آپ کو مہاجرین اور انصار کے برابر حکومت اور سرکاری عہدوں کا حق دار سمجھتے تھے! ساتھ ہی ساتھ عبد اللہ بن سبا نے یہ پروپیگنڈا بھی شروع کیا کہ اسلام میں بنو ہاشم کے حقوق سب سے زیادہ ہیں ۔۔۔۔۔۔۔مگر آج حکومت و اقتدار میں بنو ہاشم کا اتنا حصہ نہیں ہے جتنا بنو امیہ کا ہے

..........حکومتی عہدے اور زیادہ تر گورنر بھی بنو امیہ سے تعلق رکھتے ہیں...... وہ لوگوں سے کہتا کہ اس جانبداری اور زیادتی کا ذمہ دار خلیفۂ وقت ہے.......... وہ بنو ہاشم کے ساتھ زیادتی کر رہا ہے اور اپنے خاندان کو برابر نواز رہا ہے.......... اس کی ملمع سازی والی یہ باتیں اور چاپلوسانہ گفتگو بعض سادہ لوح نئے نئے مسلمان ہونے والے لوگوں کو متاثر کرتی تھی۔

امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو جب اس جارحانہ کارروائی اور منافقانہ رویے کا علم ہوا تو فوراً اسے مدینہ منورہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن سبا آگ بگولا ہو کر اور حسد و عناد کی چنگاری دل میں چھپا کر مدینہ منورہ سے بصرہ آ گیا اور خفیہ طور پر اپنے مذموم اور ناپاک مشن کا آغاز کیا.......... وہی موقف، وہی باتیں اور وہی دلائل جو مدینہ منورہ کے لوگوں کے سامنے پیش کرتا تھا.......... یہاں بھی دہرانے شروع کئے اور ساتھ ساتھ خاندانِ علی رضی اللہ عنہ کی محبت و عقیدت کا دم بھرنا شروع کیا.......... پھر زمین کچھ سازگار سمجھ کر اس نے اعلانیہ طور پر خلیفۂ وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اور ان کے گورنروں کے خلاف پروپیگنڈے کا آغاز کر دیا.......... اور طعن و تشنیع کرنے لگا۔

بصرہ کے گورنر تک اطلاع پہنچی تو انہوں نے اسے طلب کیا اور پوچھا تم کون ہو؟ مجھے تمہاری شرارتوں، خباثتوں اور منافقانہ رویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کوئی فتنہ برپا کرنا چاہتے ہو.......... تمہاری بغلی اور مخفی و ظاہر چالوں سے محسوس ہوتا ہے کہ تم یہودی ذہن رکھتے ہو!.......... مسلمانوں کو ورغلا کر فتنہ و فساد اور انتشار کا بیج بونا چاہتے ہو!

عبداللہ بن سبا نے بصرہ کے گورنر کے تیور دیکھے اور بصرہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا اور بصرہ سے کوفہ کا رخ کر کیا۔ بدقسمتی سے کوفہ میں پہلے ہی چند منافق خلیفۂ وقت

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اوران کے مقرر کردہ گورنر (   ) کے مخالف موجود تھے.......... ابن سبا کو یہاں نسبتاً زمین ہموار مل گئی اور ایک شرارتی گروہ میسر آگیا .... اس نے کوفہ میں زاہد و متقی اور عالم و عابد کا روپ دھارلیا.......... اس طرح لوگ اس کی عزت وتکریم کرنے لگے اور اپنی سادہ لوحی سے اسے واقعی ایک بڑا عالم، زاہد اور اپنا خیر خواہ سمجھنے لگے۔

یہ علم وزہد اور مصنوعی تقویٰ کی آڑ میں اندر ہی اندر اپنے مشن کے لئے کام کرتا رہا.......... اور لوگوں کے ذہنوں کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے تیار کرتا رہا .... اس طرح کوفہ میں اسے سرکردہ شرارتیوں کی اچھی خاصی جماعت میسر آگئی!

کوفہ کے گورنر کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے بلا کر اس کی سرزنش کی اور کوفہ کے مخلص اور سمجھ دار اور زیرک و معاملہ فہم لوگوں نے اسے شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھنا شروع کیا.......... اس نے صاحب حیثیت لوگوں کی نظریں بھانپ لیں اور کوفہ سے دمشق کا رخ کیا.......... مگر دمشق کے گورنر حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو سخت گیر.......... اعلیٰ درجہ کے مدبر، معاملہ فہم، علاقہ کے نشیب وفراز سے باخبر، بہترین منتظم، دانا اور ذہین فطین تھے.......... ان کے صوبہ میں عبداللہ بن سبا کی دال نہیں گل سکتی تھی!

اس نے ایک دن مشہور صحابی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے گفتگو کا آغاز کیا اور چاپلوسی سے اپنا مشن ان کے سامنے بیان کرنے لگا.......... تو انہوں نے کمال فراست سے فرمایا تم مجھے یہودی معلوم ہوتے ہو.......... وہ شرمندہ ہو کر ایک اور صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچا.......... انہوں نے زہر سے بھری ہوئی اس کی گفتگو سنی.......... تو اُسے پکڑ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے.......... اور کہا مجھے تو یہ شخص انتہائی خطرناک اور دشمن اِسلام معلوم

ہوتا ہے.........اس کے بارے مکمل تحقیق اور تفتیش کی جائے.........چنانچہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے فوراً دمشق سے نکل جانے کا حکم دیا۔

یہ دمشق سے سیدھا مصر جا پہنچا.........مصر میں بھی اسے حالات قدرے ساز گار ملے.........اس لئے کہ مصر کے کچھ لوگ پہلے ہی سے مصر کے گورنر سے شاکی اور ناراض تھے.........عبداللہ بن سبا نے کمال ہوشیاری سے جلتی پر تیل کا کام کیا.........مصر کی زمین.........اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے اسے کوفہ سے بھی زیادہ ساز گار اور زرخیز نظر آئی.........چنانچہ اس نے مصر کو اپنی مذموم کاروائیوں کے لئے مرکزی دفتر بنالیا۔

اور یہاں بیٹھ کر بصرہ اور کوفہ کی اس جماعت سے برابر خط وکتابت کرتا رہا جو یہ وہاں قائم کر آیا تھا.........یہاں سے انہیں مسلسل ہدایات دیتا رہا اور مخفی طور پر اپنے ناپاک ارادے کی تکمیل کے لئے کوشاں رہا.........اس نے اپنے تیار کردہ شرارتی لوگوں کے ذمہ لگایا کہ وہ گورنروں اور حکومتی عہدیداروں کے خلاف شکایات لکھ لکھ کر دوسرے شہروں کے مسلمانوں تک پہنچائیں تاکہ نفرت کا جو بیج ہم نے بویا ہے وہ پروان چڑھتا رہے اور حکومت وقت کے خلاف لاوہ مسلسل پکتا رہے.........عبداللہ بن سبا نے جب دیکھا کہ فضا میرے حق میں ساز گار اور مناسب ہے.........تو خلیفہ وقت امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف نفرت پھیلانے کے لئے محبت علیؓ کا نعرہ لگایا اور میدان میں کود پڑا۔

اس نے لوگوں سے اور اپنی تیار کردہ جماعت کے افراد سے یہ کہنا شروع کیا کہ ہر پیغمبر کا ایک وزیر اور راز دار ہوتا ہے.........سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے وزیر اور راز دار حضرت یوشع بن نون تھے.........اسی طرح ہمارے پیغمبر حضرت سیدنا محمد عربی ﷺ کے وزیر اور راز دار حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں!

اس کے ساتھ ساتھ اس نے لوگوں کو یہ سمجھانا شروع کیا کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ امام الانبیاء ﷺ کے وصی ہیں..........آپؐ نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد خلافت و امامت کے حقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ ہونگے۔

پھر اس نے چپکے سے یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل اور بلند مرتبہ ہیں..........کبھی کبھی یہ بھی کہہ دیتا کہ امام الانبیاء ﷺ کی وفات کے بعد خلافت و امامت کے صحیح اور حقیقی حقدار تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے..........مگر صحابہ کرام نے اور خصوصاً ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نے زیادتی اور ظلم کر کے اُن سے خلافت کے منصب کو غصب کر لیا..........عبداللہ بن سبا نے ان نظریات کے ساتھ ساتھ یہ زہریلا عقیدہ اور نظریہ بھی لوگوں کے ذہنوں میں بٹھانے کی کوشش کی کہ جس طرح توحید و رسالت اور قیامت پر ایمان لانا ضروری ہے..........اسی طرح عقیدۂ امامت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے!

بعض اوقات کسی کے کان میں چپکے سے یہ بات بھی ڈال دیتا کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جو کرامات صادر ہوتی ہیں وہ بشری طاقت سے بالا تر ہیں..........سیدنا علی رضی اللہ عنہ دراصل انسانی پیکر میں اِلٰہ ہیں اور انہیں خدائی صفات حاصل ہیں!

خلافت کے بارے میں لوگوں کو سمجھاتا کہ صحابہؓ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے زیادتی کی ہے اور وصیت رسول کو پس پشت ڈالا ہے..........اور اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی مرضی اور منشاء کے خلاف حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو خلیفہ اور امیر مقرر کر کے حضرت علی رضی اللہ کا حق غصب کیا ہے..........انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی حکم عدولی کر کے دین کو برباد کیا ہے..........اس لئے ایسے لوگوں پر تبرا کرنا چاہئے اور اُن سے نفرت کا اظہار کرنا چاہئے

اس تمام پروپیگنڈے اور زہریلی گفتگو سے عبداللہ بن سبا کا مقصد یہ ہوتا کہ ....لوگو معاملہ اب بھی ہاتھ سے نہیں گیا.......... کفِ افسوس ملنے کے بجائے ہمیں مل کر کوشش کرنی چاہئے.......... اور موجودہ امیر سیدنا عثمانؓ کو ہٹا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اُن کا حق دلوانا چاہئے.......... اس ناپاک سازش سے اس کا مقصد پورا ہوتا تھا اور اس کی متعین کردہ منزل قریب تر ہوسکتی تھی.......... اس طرح مسلمانوں میں انتشار وافتراق پیدا ہوسکتا تھا اور وہ دو جماعتوں میں تقسیم ہوسکتے تھے!

رجال کشی کے صفحہ نمبر ۷۱ میں علامہ کشی نے تحریر کیا کہ:

> ''بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا پھر اسلام لایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دم بھرنے لگا وہ اپنی یہودیت کے زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی حضرت یوشع بن نون کے بارے غلو کرتا تھا، پھر اس نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اسلام کا اظہار کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے اسی قسم کی باتیں کہنی شروع کیں.......... عبداللہ بن سبا پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے فرض ہونے کے عقیدے کو مشہور کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں سے برأت کا اظہار کیا، اور ان کے مخالفین کو کھلم کھلا کافر کہنا شروع کیا.......... اسی لئے جو لوگ رافضیت کے دشمن ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ یہودیت سے ماخوذ ہے''۔

عبداللہ بن سبا نے یہودی نظریات، پھیلا کر ایک چال یہ چلی کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جھوٹے خطوط لکھ کر بصرہ اور کوفہ کے لوگوں کو امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بدظن کرنا شروع کر دیا۔

اور پھر سوچے سمجھے منصوبے کے تحت شرارتی لوگوں کو مختلف شہروں سے جمع کر کے مدینہ منورہ لایا اور جب مسلمانوں کی اکثریت نے حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ کا رخ کیا.........تو باغیوں کی اس جماعت نے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کرلیا.........انہیں مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے روک دیا ....اور جو کنواں (بئر رومہ) انہوں نے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کیا تھا اس کنویں کا پانی بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر بند کر دیا گیا.........سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا یہ محاصرہ تقریباً چالیس دن تک جاری رہا!

(آج لوگوں کو واقعۂ کربلا کے سلسلہ میں قافلۂ حسینی پر دس دن کے لئے یا تین دن کے لئے پانی کا بند ہونا تو یاد رہا.........(پانی بند ہوا یا نہیں؟ یہ آگے جا کر بیان کرونگا)......مگر وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر پانی کی طویل بندش بھول گئے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قافلہ پر جو پانی بند ہوا وہ فرات کی نہر سے ہوا.........فرات کی نہر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جیب سے خرید کر وقف نہیں کی تھی.........مگر عثمان ؓ ایسا مظلوم ہے کہ جو کنواں انہوں نے اپنی جیب سے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کیا تھا.........اسی کنویں کا پانی اُن پر بند کر دیا گیا)

باغیوں کے محاصرہ کے وقت مدینہ منورہ کے مسلمان خلیفۂ وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے برابر درخواست کرتے رہے کہ آپ اجازت دیں تو ہم اُن چند باغیوں کا صفایا کر دیں اور اُن کے ناپاک وجود سے مدینہ منورہ کو پاک کر دیں۔

مگر گھر میں کئی دنوں سے محصور، حلم و بردباری کے کوہِ گراں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر لوگوں کو روکتے رہے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی مسلمان کا خون نہیں بہانا چاہتا.........اور جس زمین پر میرے پیارے پیغمبر امام الانبیاء ﷺ کے مبارک قدم لگے ہیں میں اس زمین کو خون سے رنگین نہیں کرنا چاہتا!

شام کے گورنر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیش کش کی کہ اگر آپ باغیوں کے خلاف کاروائی کی اجازت نہیں دیتے تو پھر میرے ساتھ شام تشریف لائیں وہاں حالات پوری طرح میرے کنٹرول میں ہیں اور پرسکون ہیں۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

معاویہؓ! جس مقدس شہر میں میرے محبوب پیغمبر ﷺ کی یادگاریں موجود ہیں میں ایسے شہر کو چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا!

چند بزرگ صحابہ نے اپنے نوجوان بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے باہر پہرہ دیں............ ان پہرہ دینے والوں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دونوں فرزند حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جو اپنے خالو کے گھر کے دروازے پر مسلح ہو کر پہرہ دے رہے تھے۔

ان تمام تدابیر کے باوجود باغی گھر کی عقبی دیوار پھلانگ کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہوئے اور ۸۲ سالہ بوڑھے امیر المومنین کو تقریباً چالیس دن تک پیاسا رکھ کر اس حالت میں کہ وہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے............ انتہائی بے دردی، شقاوت اور ظلم کے ساتھ شہید کر دیا............ اُن کی زوجۂ محترمہ حضرت نائلہ سامنے آئیں تو تلوار کے وار سے ان کی انگلیاں کاٹ دیں............ سلاخوں سے مارتے رہے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے وجود مقدس پر کودتے ہوئے ان کی پسلیاں توڑ دیں!

(آج افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ چند چالاک لوگوں نے واقعۂ کربلا اور شہادت حسینؓ کو اتنی مبالغہ آرائی سے بیان کیا کہ اہلسنت عوام بلکہ خواص تک یہ نہیں جانتے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کس مہینے کی کون سی تاریخ کو شہید ہوئے............ اور انہیں کتنی سفاکی، بے دردی، بے رحمی اور ظلم کے ساتھ تہہ تیغ کیا گیا اور انہیں چالیس

دن تک میٹھے پانی سے محروم رکھا گیا.......... کاش اہلسنت علماء کرام، مبلغین اور واعظین عوام الناس کو صحیح تاریخ سے اور اصل حقائق سے آگاہ کریں.......... تاکہ وہ دشمنانِ صحابہ کے زہریلے پروپیگنڈے سے باخبر ہو جائیں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

دوسری تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ (البقرہ)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔

حضرات گرامی قدر! گذشتہ جمعۃ المبارک کے خطبے میں آپ سن چکے ہیں کہ یمن کے ایک یہودی عبداللہ بن سبا نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کی متحدہ قوت اور متفقہ طاقت کو پارہ پارہ کرنے کی مذموم کوشش کی۔

اس نے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محبت اور عقیدت کا نعرہ لگایا............ اور امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف مملکت اسلامیہ کے مختلف صوبوں میں مسموم فضا پیدا کر دی

.... ان منافقین یہود نے ہر صوبے میں اپنے مطلب کے لوگوں کا ایک گروہ بنا لیا اور پھر ایک سازش کے تحت .... ان دنوں میں .... جب اکثر صحابہ حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ گئے ہوئے تھے مدینہ منورہ پر یلغار کر کے .... اس شخصیت کو جو امام الانبیا ﷺ کا دوہرا داماد ہے .... جو ذوالنورین کے لقب سے معروف ہے .... جس سے آسمان کے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں .... جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیقٌ فِی الْجَنَّۃ ہے .... جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہم زلف اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا خالو اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بہنوئی ہے .... جو بیعت رضوان میں چودہ سو صحابہ کے لئے جنت کے پروانے ملنے کا سبب بنا .... جس نے مسجد نبوی کی فراخی کے لئے جگہ خرید کر وقف کی اور بئر رومہ کی قیمت ادا کر کے جنت کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا .... اس مظلوم عثمان رضی اللہ عنہ کو انتہائی بے دردی وشقاوت کے ساتھ .... اس حالت میں کہ وہ قرآن کی تلاوت میں مصروف تھے شہید کر دیا گیا۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر

امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی المناک اور دردناک شہادت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح بلادِ اسلامیہ میں پھیل گئی .... لوگوں کو فکر لاحق ہوئی کہ نئے امیر المومنین اور خلیفہ کا انتخاب جلد از جلد ہونا چاہئے تاکہ بگڑے ہوئے حالات پر کنٹرول کیا جا سکے اور ماحول پر سکون ہو سکے۔

اس کی سب سے زیادہ فکر ان لوگوں کو تھی جن کے ہاتھ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے رنگین تھے .... انہیں یہ خطرہ تھا کہ اگر خلیفہ ہماری مرضی اور ہماری منشاء اور ہماری رائے کے خلاف بن گیا تو پھر ہماری خیر نہیں .... ہم تو قصاصِ عثمان میں مارے جائیں گے۔

امیر المومنین کے منصب کے لئے لوگوں کی نگاہیں تین جلیل القدر صحابہ کی طرف اٹھتی تھیں .... ایک سیدنا علیؓ بن ابی طالب، دوسرے سیدنا زبیرؓ بن العوام اور تیسرے سیدنا طلحہؓ (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

مگر ان تینوں نے اس ذمہ داری کو اٹھانے سے معذوری کا اظہار کیا۔ عبداللہ بن سبا کا گروہ اب منظم طور پر مدینہ منورہ پر قابض ہو چکا تھا، انہوں نے تین دن مسلسل سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی منت سماجت، خوشامد کر کے اور ساتھ دبے لفظوں سے دھمکیاں دے کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مجبور کر دیا کہ وہ اِس ذمہ داری کو بہر صورت اُٹھائیں .... کچھ مہاجرین اور انصار نے بھی زور دیا کہ حکمتِ عملی یہی ہوگی کہ آپ منصبِ خلافت کو زینت بخشیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ جواب میں فرماتے تھے:

دَعُوْنِي وَالْتَمِسُوْا غَيْرِيْ ..... مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو اور کسی دوسرے کو یہ منصب دے دو۔

وَإِنْ تَرَكْتُمُوْنِي فَأَنَا كَأَحَدِكُمْ ......

اگر تم مجھے اس منصب سے معاف رکھو تو میں عام مسلمانوں کی طرح زندگی گذاروں گا۔

وَلَعَلِّي أَسْمَعُكُمْ لِمَنْ وَلَّيْتُمُوْهُ أَمْرَكُمْ ......

اور جن کو تم اِس منصب پر بٹھاؤ اور خلیفہ بناؤ تو شاید میں اس کی اطاعت اور فرمانبرداری تم سے زیادہ کروں۔

وَأَنَا لَكُمْ وَزِيْرًا خَيْرٌ لَكُمْ مِنِّيْ أَمِيْرًا

(نہج البلاغۃ صفحہ ۱۹۸)

اور میرا وزیر ہونا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے میرے امیر ہونے سے

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بادلِ نخواستہ اور مجبوراً خلافت وحکومت کی ذمہ داری کو اٹھایا۔

ذریّت ابن سبا نے آپ کو چاروں طرف سے اس طرح گھیر رکھا تھا کہ آپ مہاجرین اور انصار سے اطمینان وسکون سے مل بھی نہیں سکتے تھے اور جلیل القدر صحابہ کے دیئے ہوئے مشوروں پر عمل پیرا بھی نہیں ہوسکتے تھے!

مالک اشتر.......... باغیوں کا سرغنہ آپ کا زبردستی مشیر اور دست راست کہلاتا تھا ...... چونکہ سبائیوں کے پیش نظر اسلام دشمنی تھی .... وہ اسلام کی دن بدن ترقی اور پھیلاؤ سے خائف تھے .... اور سمجھتے تھے کہ اس ترقی کا راز مسلمانوں کا باہم متحد اور متفق ہونا ہے .... وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کے مابین اختلاف وانتشار کا بیج بو دیا جائے .... پرامن مسلمانوں میں شورش پھیلادی جائے .... اور انہیں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کر دیا جائے تاکہ ان کا رعب جاتا رہے اور دبدبہ ماند پڑ جائے .... اور اس طرح فتوحات کا سلسلہ رک جائے۔

چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہوئے اور تقریباً ساڑھے چار سالہ دورِ حکومت میں ایک انچ زمین بھی فتح نہ ہوئی .... کفار ومشرکین کے خلاف کوئی لشکرکشی نہ ہوئی اور ان منافقین یہود کی سازشوں سے مسلمان آپس میں دست بگریباں رہے، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

وَمِنَ الْعُلُوْمِ اَنَّ الْخُلَفَاءَ الثَّلاَ ثَةَ اِتَّفَقَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ۔

یقینی اور پختہ بات ہے کہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت وامامت پر تمام مسلمانوں نے اتفاق کیا تھا۔

وَكَانَ السَّيْفُ فِي زَمَانِهِمْ مَسْلُوْلًا عَلَى الْكُفَّارِ مَكْفُوْفاً عَنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ

خلفاء ثلاثہ کے دورِ حکومت میں تلوار کفار کے خلاف بے نیام ہوئی اور مسلمانوں کے خلاف چلنے سے رکی رہی۔

وَاَمَّا عَلِيٌّ فَلَمْ يَتَّفِقِ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى مُبَايَعَتِهٖ بَلْ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ تِلْكَ الْمُدَّةَ

مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام مسلمان متفق نہیں ہوئے بلکہ اُن کے دورِ خلافت میں فتنے سر اٹھاتے رہے۔

وَكَانَ السَّيْفُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ مَكْفُوْفاً عَنِ الْكُفَّارِ وَمَسْلُوْلًا عَلَى اَهْلِ الْاِسْلَامِ (منہاج السنۃ صفحہ ۱۴۸ جلد ۲)

ان کے دورِ حکومت میں تلوار مسلمانوں کے خلاف بے نیام ہوئی اور کفار کے خلاف چلنے سے رکی رہی۔

یہ جو علامہ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت و خلافت پر سب مسلمان متفق نہیں ہوئے تھے.......... اسے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی لکھا ہے۔

خلافت برائے حضرت علی قائم نہ شد زیرا کہ اہل حل و عقد عن اجتہاد و نصیحتاً للمسلمین بیعت نہ کرد۔ (ازالۃ الخفاء صفحہ ۲۷۹ جلد ۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت قائم نہیں ہوئی اس لئے کہ ارباب حل و عقد نے اپنے اجتہاد اور مسلمانوں کی خیر خواہی کی غرض سے ان کی بیعت نہیں کی۔

اس حقیقت سے کون ذی عقل انکار کر سکتا ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں وہ

صحابہ کرام جو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل تھے انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی! علامہ ابن تیمیہؒ نے دوسری بات یہ فرمائی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں تلوار مسلمانوں کے درمیان بے نیام ہوتی رہی .... اور باہمی تلوار چلنے کا جو سلسلہ شروع ہوا تو پھر وہ آج تک جاری ہے .... یہی امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا تھا:

اِذَا وُضِعَ السَّیْفُ فِی اُمَّتِیْ لَمْ تُرْفَعْ عَنْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ (ترمذی۔ مشکوۃ)

میری امت میں ایک مرتبہ جب تلوار چل جائیگی تو پھر قیامت کے دن تک نہیں رکے گی۔

سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے بھی باغیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

اگر تم مجھے قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر کبھی بھی باہمی الفت ومحبت سے نہیں رہ سکو گے اور یک جان ہو کر اسلام کے دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ (طبری صفحہ ۱۱۸ جلد ۳)

باغیوں نے مسلمانوں کی متفقہ طاقت وقوت کو کمزور کرنے کے لئے سب سے پہلے سیدنا علیؓ کو باور کرایا کہ سابقہ خلیفہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ گورنر سب کے سب نالائق ہیں اس لئے ان کو معزول کر کے نئے گورنر مقرر ہونے چاہئیں! سیدنا ابن عباسؓ اور حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے منع کرنے اور روکنے کے باوجود سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے گورنروں کو معزول کر دیا اور ہر صوبے میں نئے گورنر مقرر کر دیئے گئے!

ہر صوبے میں نئے گورنروں کے پہنچنے پر تصادم کی ایک فضا سی بن گئی اور

سیدنا علیؓ کے وقار کو صدمہ پہنچا اور یہی ابن سبا کا منشا اور مدعا تھا.......... اے ابن سبا لعین خدا برتو کم نہ باد۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مسند خلافت پر رونق افروز ہونے کے بعد صحابہ کرام کی ایک جماعت.......... جن میں سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ بھی شامل تھے.......... سب نے سیدنا علیؓ کو مشورہ دیا کہ آپ سب سے پہلے قصاصِ عثمان لیں اور قاتلین عثمان سے بدلہ لیں۔

مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سبائیوں کے نرغے میں کچھ اس طرح بے بس ہو گئے تھے کہ یہ مطالبہ پورا ہونا ناممکن سا لگا.......... انہوں نے فرمایا میں قصاص ضرور لوں گا مگر ابھی اس کا موقع نہیں اور حالات ساز گار نہیں، نیز قاتلین عثمان ابھی متعین بھی نہیں۔

اصحاب رسول کا خیال یہ تھا کہ اگر قصاص لینے میں دیر کی گئی اور قاتلوں کو ڈھیل دی گئی تو یہ بلوائی اور باغی اور زیادہ زور پکڑ کر ہماری بنیادیں ہلا کر رکھ دیں گے اور پھر شاید قصاص لینا ممکن ہی نہ رہے!

بعض کا خیال تھا کہ اگر سیدنا علی رضی اللہ بعض مجبوریوں اور ناگفتہ بہ حالات کی وجہ سے قصاص فی الحال نہیں لے سکتے تو پھر ہمیں اپنے طور پر قاتلین عثمان سے قصاص لینا چاہئے۔

اسی غرض سے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ملے جو حج کرنے کی غرض سے وہاں گئی ہوئی تھیں انہیں سیدنا عثمان کی مظلومانہ شہادت کے بارے میں مطلع کیا.......... مدینہ منورہ میں بپا کی گئی شورش کے متعلق بتایا.......... سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور بیعت کا بتلایا.......... اور قصاصِ عثمان کو فی الحال کچھ دنوں کے لئے

ملتوی کرنے کے بارے سید نا علی رضی اللہ عنہ کی رائے سے آگاہ کیا۔

اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے بھی یہی بنی کہ اگر سید نا علی رضی اللہ عنہ قصاص لینے سے کترا رہے ہیں تو ہم پر لازم ہے کہ ہر صوبے کے بلوائیوں کی تحقیق کریں اور جن جن پر یہ جرم ثابت ہو جائے انہیں قصاصِ عثمان میں قتل کر کے خلیفۂ وقت کی مدد کریں، چنانچہ یہ سوچ کر ام المومنین سیدہ عائشہ، حضرت زبیر اور حضرت طلحہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور دوسرے صحابہ نے بصرہ کا رخ کیا۔

سبائیوں کو ام المومنین، حرم رسول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قصاصِ عثمان کا نعرہ لگا کر بصرے کی طرف رخ کرنا، انتہائی ناگوار گزرا اور اس طرح انہیں اپنی موت آنکھوں کے سامنے ناچتی ہوئی نظر آنے لگی۔

انہوں نے نامعلوم کتنی چاپلوسی سے .... کتنے مکر و فریب سے .... کتنے دھوکے سے سید نا علی رضی اللہ عنہ کو باور کروایا کہ ام المومنین کا یہ اقدام آپ کے خلاف سازش ہے .... اس لئے آپ کو بھی بصرہ کی جانب پیش قدمی کرنی چاہیے .... صحابہ کرام نے سید نا علی رضی اللہ عنہ کو بڑی دلسوزی کے ساتھ اس اقدام سے منع کیا .... مگر ابن سبا اور مالک اشتر اپنی چرب زبانی سے سید نا علی رضی اللہ عنہ کو اس اقدام پر قائل کرنے میں کامیاب رہے اور سید نا علی رضی اللہ عنہ مدینۃ الرسول چھوڑ کر بصرہ کی جانب مائل بہ سفر ہو گئے .... سید نا علی رضی اللہ عنہ کی یہ روانگی اس طرح ہوئی کہ انہیں دوبارہ جوارِ رسولؐ اور دیارِ رسولؐ میں آنا میسر نہ ہو سکا۔

جنگ جمل میں دونوں فوجیں آمنے سامنے آجانے کے بعد اور مقابلے کا اعلان ہو جانے کے بعد سید نا علی رضی اللہ عنہ اور ام المومنین رضی اللہ عنہا کے مابین گفتگو ہوئی اور تمام غلط فہمیاں اور شکوے شکایات دور ہو گئے .... کاش اعلانِ مقابلہ

سے پہلے ہی یہ صلح صفائی ہو جاتی............ کسی نے سچ کہا ہے

نہ علیؓ تھے دشمن عائشہؓ، نہ تو عائشہؓ ہی کو بغض تھا

انہی ظالموں کا یہ کام تھا کہ پسر کو ماں سے لڑا دیا

سیدہ عائشہؓ کے بعد سیدنا امیر معاویہؓ بھی قصاص کا مطالبہ لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے............ امیر معاویہؓ سیدنا عثمانؓ کے قریبی رشتہ دار تھے اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ کے بھی قریبی عزیزوں میں شامل تھے...... اور سیدنا معاویہؓ سیدنا عثمانؓ کے گورنروں میں ان کے معتمد علیہ اور بڑے عالی مرتبہ گورنر تھے۔

بد قسمتی کی بات یہ تھی کہ قاتلین عثمانؓ نے بڑی عیاری اور کمال ہوشیاری سے حضرت علیؓ کے لشکر میں پناہ لے رکھی تھی۔

میں اس بھرے اجتماع میں ایک بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ بات غلط اور سو فیصد غلط ہے اور خلافِ واقع ہے کہ سیدنا علیؓ سیدنا عثمانؓ کا قصاص نہیں لینا چاہتے تھے............ بلکہ اصل بات اور صحیح حقیقت یہ ہے کہ سیدنا علیؓ کا نیک نیتی سے خیال یہ تھا کہ حالات کچھ سازگار ہو جائیں............ معاملہ قدرے ٹھنڈا پڑ جائے اور شورش کچھ کم ہو جائے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص ضرور لیں گے۔

علاوہ ازیں ان کا اجتہاد یہ تھا کہ پہلے میری بیعت کرو............ میرے ہاتھ اور میری پیٹھ مضبوط کرو تاکہ مجھے قصاص لینے میں آسانی ہو جائے اور یہ بات بھی نوٹ کر لیجئے اور دل کی تختی پر لکھ لیجئے کہ یہ بات بھی غلط اور خلافِ حقیقت ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہؓ اور سیدنا امیر معاویہؓ، امیر المومنین سیدنا علیؓ بن ابی طالب کی بیعت سے انکاری تھے بلکہ ام المومنینؓ اور امیر معاویہؓ کا نیک نیتی کے ساتھ خیال یہ تھا کہ خلیفہ وقت اور دوہرے دامادِ نبی کو انتہائی بے دردی اور ظلم کے ساتھ مدینۃ النبی

میں روضہ رسول کے قریب بھوکا پیاسا شہید کر دیا گیا.......... اور ان کی زوجہ محترمہ کی توہین کی گئی اور ان کی انگلیاں کاٹ دی گئیں .... اس لئے قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینا سب کاموں سے مقدم کام ہونا چاہیے.......... قصاص کے بعد ہم سیدنا علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کیلئے تیار ہیں۔ (حوالہ کے لیے دیکھیے طبری صفحہ ۶ جلد ۵)

یہ صورتِ حال جس کا معمولی سا نقشہ میں نے آپ کے سامنے رکھا ....

اس کو دیکھ کر دشمنوں نے یہ خیال کیا کہ بنو امیہ سیدنا علیؓ کی بیعت اس لئے نہیں کرنا چاہتے کہ وہ ہاشمی ہیں اور بنو امیہ کے کچھ لوگوں نے یہ سمجھا کہ قاتلین عثمان سیدنا علیؓ کے لشکر میں شامل ہیں اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے قصاص لینے میں پس و پیش کر رہے ہیں۔

آپس کی یہ غلط فہمیاں جنگ کی صورت اپنا گئیں اور منافقین یہود کی خباثتوں، شرارتوں اور خفیہ کاروائیوں کے نتیجے میں مسلمان آپس میں دست بگریبان ہو گئے۔ جب بھی مسلمانوں کے دونوں لشکروں کے مابین صلح و آشتی کی فضا پیدا ہونے لگتی اور فتنہ و فساد اور باہمی جنگ سے نجات کی صورت بنتی .... یہ خبیث اور بدطینت منافقین اُسے سبوتاژ کر دیتے۔

رات کے اندھیرے میں دوسرے لشکر پر تیر اندازی کرتے اور تاثر یہ دیتے کہ مخالف لشکر نے بدعہدی کرتے ہوئے جنگ کی ابتداء کر دی ہے۔

سیدنا علیؓ کو بتایا جاتا کہ حضرت عائشہ اور امیر معاویہؓ کے لشکر نے بدعہدی کی ہے اور ہم پر حملہ کر دیا ہے اسی طرح ام المومنین اور امیر معاویہؓ کو یہ باور کرایا جاتا کہ حضرت علیؓ کی فوج نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے جنگ شروع کی ہے۔

اور جب لڑائی شروع ہو جائے اور تیر چلنے لگیں اور گھمسان کا رن پڑے اور دونوں طرف سے بہادر دادِ شجاعت دے رہے ہوں تو کسی کے پاس اتنا وقت نہیں

ہوتا کہ وہ تحقیق و جستجو اور تفتیش کرتا پھرے کہ پہل کس نے کی ہے۔

اس طرح کی خباثتوں، شرارتوں اور اسلام دشمن کاروائیوں سے منافقین یہود اپنے مذموم مقاصد اور زہریلے ارادوں میں کامیاب ہوئے اور غلط فہمیوں کے نتیجے میں ہونے والی ان دو لڑائیوں میں ہزاروں مسلمان جام شہادت نوش کر گئے۔ آپ حضرات یہ سن کر حیران ہو جائیں گے کہ سیدنا طلحہ و زبیرؓ .... جو اُن دس صحابہ میں شامل ہیں جن کو امام الانبیا ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے ...... وہ بھی سیدنا علیؓ کے مخالف لشکر میں شامل تھے .... اور اسی موقع پر انہوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت سیدنا علیؓ ان کی شہادت پر حسرت و افسوس کا اظہار فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کے قاتل جہنم میں جائیں گے .... وہ حضرت طلحہؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑتے ہیں اور زار و قطار روتے ہوئے فرماتے ہیں:

> اس ہاتھ نے کئی مرتبہ امام الانبیا ﷺ کا دفاع کیا اور آپ پر برسنے والے تیر اپنے ہاتھ سے روکے۔

سامعین گرامی قدر: کتنے دکھ کی بات ہے کہ تاریخ اسلام کے کتنے نامور اور معروف لوگ ان معرکوں میں کام آئے .... جو تلواریں کبھی بدر و احد میں ...... کبھی خندق و حنین میں کفار پر برق بن کر چمکی تھیں .... ہاں جن تلواروں نے کبھی منکرین زکوٰۃ کے خلاف اپنی کاٹ دکھائی تھی .... جن تلواروں نے کذاب و دجال جھوٹے مدعیان نبوت اور اُن کے ماننے والوں کے سر تن سے جدا کر دیئے تھے .... اور جن تلواروں کی چمک دمک سے ایران و روم کے مشرکین کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں تھیں .... جن تلواروں نے ابو جہل، امیہ، عتبہ، شیبہ اور بڑے بڑے متکبر کفار کے دو ٹکڑے کر دیئے تھے .... آج وہی تلواریں

منافقین یہود کی شرارت وخباثت سے اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف بے نیام ہو رہی تھیں۔

اے ابن سبا لعن خدا بر تو کم نہ باد.......... تفو بر تو اے ابن سبا تفو

آج عبداللہ بن سبا اور اس کی تیاری کردہ جماعت پوری طرح کامیاب ہو کر.......... حالات پر اپنی گرفت مضبوط کر چکی تھی.......... ان کی سازشیں اور مذموم کاروائیاں مسلسل آگے بڑھ رہی تھیں.......... اسلام کی فتوحات اور مسلمانوں کی کامیابی و کامرانی کا سلسلہ مکمل طور پر رک چکا تھا.......... کفار خاص کر کے یہود ونصاریٰ اور مجوسی مسلمانوں کی یلغار اور لشکرِ اسلام کی پیش قدمی سے بے خوف وخطر ہو چکے تھے.......... آپس کے اختلاف، انتشار اور افتراق کی وجہ سے مسلمانوں کی ہوا اُکھڑ چکی تھی.......... ان کا کفار پر رعب اور مخالفین اسلام پر دبدبہ ختم ہو چکا تھا.......... اور سب سے عجیب بات یہ کہ مسلمانوں کو صحیح حالات سے باخبر ہونے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔

سیدنا علیؓ کوفہ میں

سیدنا علی ابن ابی طالبؓ نے مدینہ منورہ کی بجائے کوفہ کو مملکتِ اسلامیہ کا دارالخلافہ بنالیا پھر اس دن سے لیکر آج تک مدینہ منورہ اسلامی مملکت کا دارالخلافہ نہ بن سکا (یہ بات ذہن میں رکھیے کہ سیدنا عثمانؓ نے مظلومیت اور پیاس برداشت کر کے جام شہادت نوش کرلیا تھا مگر مدینۃ الرسول کو چھوڑنا گوارہ نہیں کیا تھا)

کوفہ کے لوگ اپنے آپ کو محبانِ علی کہتے.......... اور سیدنا علیؓ سے محبت وعقیدت کا دم بھرتے تھے.......... وہ چاپلوسی کے ماہر.......... جی حضوری میں یکتا.......... چالاکی میں ممتاز.......... جھوٹ بولنے میں اول.......... زبان کے میٹھے اور دل کے کالے تھے۔

اول درجے کے بدعہد .... منافقت میں مہارت تامہ رکھنے والے پرلے درجے کے دغاباز اور مکار تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ان کی شرارتوں، خباثتوں اور نامناسب رویوں سے ہمیشہ تنگ اور نالاں رہے .... وہ قدم قدم پر حضرت علیؓ سے بے وفائی کرتے اور جگہ جگہ فریب دیتے۔

سیدنا علیؓ کوفہ کے ان لوگوں کے متعلق وقتاً فوقتاً جو کچھ ارشاد فرماتے اسے گیارھویں صدی کے ایک معتبر شیعہ عالم ملا باقر مجلسی کی زبانی سنیئے:

''معتبر احادیث میں وارد ہے کہ جب حضرت علیؓ اپنے ساتھیوں کی نافرمانی، منافقت، کفر اور مخالفت سے تنگ دل ہو گئے، معاویہؓ کا لشکر علیؓ کے ملک پر یلغار کر رہا تھا اور علیؓ کے ساتھی ان کی مدد نہیں کر رہے تھے، حضرت علیؓ نے منبر پر فرمایا: اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کی اللہ مجھے تم سے اٹھالے اور جنت کے باغوں میں جگہ دے، پھر فرمایا اے اللہ میں ان سے دل برداشتہ ہو گیا ہوں، اے اللہ مجھے وفات دے کر ان سے آرام بخش اور ان کو ایسے شخص سے مبتلا کر کہ مجھے یاد کریں۔

(جلاء العیون صفحہ: ۱۸۳)

حضرت سیدنا علیؓ بن ابی طالب کا ایک خطبہ ذرا نہج البلاغہ سے سنیئے!

''اے لشکر والو! تمہارا امیر (یعنی میں) اطاعت خداوندی کی طرف بلاتا ہے اور تم نافرمانی کرتے ہو اور امیر شام (معاویہؓ) خدا کی نافرمانی کرتا ہے، پھر بھی شام کے لوگ اس کی اطاعت کرتے ہیں قسم خدا کی میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ معاویہؓ مجھ سے دس آدمی

لے لے اور ان دس کے بدلے اپنا ایک آدمی مجھے دے دے۔

(نہج البلاغہ صفحہ ۱۳۱)

پھر جنگ صفین میں سیدنا علیؓ سیدنا معاویہؓ سے صلح اور تصفیہ کیلئے جب ثالثی فیصلہ قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے اور اس صلح کیلئے دونوں طرف سے ثالث مقرر ہوئے تو سیدنا علیؓ کے ان نام نہاد محبین نے شدید ترین مخالفت کی۔

(یہ وہی لوگ تھے جن کا مقصد مسلمانوں میں افتراق و انتشار کی کیفیت برقرار رکھنا تھا اور مسلمانوں کا متحد ہونا اور ان کے مابین صلح اور تصفیہ کا ہو جانا ان کیلئے موت کا پیغام تھا) ان خبیث لوگوں نے یہ کہہ کر سیدنا علیؓ کی مخالفت کی کہ آپ کی امامت مَنصُوص مِنَ اللہ ہے اور آپ کی امامت کو ماننا توحید و رسالت اور قیامت کو ماننے کی طرح ضروری اور لازمی ہے...... اور جو لوگ آپ کی امامت کو نہیں مانتے اور بیعت سے انکاری ہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں، اس لئے وہ واجب القتل ہیں...... معاویہؓ اور معاویہؓ کی جماعت نے آپ کے ہاتھ پر چونکہ بیعت خلافت نہیں کی اس لئے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں ...... وہ قرآنی احکام کے منکر ہیں لہٰذا واجب القتل ہیں...... اب آپ ایسے لوگوں سے جو کافر ہیں صلح کس طرح کرنا چاہتے ہیں؟ اور ثالث کس بات کیلئے مقرر کرنا چاہتے ہیں؟ اگر آپ معاویہؓ اور ان کی جماعت سے صلح اور تصفیہ کیلئے آمادہ ہیں تو پھر آپ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں...... کافر سے صلح کرنے والا بھلا مسلمان کیسے رہ سکتا ہے؟

میری اس گفتگو سے یہ بات واضح اور ثابت ہوئی کہ سیدنا علیؓ سے اس بدبخت گروہ کا اختلاف اور جھگڑا اس بات پر تھا کہ وہ حضرت امیر معاویہؓ جیسے واجب القتل شخص سے صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔

اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب نہج البلاغۃ کے صفحہ نمبر ۲۷ میں درج ہے۔

حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگے کہ
پہلے تو آپ نے جنگ صفین میں ہمیں حکم مقرر کرنے سے منع کیا پھر
آپ نے خود حکم تسلیم کر لیا۔ ہم نہیں جانتے کہ اس امر و نہی میں کون
سی چیز باعث ثواب ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت علی نے ہاتھ پر ہاتھ
مارا اور افسوس کے ساتھ فرمایا یہ خبر اس شخص کی ہے جو عقد کو توڑ
ڈالے۔

میری گفتگو کا خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے ساتھ محبت کا دعویدار یہ گروہ ...... حضرت علیؓ سے صرف اس وجہ سے ناراض ہوا اور حضرت علیؓ کی جماعت سے خارج ہوا کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ سے صلح کیلئے ثالثی فیصلہ ماننے کی حامی کیوں بھری ہے؟ اس لئے انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو کافر کہنے کے ساتھ ساتھ اب حضرت علیؓ کو بھی کافر کہنا شروع کر دیا ...... یہ بد بخت گروہ ''خارجی'' کہلایا۔

یہاں گنگا الٹی بہتی ہے

آپ سمجھ گئے ہو نگے کہ خارجی کون سے بد بخت لوگ تھے ...... مگر ہمارے ہاں بہت سے نام نہاد اہل علم و دانش ...... مسند رسول کے جبری وارث اور بے خبر واعظ ...... پیشہ ور مقرر اور جاہل مبلغ ...... تاریخی حقائق سے ناواقف صحافی ...... دین سے نابلد وکلاء ...... فہم وفراست سے عاری معلمین ...... اور اکثر عوام و خواص یہ سمجھتے ہیں کہ خارجی وہ لوگ ہیں جو سیدنا علیؓ کے مقابلے میں حضرت امیر معاویہؓ کو حق بجانب سمجھتے ہیں اور سیدنا معاویہؓ کے دامن کو اسی طرح بے داغ مانتے ہیں جسطرح سیدنا علیؓ کا دامن بے داغ ہے ...... اور حضرت معاویہؓ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں ان کا احترام کرتے ہیں اور ادب سے ان کا نام لیتے ہیں۔

حالانکہ آپ سن چکے ہیں کہ خارجی حقیقت میں وہ لوگ تھے جو ابتداءمیں حضرت علی کی دوستی اور محبت کا دم بھرتے تھے ...... وہ سیدنا علیؓ کی امامت کو منصوص مِنَ اللہ سمجھتے تھے ...... اور حضرت معاویہؓ کو صرف اسلئے مورد الزام اور طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے اور انہیں کافر تک کہتے کہ انہوں نے سیدنا علیؓ کی بیعت نہ کرکے قرآن کے احکام کی خلاف ورزی کی ہے۔

سیدنا علیؓ نے جب ثالثی فیصلہ منظور کرنے کا اعلان کیا تو یہ لوگ حضرت علیؓ کے بھی مخالف ہوگئے ...... اور کہنے لگے کہ معاویہؓ نے آپ کی بیعت نہ کرکے کفر کا ارتکاب کیا ہے ...... اب آپ نے اس کے ساتھ ثالثی فیصلے اور صلح کی بات کی ہے ...... اس بناء پر آپ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہوگئے ہیں (نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات)

مگر ہمارے ہاں گنگا الٹی بہتی ہے ...... کہ جو لوگ صحابی ہونے کی حیثیت سے حضرت امیر معاویہؓ کا بھی احترام کرتے ہیں ...... اور ان کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں ...... اور سیدنا علی بن ابی طالبؓ کی تعریف وتوصیف اور عظمت ومقام کا بھی اقرار کرتے ہیں انہیں آنکھیں بند کرکے ...... اور بصیرت سے محروم ہوکر بے دھڑک خارجی کہہ دیا جاتا ہے۔

کسی شاعر نے ان ہی جیسے لوگوں کیلئے کہا تھا ؎

ان عقل کے اندھوں کو الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

سیدنا علیؓ کے ثالث ماننے کی وجہ سے یہ گروہ حضرت علیؓ پہ کفر کا فتویٰ لگا کر ان سے الگ ہوا (اور خارجی کہلوایا) انہوں نے علیحدہ ایک قوت اور طاقت کی صورت اختیار کرلی تو جنگ نہروان میں سیدنا علیؓ نے ان کی قوت کو پاش پاش کرکے

رکھ دیا .... اور انہیں شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا .... ان کی کمر ٹوٹ گئی اور یہ شرارتی اپنی اپنی جگہ دبک کر بیٹھ گئے۔

مگر ملت اسلامیہ کا پرسکون ہونا .... مسلمانوں کا متحد ہونا .... بلاد اسلامیہ میں امن و امان کا قائم ہونا .... اور ارباب حکومت کا مطمئن ہو کر کفر کا مقابلہ کرنا ان شرارتیوں اور خبیثوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہیں تھا .... اس صورت حال پر یہ اندر ہی اندر کڑھتے رہتے مگر ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ پر امن ماحول کو فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنا دیں۔

تین شخصیات کے قتل کی تدبیر

پھر یہ شکست خوردہ ملعون جو بکھرے ہوئے تھے ایک دن سر جوڑ کر بیٹھے .... آپس میں مشورہ کیا بہت سوچ بچار کی اور پھر متفقہ طور پر طے پایا کہ :

اس وقت ملت اسلامیہ کے پاس تین شخصیتیں ایسی ہیں جو درجے کے لحاظ سے عظیم بھی ہیں اور مسلمانوں کی نگاہوں میں قابل قدر بھی .... صاحب تدبر بھی اور انتہائی دلیر بھی .... اہل علم بھی اور صاحب سیاست بھی .... فہم فراست کے مالک بھی اور صاحب حلم بھی .... اور یہی تین شخص اس مقام و مرتبہ کے حامل ہیں کہ مملکت اسلامیہ کے تمام مسلمان ان پر اتفاق کر سکتے ہیں .... اور ان تینوں میں سے ہر ایک اس شان اور اس صلاحیت کا مالک ہے کہ وہ بکھرے ہوئے بے طاقت مسلمانوں کو کسی بھی وقت ایک لڑی میں پرو کر .... کفر کے خلاف ننگی تلوار بنا سکتا ہے۔ ان میں سے ایک امیر المومنین، داماد نبی سیدنا علی بن ابی طالبؓ کی ذات گرامی ہے .... دوسرے صاحب تدبر و فراست کاتب وحی سیدنا امیر معاویہؓ ہیں .... اور تیسری شخصیت فاتح مصر، صاحب فہم و فراست حضرت عمرو بن

العاص ؓ کی ہے۔

ان بدبختوں نے سوچا کہ جب تک ان تینوں کو ٹھکانے نہیں لگا دیا جاتا اور ان سے نجات حاصل نہیں کی جاتی ...... اس وقت تک یہ احتمال موجود ہے کہ مسلمان ان تینوں میں سے کسی ایک پر متفق ہو کر اجتماعی قوت پیدا کر لیں اور اس طرح مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔

ان منافقین کو بخوبی یہ بات معلوم تھی کہ مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق، یک جہتی اور یگانگت ہی ہماری موت ہے اور ہماری کامیابی و کامرانی کا راز صرف اور صرف اس میں ہے کہ مسلمان منتشر رہیں ...... بکھرے رہیں ...... آپس میں لڑتے اور جھگڑتے رہیں۔

اس لئے اتحاد و اتفاق کی علامت اور محور ان تین شخصیات کو راستے سے ہٹانا بہت ضروری ہے۔

چنانچہ ان ملعون اور بدبخت خوارج میں سے تین سرکردہ اشخاص مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے ان میں سے ایک عبد الرحمان بن ملجم تھا ...... دوسرے کا نام برک بن عبداللہ تمیمی تھا اور تیسرا ملعون عمر بن بکر تمیمی تھا ...... ان تینوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ مسلمانوں کی ان تین عظیم شخصیتوں کو رمضان المبارک کی ۱۷ یا ۲۱ تاریخ کو قتل کر دیا جائے ...... تاکہ اس کے بعد ملت اسلامیہ کو کہیں پناہ نہ مل سکے اور نہ انہیں کہیں سر چھپانے کی جگہ میسر آئے اور مسلمان سیاسی طور پر یتیم ہو جائیں حضرت سیدنا معاویہ ؓ کا قتل برک بن عبداللہ تمیمی نے اپنے ذمہ لیا ...... سیدنا عمرو بن العاص ؓ کا قتل عمرو بن تمیمی کے ذمہ لگا ...... عبد الرحمان بن ملجم نے کہا کہ سیدنا علی ؓ کا کام تمام کرنا میری ذمہ داری ہوگی۔

یہ تینوں بدبخت اپنے اپنے منصوبے ...... مذموم منصوبے پر عمل درآمد

کیلئے اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے ۔

مقررہ تاریخ کو عمرو بن بکر تمیمی مصر کی جامع مسجد میں پہنچا........ صبح کی نماز کا وقت تھا اس نے امام پر خنجر کا وار کیا........ مگر خوش قسمتی سے اس دن مصر کے گورنر سیدنا عمرو بن العاص ؓ علالت طبعی کی وجہ سے مسجد میں تشریف نہ لائے........ ان کی جگہ حضرت خارجہ بن حذیفہ امامت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے........ اس طرح وہ اس ملعون کے حملے سے شہید ہو گئے ۔

برک بن عبداللہ تمیمی نے دمشق کی جامع مسجد میں سیدنا امیر معاویہ ؓ پر حملہ کیا مگر وار خطا گیا........ حضرت معاویہ ؓ معمولی زخمی ضرور ہوئے مگر قاتل اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا اور اللہ رب العزت نے حضرت معاویہ ؓ کو بچا لیا ۔

عبدالرحمان بن ملجم جو کوفہ کی جامع مسجد کے باہر سیدنا علی ؓ کے انتظار میں تھا........ اس نے زہر سے بجھی ہوئی تلوار سے سیدنا علی پر وار کیا جو کاری ثابت ہوا اور سیدنا علی ؓ زخموں کی تاب نہ لا کر شہادت کے بلند و بالا منصب پر فائز ہو گئے اور اللہ کے ہاں سرخرو اور کامیاب ٹھہرے ۔

شہادت سیدنا علی ؓ کی دلی تمنا اور خواہش تھی........ اللہ رب العزت نے آپ کو شہادت کا اعلیٰ ترین مقام عطا فرما کر آپ کی اس تمنا اور آرزو کو پورا فرما دیا ۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

تیسری تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ (البقرہ)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔

سامعین گرامی قدر: آپ حضرات گذشتہ خطبہ میں سن چکے ہیں کہ رمضان ۴۰ھ میں ....منافقین یہود کی سازش سے امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالبؓ شہید ہوئے! سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد............کوفہ کے لوگوں نے اُن کے بڑے فرزند ارجمند نواسہ رسول سیدنا حسنؓ کو خلیفہ اور امیر المومنین منتخب کیا۔

خود سیدنا علیؓ نے بھی زخمی حالت میں حضرت حسنؓ کو قائم مقام امام بنا کر اس

طرف اشارہ اور اپنی رائے کا اظہار فرما دیا تھا بلکہ اہل تشیع کی معتبر کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول کے صفحہ نمبر ۵۳۱ میں واضح موجود ہے کہ:

اِنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ اَوْصٰی بِھَا اِلَیْہِ وَاَفَاضَ رِدَائَھَا عَلَیْہِ۔

حضرت علیؓ نے اپنی زندگی میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا ولی عہد بنا دیا اور خلافت کی چادر ان کو پہنا دی تھی جب حضرت حسن بن علیؓ .... امیر المومنین بنے تو کوفہ کے لوگوں نے ان کو اس بات پر ابھارا کہ معاویہؓ کے ساتھ فیصلہ کن جنگ ہونی چاہیے تاکہ پورے عالم اسلام پر آپ کی حکومت بلا شرکت غیر ہو۔

(ناسخ التواریخ صفحہ ۲۰۱ جلد:۱)

یاد رہے کہ اس وقت بلادِ شام اور مصر وغیرہ میں امیر معاویہؓ کی پوزیشن نہایت مستحکم تھی اور وہ حضرت علیؓ کے دور ہی سے آزادانہ حکومت کر رہے تھے۔ کوفہ کے یہ غدار اور مکار .... بار بار سیدنا حسنؓ کو سیدنا معاویہؓ کے خلاف لشکر کشی کے لئے مجبور کرتے تھے۔ مگر حضرت حسنؓ خداداد فراست و دانائی، عقل مندی اور زیرکی سے اچھی طرح سمجھتے تھے کہ یہ لوگ دھوکے باز، فریبی اور مکار ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ پرلے درجے کے بے وفا بھی .... اور دشمنانِ اسلام بھی اور مسلمانوں کے ویری بھی .... حضرت حسن جانتے تھے کہ یہ لوگ مسلمانوں کو آپس میں لڑوا کر ان کی طاقت کو کم کرنا چاہتے ہیں اور مومنین کے مابین نفرت و دشمنی کا بیج بونا چاہتے ہیں!

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بڑے ہوش مند، صاحب الرائے، رحم دل، معاملہ فہم اور آپس کی خون ریزی پر افسردہ رہنے والے اور اجتناب کرنے والے بزرگ تھے! سیدنا حسنؓ نے .... شہادت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کی بیعت خلافت

کے وقت مشورہ دیا تھا کہ بابا جب تک تمام صوبوں کے گورنر اور مملکت اسلامیہ کے اہم لوگ آپ سے خود خلافت، حکومت سنبھالنے کی درخواست نہ کریں اس وقت تک آپ اس ذمہ داری کو قبول نہ فرمائیں۔

اسی طرح جنگِ جمل کے موقع پر بھی انہوں نے سیدنا علیؓ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ ام المومنین رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ وزبیرؓ کے خلاف لشکر لے کر مدینہ سے باہر نہ نکلیں.........مگر سیدنا علیؓ نے اس مشورے کو پسند نہ فرمایا اور لشکر لے کر مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے.........سیدنا حسنؓ بعد میں روانہ ہوئے اور ربذہ کے مقام پر پہنچ کر پھر اپنے والد ماجد سے کہا.........کیا کہا ....؟ اسے ابن اثیر، البدایہ والنہایہ اور طبری کی زبانی سنئے!

''میں نے جو جو مشورے آپ کو دیئے آپ نے نہیں مانے...... نتیجہ یہ نکلے گا کہ کل آپ بے یارومددگار قتل ہو جائیں گے.........حضرت علیؓ نے فرمایا بیٹا تم نے مجھ سے کیا کہا تھا جو میں نے نہیں مانا؟

.........حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ ہو گیا تھا میں نے اس دن آپ سے کہا تھا کہ آپ مدینے سے نکل جائیں اور کہیں اور تشریف لے جائیں تا کہ جو کچھ ہو وہ آپ کی موجودگی میں نہ ہو......... پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو میں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ جب تک تمام عرب کے وفود آپ کے ہاں آ کر درخواست نہ کریں اس وقت تک آپ بیعت نہ لیں.........مگر آپ نے میری یہ بات بھی تسلیم نہ کی اور پھر جب ام المومنین حضرت عائشہؓ اور طلحہ وزبیرؓ نکلے.........تو میں نے کہا تھا کہ آپ گھر میں بیٹھے رہیں یہاں تک کہ یہ لوگ خود بخود صلح پر

آمادہ ہو جائیں اور اگر فتنہ وفساد ہوتا ہے تو دوسروں کے ہاتھ سے ہو
اور آپ اس میں ملوث نہ ہوں...... مگر آپ نے میری کوئی بات اور
میرا کوئی مشورہ بھی نہیں مانا۔" (ابن اثیر صفحہ: ۱۱۴ جلد: ۳)

"طبری، ابن کثیر اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سیدنا معاویہؓ جب قصاص عثمان کا نعرہ لیکر اٹھے اور انہوں نے واضح اور صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ جب تک حضرت عثمانؓ کا قصاص نہیں لے لیا جاتا اس وقت تک ہم سیدنا علیؓ کی بیعت کرنے کیلئے تیار نہیں۔ اس وقت مدینہ منورہ میں رہنے والے مخلص صحابہ کرامؓ کو فکر لاحق ہوئی کہ امیر معاویہؓ کے اس صاف جواب کے ردعمل میں حضرت علیؓ کا ارادہ اور فیصلہ کیا ہوگا؟

کیا وہ امیر معاویہؓ کے خلاف لشکر کشی کریں گے؟ یا اہل قبلہ کے خلاف تلوار اٹھانے سے رک جائیں گے؟ اس موقع پر حضرت حسنؓ نے اپنے والد بزرگوار کو یہ مشورہ دیا

يَا اَبَتِ دَعْ هٰذَا فَاِنَّ فِيْهِ سَفْكُ دِمَآءِ الْمُسْلِمِيْنَ وُقُوْعُ الْاِخْتِلَافِ بَيْنَهُمْ۔

بابا یہ لشکر کشی والا کام نہ کیجئے اور اپنا ارادہ ترک کر دیجئے کیونکہ اس میں مسلمانوں کا خون بہے گا اور باہم اختلاف بڑھے گا۔

سیدنا حسنؓ اپنے والد گرامی قدر حضرت علیؓ کو ہمیشہ یہ مشورہ دیتے رہتے تھے کہ آپ سیدنا معاویہؓ کے ساتھ جنگ کر کے دشمنانِ اسلام کو خوش ہونے کا موقع فراہم نہ کریں اور جو تلواریں کبھی کفار مشرکین کے خلاف بے نیام ہوتی تھیں اُن تلواروں کو اپنے مسلمان بھائیوں کے مقابلے میں استعمال نہیں ہونا چاہئے۔ حضرت حسنؓ بار بار اپنے والد مکرم حضرت علیؓ کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ کسی نہ کسی طرح حضرت معاویہؓ کے ساتھ صلح کی بات چیت کی جائے اور منافقین کی ریشہ دوانیوں کی بنا پر مسلمانوں کے مابین ہونے والی شکر رنجیاں اور ناراضیاں

دور ہو جائیں اور وہ یک جان ہو کر کفر کے مقابلے میں دو دھاری تلوار بن جائیں۔ مگر حضرت حسنؓ کا یہ صائب اور درست مشورہ ان لوگوں کی کثرت، اور مکروہ تدبیروں کے سامنے دب جاتا جو سیدنا عثمانؓ کو شہید کر کے حضرت علیؓ کو مختلف طریقوں سے بے بس کر چکے تھے۔ حضرت سیدنا حسنؓ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ جنگِ صفین سے واپسی پر حضرت سیدنا علیؓ نے فرمایا تھا۔

اَيُّهَا النَّاسُ لَا تَكْرَهُوْا اِمَارَةَ مُعَاوِيَةَ......

اے لوگو! معاویہ کی امارت کو ناپسند نہ سمجھنا............ کیونکہ اگر تم نے معاویہ کو کھو دیا تو تم دیکھو گے کہ لوگوں کے سر ان کے شانوں سے حنظل کی طرح گر رہے ہوں گے۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ: ۱۳۱ ص: ۸)

پھر سیدنا حسنؓ خود اس ارشادِ نبوی کے راوی ہیں کہ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا:

رات اور دن کی گردش اس دن تک ختم نہیں ہوگی جب تک معاویہ حکومت پر فائز نہ ہو جائیں۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ: ۱۳۱ ص: ۸)

سیدنا حسنؓ تخت خلافت پر

سیدنا علیؓ کی شہادت کے بعد تختِ خلافت پر حضرت حسنؓ براجمان ہوئے.......... اور تمام تر اختیارات بلاشرکت غیر اُن کے ہاتھ میں آگئے.......... حضرت حسنؓ نے خلافت و حکومت کی یہ بھاری ذمہ داریاں.......... انتہائی مشکل اور نازک وقت میں سنبھالیں بھی اس مقصد اور اس غرض کے لئے تھیں.......... کہ پوری طرح بااختیار ہو کر مسلمانوں کے مابین ہونے والے انتشار و اختلاف کو مٹایا جا سکے اور ملت اسلامیہ کو ایک مرتبہ پھر متفق اور متحد کر دیا جائے۔

مگر وہ شراتی عنصر اور بدبخت لوگ جو گذشتہ تقریباً پانچ سال سے اسلام اور ملتِ اسلامیہ کو نقصان پہنچانے میں اور اختلاف و انتشار پھیلانے میں اور مسلمانوں کی

قوت کو کمزور کرنے میں مصروف عمل تھے اور خاصی حد تک کامیاب بھی تھے، بھلا وہ بیکار اور خاموش بیٹھنے والے کب تھے.......... انہیں یہ بات کس طرح گوارا تھی کہ مسلمان متحد ہو کر کفر کے لئے عذاب الٰہی بن جائیں.......... وہ کب برداشت کر سکتے تھے کہ یہ تلواریں آپس میں نہ ٹکرائیں اور مشرکین و کفار کے خلاف چمکیں۔

انہوں نے حضرت حسنؓ کو ابھارا اور مسلسل اصرار کیا کہ امیر معاویہؓ کے خلاف لشکر کشی کی جائے اور شام پر چڑھائی کی جائے اور امیر معاویہؓ کی حکومت اور ان کے اقتدار کو خاک میں ملا دیا جائے مگر حضرت حسنؓ اس بات کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ (ناسخ التواریخ صفحہ ۱۸۴)

حضرت حسنؓ نے بطور امتحان فرمایا اور اپنے جرنیلوں، کمانڈروں اور سرداروں کو جمع کر کے پوچھا تمہارے ارادے کیا ہیں؟ کیا تم معاویہؓ کے ساتھ جنگ اور لڑائی کے لئے تیار ہو؟ اور اگر جنگ بپا ہو جائے تو پوری طرح میرا ساتھ دو گے؟ اور جرأت اور بہادری سے مقابلہ کرو گے؟

جواب میں کہنے لگے:

ہم آپ کے لئے جان اور مال کی بازی لگا دیں گے.......... ہم کٹ جائیں گے مگر پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

حضرت حسنؓ نے فرمایا:

پھر تیاری کرو تمہارے جوہر کا امتحان اور تمہاری وفاؤں کی پرکھ میدانِ جنگ میں ہوگی۔

اِدھر حضرت حسنؓ کو مہر و وفا کے یہ عہد دیکر گئے اور اُدھر امیر معاویہؓ کو چند سرداروں نے خطوط تحریر کئے کہ اگر ہم حسنؓ کو گرفتار کر کے آپ کے پاس لائیں تو کیا انعام اور کتنا معاوضہ ملے گا؟

حضرت حسنؓ کے جاسوسوں نے اُن کو..........کوفہ کے ان بے وفاؤں کی بد عہدی، بے وفائی بلکہ غداری کی اطلاع دی کہ جناب ع

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

یہ افسوس ناک اطلاع..........اور تعجب انگیز خبر سن کر حضرت حسنؓ نے فیصلہ کرلیا کہ یہ لوگ جو اپنے آپ کو ہمارا ہمدرد اور مُحب کہتے ہیں..........دراصل دین اسلام کے دشمن اور ملتِ اسلامیہ کے غدار ہیں..........ان پر مزید بھروسہ اور اعتماد کرنا دانشمندی کے خلاف ہوگا..........یہ لوگ کسی وقت اور کسی مقام پر بھی میری قیمت وصول کرسکتے ہیں اس لئے کہ شرم وحیا اور غیرت نام کی کوئی چیز ان بدبختوں کے قریب بھی پھٹکی ہی نہیں۔

اسلئے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کر کے مسلمانوں کی قوت وطاقت کو یکجا کرنا چاہیے..........تاکہ کفار ومشرکین اور اسلام کے مخالفین کے خلاف منظم جہاد ہوسکے اور اطمینان ویکسوئی سے فتوحات کا سلسلہ ایک مرتبہ پھر شروع ہوسکے اور اِن بدفطرت سازشیوں کو اور خبیث النفس شرارتیوں کو منہ کی کھانی پڑے۔

حضرت سیدنا حسنؓ اپنی فراست ودانائی سے یہ سمجھتے تھے اور انہیں تجربہ بھی تھا اور انہیں اچھی طرح معلوم بھی تھا کہ اِن شرارتیوں اور فسادیوں سے..........جو سیدنا عثمانؓ کی شہادت میں ملوث ہیں اور جنگ جمل اور صفین جن کی وجہ سے ہوئیں اور جو تمام تر انتشار واختلاف اور فساد کا باعث بنے..........اِن سے اگر کوئی شخصیت کما حقہٗ نپٹ سکتی ہے تو وہ صرف اور صرف امیر معاویہؓ کی شخصیت ہے..........تو پھر میں کیوں نہ خلافت وحکومت کی ذمہ داریاں اُن کے حوالے کردوں اور ان کے حق میں دستبردار ہو جاؤں اور مسلمانوں کے مابین صلح وآشتی کا سبب بن جاؤں......

چنانچہ حضرت سیدنا حسنؓ نے اپنے لشکر کے سرداروں کو اور اپنی فوج کے ذمہ داروں

کو بلایا اور اپنا فیصلہ سنایا .... کہ میں معاویہؓ سے صلح کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

کہنے لگے یہ صلح کس نکتے پر ہوگی؟

حضرت حسنؓ نے فرمایا:

میں خلافت و امامت سے دستبردار ہو جاؤں گا اور خلافت و امامت اور حکومت کی تمام تر ذمہ داریاں امیر معاویہؓ کے سپرد کر دوں گا اور ان کے ہاتھ پر بیعت امامت و خلافت کر لوں گا۔

یہ سن کر ان غداروں کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی .... ان کے تیور بدل گئے .... انہیں اپنے خطرناک منصوبے خاک میں ملتے نظر آئے .... انہیں اپنا بنا ہوا جال تار تار دکھائی دینے لگا .... انہیں اپنے مذموم مقاصد اور مکروہ عزائم ناکام ہوتے نظر آئے۔ ان کی کامیابی کا تمام تر دارومدار مسلمانوں کے اختلاف و انتشار اور پھوٹ میں مضمر تھا۔ اگر حضرت حسنؓ، معاویہؓ سے صلح کر لیں اور مسلمانوں کی دو عظیم جماعتیں متحد و متفق ہو جائیں تو ان بدبختوں کی تمام تر جد و جہد ناکام ہوتی تھی اس لیے ان لوگوں نے حضرت حسنؓ کی یہ صلح کن بات سن کر ایک دوسرے کی طرف تعجب بھری نگاہوں سے دیکھا اور پھر جو کچھ کہا اُسے اہل تشیع کی معتبر کتابوں سے سنیئے:

(جب اُن لوگوں کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت حسنؓ معاویہؓ سے صلح کرنا چاہتے ہیں) تو وہ لوگ کہنے لگے اللہ کی قسم حسنؓ معاویہؓ سے صلح کرنا چاہتا ہے .... یہ تو اپنے والد کی طرح کافر ہو گیا ہے۔

(یعنی جس طرح حضرت علیؓ نے سیدنا معاویہؓ سے صلح کیلئے ثالثی فیصلہ قبول کرنے کیلئے اپنی طرف سے ابوموسیٰ اشعریؓ کو ثالث بنا کر (العیاذ باللہ) کفر کا ارتکاب کیا تھا۔

یہ کہہ کر وہ لوگ حضرت حسنؓ کے خیمہ پر حملہ آور ہوئے اور حضرت حسنؓ کے نیچے سے جائے نماز کھینچ لی .... ان کے کندھے سے چادر اتار لی .... اور ایک شخص نے حضرت حسنؓ کی ران میں نیزہ مار کر انہیں زخمی کر دیا۔

(مناقب آل ابی طالب صفحہ ۴۲۲ ۔ناسخ التواریخ صفحہ ۲۱۱ ص :۱)

پھر کہنے لگے .... اے حسنؓ تو امیر المومنین نہیں ۔ بلکہ مذل المومنین ہے یعنی مومنوں کو ذلیل کرنے والا (اعلام الوری طبرسی ۔الارشاد شیخ مفید) یعنی امیر معاویہؓ سے صلح کی بات اور صلح کا ارادہ کر کے تم نے مومنوں کو ذلیل کر کے رکھ دیا ہے۔ (العیاذ باللہ)

سیدنا حسن بن علیؓ نے ان بدبختوں اور خبیثوں کے اس رویے کو دیکھا تو فرمایا:

اے عراقیو! تمہارے تین کرتوتوں کی وجہ سے میں نے تم سے کنارہ کشی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے

۱۔ تم نے میرے والد گرامی سیدنا علیؓ کو شہید کیا۔

۲۔ تم میرے خیمے پر حملہ آور ہوئے اور میرا سامان تک لوٹ لیا۔

۳۔ تم نے میرے پیٹ اور میری ران میں نیزہ مار کر مجھے زخمی کیا۔

میں نے امیر معاویہؓ کی بیعت کر لی ہے اس لئے اب تمہیں ان کے احکام ماننا اور ان کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔

(مروج الذہب مسعودی صفحہ :۴۳۱ جلد: ۲)

ملا باقر مجلسی نے "حیات القلوب" میں .... شیخ مفید نے "الارشاد" میں .... اور اربلی نے "کشف الغمہ" میں حضرت حسنؓ کی ایک اور بات لکھی ہے:

حضرت حسنؓ نے ان لوگوں سے کہا: مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر میں معاویہؓ سے جنگ کے لئے نکلوں .... تو تم مجھے عین لڑائی کے موقع پر پکڑ کر معاویہؓ کے ہاتھ فروخت کر دو گے، پھر یا تو معاویہؓ مجھ پر احسان کر کے مجھ رہا کر دے گا اور اس احسان کا بدلہ میں قیامت تک نہیں اتار سکوں گا.......... یا پھر معاویہ مجھے قتل کر دے گا.......... تو تمہارا کیا.......... نواسۂ رسول مارا جائے گا اس لئے بہتر ہے کہ میں باوقار طریقے سے معاویہؓ کے ساتھ صلح کر لوں۔

سامعین گرامی قدر: ایک اور حوالہ بھی سنیے.......... "احتجاجِ طبرسی صفحہ ۱۰، جلد ۲" اور "ناسخ التواریخ صفحہ ۳ جلد ۱" میں ہے کہ حضرت حسنؓ نے فرمایا:

اللہ کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ معاویہؓ میرے لئے ان لوگوں سے بہتر ہیں جو اپنے آپ کو ہماری طرف منسوب کرتے ہیں.......... ان لوگوں نے تو مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا میرا سامان لوٹ لیا .... میرا مال چھین لیا.......... اللہ کی قسم اگر میں معاویہؓ سے عہد کر لوں جس سے میری جان بچ جائے اور میرے گھرانے کو امان مل جائے تو یہ صلح اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں اور میرا گھر برباد ہو جائے۔

وَاللهِ لَوْ قَاتَلْتُ مُعَاوِيَةَ لَاَخَذُوْا بِعُنُقِيْ يَدْفَعُوْنِيْ سَلْمًا

"اللہ کی قسم اگر میں معاویہؓ سے جنگ کروں تو یہ لوگ میری گردن سے پکڑ کر مجھے معاویہؓ کے سپرد کر دیں گے"۔

اسی دوران سیدنا معاویہؓ نے بھی مہر و محبت اور شفقت و پیار سے بھرپور اور لبریز خطوط سیدنا حسنؓ کو تحریر کئے: (ناسخ التواریخ صفحہ ۲۲۰)

(امیر معاویہؓ بھی صلح و آشتی کی شدید ترین خواہش رکھتے تھے............ ابن حجر عسقلانیؒ نے اِنَّ ابْنِی هٰذَا سَیِّدٌ حدیث کی تشریح میں نقل کیا ہے کہ:

سیدنا معاویہؓ نے دو عظیم المرتبت صحابی حضرت عبدالرحمان بن سمرہ اور حضرت عبداللہ بن عامر کو صلح کی پیش کش کیساتھ حضرت سیدنا حسنؓ کی خدمت میں بھیجا اور اِن ہی دو صحابہ کی کوششوں اور محنت اور ضمانت پر دونوں فریقوں کے درمیان صلح کا معاملہ طے پا گیا۔

جو خطوط صلح کے لئے امیر معاویہؓ نے تحریر فرمائے ان میں سے ایک خط میں تحریر فرمایا:

يَا ابْنَ عَمِّ لَا تَقْطَعِ الرِّحْمَ الَّذِى بَيْنَكَ وَ بَيْنِى فَإِنَّ النَّاسَ قَدْ غَدَرُوْا ابِكَ وَبِأَبِيكَ مِنْ قَبْلِكَ۔ (ناسخ التواریخ)

اے میرے چچا کے بیٹے! میرے اور تیرے درمیان جو رشتہ داری ہے اُسے نہ توڑو۔ ان لوگوں نے صرف آپ سے نہیں، بلکہ آپ کے والد محترم سے بھی غداری کی تھی۔ اس کے ساتھ ہی امیر معاویہؓ نے ان سرداروں اور چوھدریوں کے خطوط بھی حضرت حسنؓ کو بھیج دیئے جو انہوں نے امیر معاویہؓ کو تحریر کئے تھے ان خطوط میں ان غداروں اور مکاروں نے امیر معاویہؓ کو لکھا تھا۔

''اے معاویہؓ ہماری جانب کوچ کیجئے جب تم پہنچو گے تو ہم حسنؓ کو اس کے ہاتھ گردن سے باندھ کر تمہارے سپرد کر دیں گے یا خود انہیں قتل کر دیں گے۔''

ان عجیب و غریب حالات کو دیکھتے ہوئے حضرت حسنؓ نے امیر معاویہؓ کی طرف صلح کا پیغام بھیجا۔

کہ میں خلافت سے دستبردار ہوتا ہوں اور چند شرائط پر آپ کے
ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتا ہوں............ ان شرائط کو اگر آپ تسلیم کر لیں
............تو پھر آپ میرے امام اور میں آپ کا مقتدی............
آپ ہر محاذ پر آگے اور میں آپ کے پیچھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے تحریر فرمایا کہ امیر معاویہؓ نے سفید کاغذ پر مہر لگا کر حضرت حسنؓ کی طرف روانہ فرمایا کہ جو شرائط آپ کے جی میں آئیں تحریر کر دیجئے وہ سب کی سب شرائط مجھے بلا حیل و حجت منظور ہوں گی۔

امیر معاویہؓ کی کھلے دل سے یہ پیش کش............ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دلی خواہش تھی کہ تمام مسلمان ایک محاذ پر اکٹھے ہوں ان کے مابین ہونے والی تلخیاں ختم ہو جائیں............ رنجشیں دور ہو جائیں............ تاکہ یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار و منافقین اور اسلام دشمن طاقتوں کا شدت سے اور متحد ہو کر تعاقب کیا جا سکے اور کفر کی طاقت کا قلع قمع ہو جائے۔

حضرت حسنؓ نے اپنے برادر عزیز حضرت سیدنا حسینؓ اور اپنے مخلص احباب کے مشورے سے چار شرائط رکھ کر صلح کر لی اور فرمایا:

اگر خلافت و امامت معاویہؓ کا حق تھا تو ان کو پہنچ گیا............ اور
اگر یہ میرا حق تھا تو میں اس سے دستبردار ہو گیا اور اپنا حق امیر
معاویہؓ کو بخش دیا چار شرائط میں سے پہلی شرط تھی:
مجھے اور میرے تمام ساتھیوں کو جان کی امان حاصل ہو گی۔
دوسری شرط تھی:
مجھے اور میرے بھائی حضرت حسینؓ کو بیت المال سے سالانہ ایک
ایک لاکھ درہم وظیفہ دیا جائے گا۔

(یہ وظیفہ کس سے لے رہے ہیں کس کے سامنے شرط رکھ رہے ہیں؟............
امیر معاویہؓ کے سامنے رکھ رہے ہیں............ ذرا غور کیجئے اور بتائیے کہ اگر امیر معاویہؓ کافر تھا تو اُس کا مال کیسے جائز اور حلال ہو گیا؟)

ذرا تیسری شرط سنئے:

جب تک حکومت کرو گے قرآن وسنت کے عین مطابق کرو گے
.........بس صرف اتنی شرط رکھی؟..........نہیں بلکہ ساتھ ہی کہا
.........حکومت اس طرح کرو گے جس طرح ابو بکرؓ و عمرؓ نے
کر کے دکھائی ہے..........خلفاء راشدین کے طریقے کے مطابق
خلافت وحکومت کا نظام چلاؤ گے۔

چوتھی شرط رکھی:

مسلمانوں کی خلافت وامامت کا فیصلہ مسلمانوں کے باہمی مشورہ سے
طے ہوگا.........جس آدمی کو مشورے سے مسلمان آپ کے بعد
خلیفہ منتخب کرلیں وہی خلیفہ ہوگا۔ (کشف الغمہ صفحہ ۵۷۰ جلد ۱)

سیدنا امیر معاویہؓ تو مسلمانوں کی خیر خواہی..........اور مسلمانوں کے باہمی اتفاق کے جذبہ کے تحت پہلے ہی صلح کیلئے ہمہ تن تیار تھے..........انہوں نے ان تمام شرائط کو آنکھیں بند کر کے قبول کرلیا اور اس طرح مسلمانوں کے مابین خوش گوار ماحول میں صلح ہوگئی۔

سیدنا حسنؓ اور ان کے برادر عزیز سیدنا حسینؓ نے اپنے مخلص احباب سمیت اور اپنے لشکر کے کمانڈروں کے ہمراہ سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کو مملکت اسلامیہ کا متفقہ قائد..........اور عالم اسلام کا بلا شرکت غیر حکمران............ اور امیر المومنین تسلیم کرلیا اور پھر زندگی بھر یہ دونوں عظیم المرتبت بھائی اس بیعت پر

قائم رہے۔

حسنؓ، معاویہؓ صلح

سیدنا حسنؓ اور سیدنا معایہؓ کے مابین ہونے والی صلح کے واقعہ کو فریقین کی معتبر کتابوں نے نقل کیا ہے۔

اہل سنت کی کتابوں کے حوالے کی چنداں ضرورت نہیں ہے............اس لئے کہ تمام اہلسنت کے علماء اس صلح کو مانتے اور تسلیم کرتے ہیں۔

اہل تشیع کی معتبر کتاب رِجال کشی............علامہ کشی تیسری صدی کا معتبر عالم ہے وہ اس واقعہ کو کس طرح بیان کرتا ہے............آئیے دیکھتے ہیں:

سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِاللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِنَّ مُعَاوِيَة كَتَبَ اِلَى الْحَسَنِ اَنِ اقْدِمْ اَنْتَ وَالْحُسَيْنُ وَاَصْحَابُ عَلِيٍّ فَخَرَجَ مَعَهُمْ قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ وَقَدِمُوا الشَّامَ۔

حضرت جعفر صادق فرماتے ہیں کہ امیر معاویہؓ نے حضرت حسنؓ کی طرف خط لکھا کہ آپ برادر عزیز حضرت حسینؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھیوں کے ساتھ تشریف لائیں............حضرت حسنؓ ان کو لیکر چلے تو حضرت قیس بن سعد انصاری بھی ان حضرات کے ساتھ نکلے............یہ سب لوگ شام پہنچ گئے جب یہ سب حضرات شام میں............امیر معاویہؓ کے ہاں تشریف لائے............تو کہا گیا

قُمْ يَا حَسَنُ............ . . . . . . حسن اٹھو فَبَايِعْ اور بیعت کرو............

......فَقَامَ فَبَايَعَ   حضرت حسن نے اُٹھ کر بیعت کر لی۔

پھر سیدنا حسینؓ سے کہا . . .

قُمْ يَا حُسَيْنُ فَبَايِع . . . . . . حسینؓ اُٹھیے اور بیعت کیجئے......

فَقَامَ فَبَايَعَ . . . . . . حضرت حسینؓ اٹھے اور بیعت کر لی

پھر قیس بن سعدؓ سے کہا............یہ حضرت حسنؓ کی فوج کے

کمانڈر تھے

قُمْ یَاقَیْسُ فَبَایِع.......... قیسؓ اٹھو اور بیعت کرو

فَالْتَفَتَ اِلَی الْحُسَیْنِ............ قیس نے سیدنا حسینؓ کی طرف دیکھا (کہ میں فوجی آدمی ہوں آپ نے بیعت کر لی ہے مجھے رہنے دیں)

اور آنکھوں آنکھوں میں پوچھا کہ میرے لئے کیا حکم ہے؟

فَقَالَ یَاقَیْسُ اِنَّهٗ اِمَامِیْ یَعْنِی الْحَسَنُ عَلَیْهِ السَّلَام۔

حضرت حسینؓ نے فرمایا قیسؓ حضرت حسنؓ میرے امام ہیں............(یعنی جو کچھ حضرت حسنؓ نے کیا ہے ہمیں اس میں تردد نہیں ہونا چاہیے، جب حضرت حسنؓ نے بیعت کر کے معاویہؓ کو امام مان لیا ہے تو ہم بھی معاویہؓ کو اپنا امام مانتے ہیں۔

(رجال کشی صفحہ ۱۰۲)

حضرت حسنؓ نے جب سیدنا معاویہؓ کی بیت کر لی اور معاویہؓ کو اپنا امام اور امیر مان لیا تو فَلَامَهٗ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَیْعَتِهٖ کچھ شرارتی قسم کے لوگوں نے حضرت حسنؓ کو اس بیعت کرنے پر ملامت کی، تو حضرت حسنؓ نے ان لوگوں سے فرمایا

بربادی تمہارا مقدر بنے.........تم نہیں جانتے کہ میں نے جو کچھ کیا ہے یہ میرے ماننے والوں کیلئے دنیا اور جو کچھ دنیا میں موجود ہے سب سے بہتر ہے۔

(احتجاج طبرسی صفحہ ۹ جلد ۲، جلاالعیون صفحہ ۴۰۳ جلد ۱)

یہ صلح ربیع الاول ۴۱ھ میں ہوئی تقریباً آٹھ سال کے بعد ۴۹ھ میں حضرت سیدنا حسنؓ کا انتقال ہو گیا.........ان آٹھ سالوں میں باوجود کچھ لوگوں کے اکسانے کے اور باوجود ان کی توہین کرنے کے، وہ اپنی اس بیعت پر قائم اور پختہ رہے۔

وہ ہر سال سیدنا معاویہؓ کی خلافت وحکومت کے دور میں بیت المال سے وظیفہ وصول کرتے رہے۔

البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۳ جلد ۸ میں حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ:

بیعت مکمل ہو جانے کے بعد اپنے بھائی حسنؓ کے ساتھ حضرت حسینؓ بھی سیدنا معاویہؓ کے ہاں آتے تھے............ حضرت معاویہؓ دونوں بھائیوں کا بہت احترام کرتے اور انتہائی عزت فرمایا کرتے تھے مرحباً کے الفاظ سے استقبال کرتے............ اپنے پاس بٹھاتے اور بڑے بڑے عطیات دیتے تھے۔

اہل تشیع کی معتبر کتاب شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید صفحہ ۲۸۲ جلد ۲ میں ہے:

حضرت معاویہؓ حضرت حسن اور حضرت حسینؓ میں سے ہر ایک کو لاکھ لاکھ درہم سالانہ وظیفہ دیا کرتے تھے۔

سیدنا حسینؓ اور سیدنا معاویہؓ

۴۹ ھ میں جب سیدنا حسنؓ کا انتقال پُر ملال ہوا............ تو کوفہ کے انہی شرارتیوں نے حضرت حسینؓ کو جو تعزیتی خطوط تحریر کئے ان میں انہیں سیدنا معاویہؓ کی بیعت توڑنے کی ترغیب دی............ کہ اصل صلح تو معاویہؓ سے آپ کے بھائی حسنؓ نے کی تھی............ اب وہ خود دنیا میں نہیں رہے تو پھر صلح کے باقی رہنے کا بھی کائی جواز نہیں۔

''الارشاد'' شیخ مفید صفحہ ۲۰۰ میں ہے:

اسی طرح مقتل حسین ابو مخنف میں ہے کہ عراق کے لوگ پھر سے متحرک ہو گئے اور حضرت حسینؓ کے ہاں آنا جانا شروع کر دیا۔

حضرت امیر معاویہؓ کو جب خبر ہوئی تو انھوں نے سیدنا حسینؓ کو ایک خط

تحریر فرمایا.........جسمیں لکھا :

آپ کوفیوں کواچھی طرح پہچانتے ہیں، اُن کے فریب میں آکر اس امت کے اتفاق واتحاد کو نہ توڑنا اگر آپ بے وفائی نہیں کریں گے تو میں بھی بے وفائی نہیں کروں گا.........آپ میری عزت کریں گے تو میں بھی آپ کی عزت کرونگا۔

حضرت سیدنا حسینؓ نے جواب میں تحریر فرمایا:

معاذاللہ میں اس عہدو پیمان کو توڑ دوں جو عہدو پیمان میرے بھائی حضرت حسنؓ نے آپ کے ساتھ باندھا تھا.........میری کوئی منفی بات اگر آپ تک پہنچی ہے تو یقین جانئے وہ چغل خوروں، غیبت کرنے والوں اور مسلمانوں کی جماعتوں کے درمیان جدائی ڈالنے والوں کی کارستانی ہے! وَاللہِ یَکْذِبُوْن ....بخدا وہ جھوٹ بکتے ہیں۔

الارشاد میں شیخ مفید نے لکھا کہ:

جب عراق کے کچھ لوگوں نے تحریک چلائی کہ سیدنا حسینؓ معاویہؓ کی بیعت توڑ دیں.........تو سیدنا حسینؓ نے اُن کی بات ماننے سے انکار کر دیا......... وَذَكَرَ اَنَّ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مُعَاوِيَةَ عَهْداً میں جیتے جی معایہؓ کی بیعت کو نہیں توڑوں گا.........میرے اور معاویہؓ کے درمیان عہد اور معاہدہ ہے اور علیؓ کا بیٹا معاہدے کی خلاف ورزی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔سیدنا حسینؓ کا جوابی خط جب حضرت معاویہؓ تک پہنچا.........تو سیدنا امیر معاویہؓ نے صلہ رحمی سے کام لیا اور ان کے ہدایا، وظیفے اور عطیات میں کوئی کمی نہ

آنے دی۔

وَكَانَ يَبۡعَثُ اِلَيۡهِ فِيۡ كُلِّ سَنَةٍ اَلۡفَ دِيۡنَارٍ سِوىٰ الۡهَدَايَا مِنۡ كُلِّ صِنۡفٍ۔

امیر معاویہؓ حضرت حسینؓ کو ہر سال ایک ہزار دینار دیا کرتے تھے یہ ایک ہزاران تحائف اور انعامات کے علاوہ ہیں جو امیر معاویہؓ ہر قسم کی اشیاء سے حضرت حسینؓ کو دیا کرتے تھے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

وَلَمَّا تُوُفِّيَ الۡحَسَنُ كَانَ الۡحُسَيۡنُ يَفِدُ اِلىٰ مُعَاوِيَةَ فِيۡ كُلِّ عَامٍ فَيُعۡطِيۡهِ وَيُكۡرِمُهٗ۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۳ جلد ۸)

حضرت حسنؓ کے انتقال کے بعد بھی سیدنا حسینؓ ہر سال حضرت معاویہؓ کے ہاں تشریف لیجایا کرتے تھے وہ اُن کا اِکرام واحترام بھی فرماتے اور انہیں عطیات بھی دیتے۔

لمحۂ فکریہ سامعین گرامی قدر: ایک لمحہ کے لئے یہاں رک کر............ خدا کیلئے سوچئے اور میرے سوال کا جواب دیجئے............ کہ یہ تشریف آوری کس کے ہاں ہو رہی ہے؟ یہ وفاداری کے خطوط کس کو تحریر ہو رہے ہیں؟ یہ سالانہ وظیفے اور ہدایا کس کی حکومت میں وصول کئے جا رہے ہیں؟

معاف کیجئے: اگر سیدنا معاویہؓ کی خلافت، اسلامی خلافت نہیں تھی............ اگر معاویہؓ کی حکومت صحیح نہیں تھی............ اگر معاویہؓ قرآن وسنت کے احکام کی خلاف ورزی کرتے تھے............ اگر معاویہؓ عدل وانصاف کے تقاضے پورے نہیں کرتے تھے............ اگر واقعی معاویہؓ بے انصاف اور ظالم تھے............ تو پھر اس خلاف شریعت اور بد دیانت وظالمانہ حکومت کے سربراہ کے دربار میں ہر سال

جا کر وظیفے وصول کرنے والوں کا دامن کس طرح صاف اور بے داغ ثابت کرو گے؟

لہٰذا خدا کے لئے............... خانوادہ علیؓ پر رحم کھائیے اور معاویہؓ کی خلافت کو بھی تسلیم کیجئے اور معاویہؓ کا احترام بھی کیجئے حضرت حسنؓ کی خلافت سے دستبرداری اور صلح کر لینے کے بعد اور بیعت معاویہؓ کر لینے کے بعد مملکت اسلامیہ اور ملتِ اسلامیہ کے مسلمان ایک بار پھر متفق علیہ امام اور امیر المومنین سیدنا امیر معاویہؓ کی امامت و خلافت پر اکٹھے ہو گئے۔

اسی لئے اس سال کا نام "عام الجماعۃ" رکھا گیا ہے یعنی وہ سال جس میں عالم اسلام کا انتشار و افتراق ختم ہو گیا اور مسلمان پھر سے مجتمع اور اکٹھے ہو گئے تمام مسلمان ایک متفق علیہ امام کی امامت پر متفق ہو گئے............ مسلمان پھر سے ایک عظیم قائد کی قیادت میں جمع ہو گئے۔

میں کہتا ہوں کہ ۴۱ ھ میں جب حسنین کریمینؓ نے اپنے ساتھیوں سمیت سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کر لی............ اس کے بعد مملکت اسلامیہ کے تقریباً ۵۴ صوبوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملتا جس نے معاویہؓ کی بیعت سے انکار کیا ہو............ اگر سب نے بیعت کر لی تو پھر ماننا پڑے گا کہ معاویہؓ کی خلافت و امامت متفقہ خلافت تھی اور برحق خلافت تھی۔

آخر میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں............ کہ تاریخ اسلام میں جنگ اور صلح کے بہت سے واقعات اور حادثات ہیں............ مگر سیدنا حسنؓ اور سیدنا معاویہؓ کے مابین ہونے والی یہ صلح بہت ہی زیادہ اہمیت کی حامل اور تاریخی حیثیت رکھتی ہے............ جس کی پیش گوئی امام الانبیاء ﷺ نے فرمائی تھی (ان شاء اللہ آئندہ خطبے میں اس کا تذکرہ کروں گا۔

پھر یہ سعادت، عظمت اور خوش بختی سیدنا حسن بن علیؓ کے حصے میں آئی کہ اس

پیشین گوئی کی تکمیل کا شرف انہیں حاصل ہوا.......... آئیے ہم سب مل کر فاطمہؓ کے فرزند کو سیدنا علیؓ کے لختِ جگر کو.......... سیدنا حسینؓ کے برادر بزرگ کو.......... اور خاتم الانبیاء ﷺ کے نواسے کو خراجِ تحسین اور خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت کی لا تعداد اور اَن گنت رحمتیں نازل ہوں سیدنا حسنؓ پر جنہوں نے خلافت و حکومت سے دستبردار ہو کر امت کو مجتمع اور اکٹھا کر دیا۔

ہم سب کی جان اور روح سیدنا حسنؓ نے اپنے کردار اور اپنے عمل سے امت کو عزت اور سربلندی کا سامان مہیا کیا۔

سیدنا حسنؓ تو نے عالم اسلام میں زندگی کی روح پھونک دی.......... تو نے اپنی شرافت و سیادت کا نمونہ دکھا کر اسلام کے کھیت کو از سرِ نو سرسبز کر دیا۔

سیدنا حسنؓ.......... تو نے مسلمانوں کے دو ٹکڑوں کو آپس میں ملا کر انہیں متحد اور ایک کر دینے کا وہ عظیم الشان اور مشکل ترین کام کیا ہے جو دو لخت شدہ زمین کے جوڑنے اور شق شدہ آسمان کا باہم جوڑ ملانے سے بھی زیادہ دشوار کام تھا!

حسنؓ! تیری صلح پسند طبیعت اور مزاج کو ہمارا اسلام.......... تیری عظمت و بلند شان سیادت کو ہمارا اسلام..........

اے فاطمۃ الزہراؓ کے لختِ جگر.......... اے خاندانِ ابی طالب کے چشم و چراغ.......... اے امتِ مسلمہ کے ماہتاب.......... اے حیدرِ کرار کے لاڈلے.......... میرا وجود اور میری روح تیری محبت میں سرشار ہے.......... میرے جسم کا ایک ایک بال.......... اور میرے وجود کے ایک ایک ذرہ سے تیری مدح و ثنا اور تعریف و توصیف کا ایک شور برپا ہے.......... تیری شجاعت کوہِ ہمالیہ سے بھی زیادہ بلندی رکھتی ہے.......... تیری عاجزی و انکساری اور تواضع نے تجھے ملتِ اسلامیہ کے ہر فرد کی آنکھوں کا تارا اور دل کا سرور بنا دیا۔

حسنؓ .... تو واقعی سردار ہے .... انسانیت کی متاع عظیم ہے .... فضل وکمال کے اعتبار سے یکتا ہے .... اخلاق وحیاء کا مجسمہ ہے .... امت کے جوڑ کا باعث .... اسلام اور مسلمانوں کا محسن .... استغناء حلم وبردباری کی صفات کا حامل .... صدیوں سے مدینہ منورہ کے عظیم قبرستان کی ایک قبر منور میں آسودہ راحت ہے اس کی مبارک روح آج بھی زبانِ حال سے انسانوں سے اور خاص کر کے اپنے نانا کے امتیوں سے کہہ رہی ہے اور توجہ دلا رہی ہے کہ ......

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسے ہماری طرف سے تجھ پہ لاتعداد سلام ہو۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

چوتھی تقریر

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ الۡاَمِیۡنِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنِ اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ۞ وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ ۞ (البقرہ)

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ۔

سامعین گرامی قدر: گذشتہ خطبے میں.......... بڑی تفصیل کے ساتھ میں بیان کر چکا ہوں کہ سیدنا حسن بن علیؓ نے کمال فراست.......... اور انتہائی دانائی وتدبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے.......... سیدنا معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو کر.......... اور حکومت و امامت کے معاملات اُن کے سپرد کر کے ایک نئی

تاریخ رقم فرمائی.......... اور پچھلے تقریباً پانچ سالوں سے مسلمانوں کے مابین ....منافقین کی شرارتوں سے جو اختلافات اور انتشار کی اور باہمی لڑائیوں اور خونریزی کی جو کیفیت پیدا ہوگئی تھی سیدنا حسنؓ کے اس ایثار اور کمال تدبر سے وہ کیفیت ختم ہوگئی اور تمام مسلمان متفق ہو کر.......... اور یک جان ہو کر حضرت معاویہؓ کی خلافت وامامت پر جمع ہو گئے۔

سیدنا حسنؓ نے صلح کا یہ قدم اُٹھا کر اپنے نانا امام الانبیاء ﷺ کی اس پیشین گوئی کو پورا فرمایا.......... جو انہوں نے کئی برس قبل کی تھی۔ رحمت کائنات ﷺ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ قریب بیٹھے ہوئے تھے.......... آپ کبھی لوگوں کو دیکھتے اور پھر اپنے پیارے نواسے کو دیکھتے۔

پھر کائنات کے سب سے بڑے صادق وامین انسان نے اللہ رب العزت کی منشا اور وحی کا ارشاد پا کر فرمایا:

اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ

لوگو میرا یہ حسن بیٹا سردار ہے..........

کیوں سردار ہے؟ لڑائی اور جنگ کرے گا؟ نہیں بلکہ اس لئے سردار ہے:

لَعَلَّ اللہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (بخاری صفحہ ۳۷۳ جلد ۱، کشف الغمہ شیعہ صفحہ ۵۳۶ جلد ۱)

شاید اللہ تعالیٰ میرے اس بیٹے کے ذریعے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

امام انبیاء ﷺ کے مبارک الفاظ پر ضد وعناد اور تعصب سے کنارہ کش ہو کر غور فرمائیے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں جماعتوں کو مسلمانوں کی عظیم جماعتیں کہا.......... ایک جماعت

حضرت سیدنا علیؓ کی......اور دوسری جماعت حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کی۔

آج کچھ لوگوں نے حُبِ اہل بیت کے لبادے میں امیر معاویہؓ کو اسلام کا دشمن، خاندانِ نبوت کا مخالف..........کافر وفاسق کہہ کر ان پر تبرا کیا اور گالیاں دیں اور بدقسمتی سے کچھ اہلسنت کہلانے والوں نے بھی تاریخ کی تاریکیوں میں گم ہو کر..........اور تاریخ کو وحی کا درجہ دے کر کبھی امیر معاویہؓ کو باغی کہا..........کبھی فتنہ فساد کا بانی کہا..........کبھی کہا وہ دورِ جاہلیت کو واپس لانے والا اور بدعات ایجاد کرنے والا تھا..........کبھی انہیں کنبہ پرور اور کبھی خلافت کو ملوکیت میں بدلنے والے کا طعنہ دیا۔

مگر میرے پیارے پیغمبر ﷺ کے مبارک الفاظ پر ذرا غور فرمائیے ...... کہ آپنے سیدنا معاویہؓ کی جماعت کو فِئَۃٌ بَاغِیَۃٌ نہیں فرمایا..........بلکہ فِئَۃٌ عَظِیْمَۃٌ فرمایا..........یعنی عظیم جماعت..........اور پھر مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کے الفاظ فرما کر رحمت عالم ﷺ نے معاویہؓ کے ایمان اور اسلام پر مہر تصدیق ثبت فرمادی۔

ایک اعتراض کا جواب

لگے ہاتھ میں یہاں ایک مشہور اعتراض کا جواب دینا چاہتا ہوں.......... یہ اعتراض مخالفین معاویہؓ اپنی تقریروں اور تحریروں میں بار بار دہراتے رہتے ہیں اور اگلے ہوئے لقمے چباتے رہتے ہیں، وہ اعتراض یہ ہے کہ عمار بن یاسرؓ حضرت علیؓ کی فوج میں تھے اور وہ جنگِ صفین میں سیدنا معاویہؓ کے لشکر کے ہاتھوں شہید ہوئے اور امام الانبیاء ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”عمار! تجھے باغی گروہ قتل کرے گا“..........اس سے واضح ہوا کہ امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھی باغی تھے۔

مگر آپ حضرات یہ سن کر حیران ہو جائیں گے کہ یہ حدیث متواتر یا مشہور کے

درجہ میں نہیں ہے بلکہ خبر واحد ہے اور وہ بھی صحیح نہیں بلکہ محدثین نے اس پر جرح کی ہے اس حدیث کا ایک راوی معلی بن عبدالرحمان ہے.......... تہذیب التہذیب میں ہے کہ ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے معلی بن عبدالرحمان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا اس کا کیا پوچھتے ہو.......... اس سے موت کے وقت کسی نے پوچھا تم اللہ سے معافی طلب کیوں نہیں کرتے؟ تو وہ جواب میں کہنے لگا میں اپنی مغفرت سے ناامید نہیں ہوں کیونکہ میں نے حضرت علیؓ کی فضیلت میں ستر حدیثیں گھڑی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن علی المدینی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ:

كَانَ يَضَعُ الْحَدِيْث......

یہ شخص حدیثیں گھڑتا تھا

اور امام دارقطنی نے فرمایا.......... یہ شخص پرلے درجے کا جھوٹا ہے۔

(تہذیب التہذیب صفحہ ۲۳۸ جلد ۱۰)

پھر علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب (لوالی المصنوعہ صفحہ ۲۱۲ جلد ۱۱) میں اس حدیث کو باسند تحریر کرکے کہا:

مَوْضُوْعٌ وَالْمُعَلّٰى مَتْرُوْكٌ يَضَعُ

یہ روایت من گھڑت ہے کیونکہ اس روایت کی سند میں اَلْمُعَلّٰى نامی راوی ایسا ہے جو متروک ہے اسلئے کہ وہ اپنی طرف سے حدیثیں گھڑتا تھا۔

اب آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ جس روایت کی سند میں ایسا راوی ہو.......... جو وضاع اور کذاب ہو.......... جھوٹی حدیثیں گھڑ گھڑ کر امام الانبیاء ﷺ کے ذمے لگاتا ہو ایسی حدیث کو کون باشعور شخص قبول کرسکتا ہے؟ اور ایسی "ستھری" حدیث

کب اس قابل ہے کہ اسے بطور حجت پیش کر کے ایک اولوالعزم صحابی اور اس کے تمام رفقاء پر باغی ہونے کا فتویٰ چسپاں کر دیا جائے۔

پھر عقل و خرد کے میزان پر اس حدیث کو ذرا پرکھ کے دیکھئے............ کہ جو جلیل القدر اصحاب رسول سیدنا معاویہؓ کے ساتھی تھے............ اور ان کے لشکر میں شامل تھے اس فرمان کی موجودگی میں حضرت عمارؓ کی شہادت کے بعد وہ سب کے سب اس بات کا فیصلہ کر لیتے کہ معاویہؓ کا باغی ہونا واضح ہوگیا ہے لہٰذا ہمیں اُن کا ساتھ نہیں دینا چاہیے، لیکن تاریخ کی کسی کتاب میں نہیں ملتا کہ حضرت عمارؓ کی شہادت کے بعد کسی ایک شخص نے بھی معاویہؓ سے علیحدگی اختیار کی ہو۔

اور اس من گھڑت حدیث کے الفاظ پر غور فرمایئے اے عمار تجھے قتل کرے گا فِئَةٌ بَاغِيَةٌ .... ایک باغی گروہ مگر دوسری جانب بخاری کی حدیث ہے سونے کی طرح کھری............ جس میں امام الانبیاء ﷺ کا ارشاد گرامی ہے .... یہ حسن میرا سردار بیٹا ہے اللہ اس کے ذریعہ صلح کروائے گا...... بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ .... مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان .... رحمت کائنات ﷺ حضرت سیدنا علیؓ کی جماعت کے ساتھ سیدنا معاویہؓ کی جماعت کو بھی فِئَةٌ عَظِيمَةٌ... عظیم جماعت کا درجہ دے رہے ہیں۔

سیدنا معاویہؓ عالمِ اسلام کے متفقہ قائد اور امیر

سامعین گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ سیدنا حسنؓ نے خداداد تدبر و فراست اور حلم و بردباری اور ایثار و قربانی او مسلمانوں کیلئے خیر خواہی کے جذبے کے تحت خلافت و امامت اور حکومت سیدنا امیر معاویہؓ کے سپرد فرمادی اور خود ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے بکھرے ہوئے اور ٹوٹے ہوئے مسلمانوں کو پھر سے جوڑ دیا اور اسطرح سیدنا معاویہؓ مملکت اسلامیہ کے متفقہ قائد اور امیر المومنین کے منصب پر فائز ہوئے۔

آج سیدنا معاویہؓ پر اعتراض کرنے والوں کو.........سیدنا معاویہؓ پر تبرا کرنے والوں کو.........سیدنا معاویہؓ سے نفرت کا اظہار کرنے والوں کو ایک لمحہ کیلئے سوچنا چاہیے کہ ہم کس پر تبرا کر رہے ہیں؟ ہم کس کو گالیاں دے رہے ہیں؟ ہم کس سے نفرت کا اظہار کر رہے ہیں؟ ہم کس پر طعن وتنقید کے نشتر چلا رہے ہیں.........جو حسنین کریمینؓ جیسی عظیم شخصیات کا امیر بھی تھا.........امام بھی اور محسن بھی اور مقتدا بھی۔

اللہ کے بندو! کبھی تنہائی میں بیٹھ کر.........ضد وعناد سے کنارہ کش ہو کر.........اور تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتار کر غور کرلیا کرو.........کہ وہ امام کتنا رفیع المرتبہ ہوگا جس کا مقتدی عظیم المقام نواسۂ رسول سیدنا حسنؓ ہو......اور جس کا مقتدی سیدنا حسینؓ جیسا بلند مرتبہ اور عالی شان ہو وہ پیشوا کتنا عظیم ہوگا۔

سیدنا حسنؓ کے اس خوبصورت اقدام سے اور اُن کی دور اندیشی اور ان کے اخلاص کے نتیجے میں سیدنا امیر معاویہؓ مملکتِ اسلامیہ کے متفقہ قائد اور امیر المومنین بنے پھر تقریباً ۱۹ سال عدل وانصاف اور خشیت الٰہی کے ساتھ خلافت وحکومت کی ذمہ داریاں نبھائیں.........بڑی جرأت واستقلال سے آگے بڑھے اور نصف دنیا پر.........پرچم اسلام لہرایا.........بڑی شجاعت سے کفر کو ناکوں چنے چبوائے.........اور کفار کے سینے پر مونگ دلتے رہے.........ان کے دورِ خلافت میں اللہ کے دین کا کلمہ بلند ہوا.........اعلاءِ کلمۃ اللہ کیلئے عملی جدوجہد ہوئی.........مسلمان راحت وآرام، عافیت وسکون اور اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے.........سیدنا علیؓ کے دورِ خلافت میں منافقین کی کارستانیوں کی وجہ سے اور مسلمانوں کی آپس کی تلخیوں اور لڑائیوں کی وجہ سے فتوحات کا جو سلسلہ رک گیا تھا.........وہ سلسلہ پھر سے شروع ہوا.........اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے دروازے پھر سے کھل گئے.........

یقیناً سیدنا معاویہؓ کا دور اتحاد امت کا سنہری اور لاجواب دور تھا۔

اسلامی بحری بیڑہ

سیدنا معاویہؓ کی خدمات دین اسلام کی ترقی کیلئے ....اور مسلمانوں کی سربلندی کیلئے بہت زیادہ ہیں.......... جن سے کوئی منصف مزاج شخص انکار نہیں کرسکتا۔

کیا آپ اس حقیقت کو جھٹلا سکتے ہیں کہ یہ شرف دعوت اور یہ انفرادی خصوصیت سیدنا امیر معاویہؓ کو حاصل ہے کہ اسلامی دنیا میں سب سے پہلا اسلامی بحری بیڑہ جس میں تقریباً ۱۷۰۰ کشتیاں تھیں.......... اور جو بحری بیٹرہ رومیوں کے مقابلے میں سمندر میں اتارا گیا.......... وہ اس بحری بیڑے کے موجد ہیں اور صرف موجد ہی نہیں بلکہ پہلے بحری لشکر کے سپہ سالار اور قائد اور کمانڈر بھی سیدنا معاویہؓ تھے۔

پہلا بحری لشکر.......... وہ خوش نصیب لشکر ہے جس کے متعلق امام الانبیاء ﷺ کی زبان مقدس سے جنت کی خوشخبری احادیث کی اکثر کتابوں میں موجود ہے مدینہ منورہ میں نبی اکرم ﷺ کی رشتے میں ایک خالہ تھیں جن کا نام اُمِ حرامؓ تھا۔ آپ کبھی کبھی اُن کے گھر جا کر آرام فرمایا کرتے تھے.......... ایک روز آپ ان کے گھر میں سو گئے.......... تھوڑی دیر کے بعد آپ بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے .... حضرت ام حرامؓ نے مسکرانے کی وجہ پوچھی۔

تو آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ اللہ رب العزت کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے مجھے خواب میں دکھائے گئے.......... وہ سمندر میں اسطرح چلے جارہے تھے جیسے تخت پر بادشاہ بیٹھے ہوتے ہیں۔

ایک روایت میں آپؐ کے الفاظ اسطرح درج ہیں

اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ فَقَدْ اَوْجَبُوْا

(بخاری صفحہ ۴۰۵،۳۹۲ جلد ا۔ مسلم صفحہ ۱۴۲ جلد ۲۔ ترمذی صفحہ ۱۹۸ جلد ۱)

میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو سمندری جنگ لڑے گا ان سب کیلئے جنت واجب ہو چکی ہے۔

ضد وعناد سے ہٹ کر اور انابت کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جس لشکر کے شرکاء کو رحمت کائنات ﷺ کی زبانِ مقدس سے جنت کے واجب ہونے کی بشارت مل رہی ہے.......... سیدنا معاویہؓ صرف یہ نہیں کہ اس لشکر میں شامل تھے بلکہ اس لشکر کے قائد اور سپہ سالار تھے

علامہ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں:

قَوْلُه اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ اَرَادَ بِه جَيْش مُعَاوِيَة وَقَالَ الْمُهَلَّبُ معاوية اَوَّلُ مَنْ غَزَا الْبَحْرَ

امام الانبیاء ﷺ کا ارشاد گرامی کہ میری امت کا پہلا لشکر جو سمندری جہاد کرے گا اس سے مراد سیدنا معاویہؓ کا لشکر ہے اور مہلب نے کہا ہے کہ سیدنا معاویہؓ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سمندری جہاد کیا۔

علامہ قسطلانیؒ اس حدیث کی شرح میں کیا لکھتے ہیں آئیے دیکھتے ہیں:

اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ هُوَ جَيْشُ مُعَاوِيَه

نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے مراد حضرت معاویہؓ کا لشکر ہے۔

آپ کے اس ارشاد سے واضح ہوا کہ سیدنا معاویہؓ کی یہ بحری لڑائی اللہ کے راستے میں.......... اللہ کی رضا کیلئے تھی اور مقصد اعلاء کلمۃ اللہ تھا۔ یہ سب شرکاء کیلئے جنت کے واجب ہونے کی خوشخبری اور پیشین گوئی ہے امام الانبیاء ﷺ کو اس لشکر کے شرکاء خواب میں دکھائے گئے وہ بادشاہوں کی طرح بیٹھے ہوئے تھے.......... اور آپؐ ان کو دیکھ کر خوش ہوئے اور مسکرائے۔

سبحان اللہ! سیدنا معاویہؓ کی عظمت ومقام اور شان وعوت پر قربان جاؤں جو

حالت بیداری میں بھی امام الانبیا ﷺ کی قلبی مسرت کا باعث بنتے تھے اور جنہوں نے نیند میں بھی آپ کو خوش کیا اور راحت پہنچائی۔

سیدنا معاویہؓ نے خلافت عثمانی میں اس پیش گوئی کو پورا فرمایا اور اس جنتی لشکر کی قیادت کر کے روم کی شان وشوکت کو جڑ سے اکھاڑ دیا اور ان کا غرور خاک میں ملا دیا.......... اور آتش کدہ کفر کو سرد کر کے رکھ دیا.......... سچی اور حقیقی بات یہ ہے کہ امیر معاویہؓ کی اسلامی خدمات کو دیکھ کر.......... اور ان کی سیرت و کردار کو دیکھ کر یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ سیدنا معاویہؓ تدبر میں بے مثال.......... فہم و فراست میں لاجواب.......... ان کی عسکری صلاحیتیں بے مثل...... اور تنظیمی امور پر ان کی نظر انتہائی گہری تھی!

تاریخ کا ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ اسلامی سیاست وسیادت کے بادشاہ.......... خلوص ووفا کے پیکر.......... ایثار و قربانی کے مجسمہ تھے..........
شجاعت و بہادری اُن کی فطرت اور خطابت اُن کی لونڈی تھی.......... سخاوت و شرافت کی وہ علامت تھے.......... اور صداقت وعدالت اُن کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی.......... انتہائی زیرک اور دوررس نگاہ کے مالک.......... معاملہ فہم و دانشمند.......... مسلمانوں کیلئے حلم و بردباری اور حوصلے کا کوہِ گراں.......... مگر کفار کیلئے سیفِ براں.......... خانوادہ نبوت سے انتہائی پیار اور دشمنانِ رسول کیلئے دو دھاری تلوار.......... امام الانبیاء ﷺ کے محبوب بھی اور محب بھی.......... صحابی بھی اور کاتب وحی کے منصب پر فائز بھی.......... حضور انورؐ کے دوست بھی اور برادر نسبتی بھی.......... خال المومنین (مومنوں کے ماموں) بھی اور امیر المومنین بھی.......... فاتح شام وقبرص بھی.......... صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے معتمد علیہ بھی.......... اور سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کے وزیر اور حیدر کرارؓ کے ویر بھی.......... اور

حسنین کریمین ؓ کے مقتدا اور امام بھی معاویہ ؓ وہ خوش نصیب ہے جس کیلئے اللہ کے آخری اور سچے پیغمبر امام الانبیاء ﷺ دعا کیلئے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ (ترمذی کتاب المناقب)

اے اللہ معاویہ ؓ کو ہادی اور مہدی بنادے اور اس کے ذریعے سے دوسرے لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔

مشہور صحابی حضرت عمیر بن سعد ؓ فرماتے ہیں کہ

لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ

لوگو معاویہ کا ذکر ہمیشہ خوبی اور خیر کے ساتھ ہی کرو

فَانِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اهْدِهٖ (ترمذی)

کیونکہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ وہ دعا فرما رہے تھے: اے اللہ معاویہ ؓ کو ہدایت یافتہ بنادے۔

کبھی رحمتِ کائنات ﷺ یوں دعا فرماتے:

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ

(کنز العمال صفحہ ۸۷ جلد ۷)

اے اللہ معاویہ ؓ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے ان کو محفوظ رکھ۔

اور البدایہ والنہایہ (صفحہ ۱۲۱ جلد ۸) میں دعا کے الفاظ اس طرح منقول ہیں:

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَمَكِّنْ لَهٗ فِي الْبِلَادِ وَقِهِ الْعَذَابَ۔

اے اللہ معاویہ کو کتاب کا علم سکھا اور شہروں میں اس کو حکومت عطا فرما اور اسے عذاب سے محفوظ فرما۔

ایک روز سیدنا معاویہؓ امام الانبیاء ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے .... آپؐ نے فرمایا: یا مُعَاوِيَةَ مَا يَلِيْنِي مِنْكَ .... تمہارے جسم کا کون سا حصہ میری پیٹھ سے ٹکرا رہا ہے؟

حضرت معاویہؓ نے عرض کیا بَطْنِي .... میرا پیٹ آپ کی پیٹھ سے ٹکرا رہا ہے

آپؐ نے اسی حالت میں دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اَمِلاهُ عِلْمًا وَحِلْمًا

اے اللہ معاویہؓ کے پیٹ کو علم اور بردباری سے بھر دے۔

(التاریخ الکبیر للبخاری ص: ۱۸۰، ج: ۴)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت لائے ہیں .... کہ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا......

......اے معاویہؓ اللہ تعالیٰ تجھے خلافت کی قمیض لازماً پہنائے گا۔

سیدنا معاویہؓ کی ہمشیرہ ام المومنین سیدہ ام حبیبہؓ بھی وہاں موجود تھیں .... انہوں نے خوشی و مسرت سے بات کو دہرایا........... کہ یارسول اللہ! کیا اللہ معاویہؓ کو خلافت کی قمیص پہنائے گا............... آپؐ نے فرمایا........... ہاں ضرور پہنائے گا مگر اس میں کچھ مصائب اور پریشانیاں بھی ہیں .... ام المومنین سیدہ ام حبیبہؓ نے عرض کیا:

یارسول اللہ! پھر آپ معاویہؓ کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت ان کیلئے آسانیاں پیدا فرمادے۔

آپ نے دعا کیلئے ہاتھ بلند فرمائے:

اَللّٰهُمَّ اهْدِهُ بِالْهُدٰى وَجَنِّبْهُ الرَّدٰى وَاغْفِرْ لَهُ فِي

الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی (البدایہ والنہایہ ص: ۱۲۰ ـ ج: ۸)

اے میرے مولا! معاویہ کو ہدایت یافتہ بنا اور اسے مصائب سے محفوظ رکھ اور دنیا و آخرت میں معاویہ کی مغفرت فرما!

معاویہ عظیم شخصیت ہے کہ رحمت کائنات ﷺ نے فرمایا معاویہ قیامت کے دن اس حالت میں اُٹھے گا کہ اس کے اوپر ایمان کے نور کی چادر ہو گی۔

معاویہ وہ ہے جسے رحمتِ کائنات ﷺ نے اَحْلَمُ اُمَّتِیْ وَاَجْوَدُھَا (میری امت میں سب سے زیادہ بردبار اور سخی) کا خطاب دیا (تطہیر الجنان ص: ۱۲)

جسے رحمتِ کائنات نے فَاِنَّہٗ قَوِیٌّ اَمِیْنٌ (معاویہؓ قوی بھی ہے اور امین بھی) فرمایا (مجمع الزوائد ص: ۳۵۶، ج: ۹)

جسے جبرائیل امین نے فَاِنَّہٗ اَمِیْنٌ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وَنِعْمَ الْاَمِیْنُ (معاویہؓ کتاب اللہ کے امین ہیں اور بہت اچھے امین ہیں) کے خوبصورت لقب سے یاد کیا (تطہیر الجنان ص: ۱۲۰)

جسے رحمتِ کائنات ﷺ نے صَاحِبُ سِرِّیْ مُعَاوِیَۃ (معاویہؓ میرا راز دان ہے) کی صفت سے نوازا۔

جس معاویہؓ کے اوصاف و کمالات کو دیکھ کر خلیفہ اول بلا فصل سیدنا صدیق اکبرؓ نے فوج کے ایک حصے کی قیادت و سیادت سپرد کر کے شام کی طرف روانہ کیا جس معاویہ کے تدبر و سیاست اور دانشمندی، معاملہ فہمی اور زیرکی کو دیکھتے ہوئے خلیفہ ثانی لاثانی سیدنا فاروقِ اعظم نے فرمایا ہو.........

"معاویہؓ جیسے زیرک شخص کی موجودگی میں تمہیں قیصر و کسریٰ کے تذکرہ کی ضرورت نہیں ہے"

معاویہؓ وہ شخصیت ہے کہ جسے خلیفہ ثالث سیدنا عثمان ذوالنورینؓ نے دمشق

کی گورزی کے ساتھ شام کے تمام علاقوں پر گورنر مقرر فرمایا معاویہ وہ عظیم شخصیت ہے جسے خلیفہ رابع امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب ؓ نے اپنے جیسا مسلمان اور مومن تسلیم کیا۔ (نہج البلاغہ ص: ۱۱۴، ج: ۲)

معاویہ ؓ وہ عظیم شخصیت ہے جس کے بارے میں امام الانبیاء ﷺ کے چچا زاد بھائی اور مفسر قرآن صحابی سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا:

اَصَابَ اِنَّہٗ فَقِیْہٌ (بخاری باب ذکر معاویہ ؓ)

انہوں نے جو کچھ کیا درست عمل کیا کیونکہ دینی مسائل میں وہ فقیہ کا درجہ رکھتے ہیں۔

معاویہ ؓ وہ اولوالعزم صحابی ہے جس کے متعلق سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا

مَارَاَیْتُ اَحَدًا اَبْعَدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَسْوَدُ مِنْ مُعَاوِیَۃ

میں نے سرداری و حکومت کے لائق معاویہ ؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

(الاستیعاب مع الاصابہ ص: ۳۹۷، ج: ۳)

معاویہ ؓ وہ عظیم شخصیت ہے کہ حضرت عمیر بن سعد ؓ نے فرمایا:

(لَاتَذْکُرُوْا مُعَاوِیَۃَ اِلَّا بِخَیْرٍ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اللّٰھُمَّ اھْدِبِہٖ

لوگو! معاویہ کا تذکرہ ہمیشہ خوبی اور بھلائی کے ساتھ کیا کرو اس لئے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ! معاویہ ؓ کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔

معاویہ ؓ وہ رفیع المقام شخصیت ہے کہ مشہور محدث حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ اس مٹی کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے جو معاویہ ؓ کے گھوڑے کے نتھنوں میں جم جایا کرتی تھی۔

وَاللهِ اَنَّ الغُبَارَ الَّذِی دَخَلَ فِی اَنْفِ فَرَسِ مُعَاوِیَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ اَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بِاَلْفِ مَرَّةٍ

(تطہیر الجنان صفحہ:۱۰)

اللہ کی قسم وہ مٹی جو نبی اکرم ﷺ کی معیت میں سفر کرتے ہوئے امیر معاویہؓ کے گھوڑے کے نتھنوں میں داخل ہوتی تھی وہ بھی عمر بن عبدالعزیز سے ہزار درجے افضل ہے۔

اسی بات کو حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا:

اَلتُّرَابُ فِی مِنْخَرِی مُعَاوِیَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ خَیْرٌ وَاَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ۔

وہ مٹی جو امام الانبیاء ﷺ کے ہمراہ جہاد کرتے ہوئے امیر معاویہؓ کے ناک کے سوراخ میں پہنچی............وہ بھی عمر بن عبدالعزیز سے بہتر اور افضل ہے۔

معاویہؓ وہ عظیم الشان شخصیت ہے کہ شیخ عبدالقادر جلانیؒ جیسا انسان یہ تمنا اور آرزو کرتا ہے کہ میں اس راستے پر بیٹھا رہوں جس راستے سے امیر معاویہؓ کی سواری نے گذرنا ہو............ پھر اس سواری کے پاؤں سے اٹھنے والی خاک میرے جسم پر پڑ جائے تو میرے لئے یہ بات نجات کا باعث بن جائیگی (امداد الفتاویٰ حضرت تھانویؒ ص:۱۲۳،ج:۴)

معاویہؓ ایسی عظیم شخصیت ہے کہ جس کی شخصیت پر طعن کرنے والے کو مولانا احمد رضا خان بریلوی نے جہنمی کتا کہا۔

وَمَنْ یَّکُوْنُ یَطْعَنُ فِیْ مُعَاوِیَة
فَذَاكَ مِنْ كِلَابِ الْهَاوِیَة

جو شخص معاویہؓ پر طعن و تشنیع کرتا ہے وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے؟

سیدنا معاویہؓ اصحاب رسول میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں.......... اور انہیں یہ شرف حاصل ہے کہ عمرۃ القضاء کے موقع پر.......... جو صلح حدیبیہ کے ایک سال بعد ہوا تھا.......... وہاں رحمتِ کائنات ﷺ کے بال مبارک کاٹنے کی سعادت انہیں نصیب ہوئی (بخاری کتاب الحج باب الحلق والتقصیر)

عمرۃ القضاء کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے بال مبارک کاٹنے اور آپ کی حجامت کرنے سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ.......... سیدنا امیر معاویہؓ فتح مکہ سے پہلے عمرۃ القضاء کے موقع پر دامن اسلام سے وابستہ ہو چکے تھے۔

ابن حجر عسقلانیؒ نے سیدنا معاویہؓ کا اپنا قول نقل کیا ہے:

لَقَدْ اَسْلَمْتُ قَبْلَ عُمْرَةِ الْقَضِيَّةِ (الاصابہ صفحہ ۴۳۳ جلد ۳)

میں نے عمرۃ القضاء سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔

حافظ ابن کثیرؒ نے بھی (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۱۷ جلد ۸) میں سیدنا امیر معاویہؓ کے اس قول کو نقل فرمایا ہے:

مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا:
صحیح بخاری میں ہے کہ اگلے سال عمرہ قضا میں حضرت معاویہؓ نے آنحضرت ﷺ کے موئے مبارک قینچی سے تراشے تھے یہ واقعہ عمرہ قضاء ہی کا ہے کیونکہ حجۃ الوداع میں تو آپ نے حلق فرمایا تھا۔

(معارف القرآن صفحہ ۹۰ جلد ۸)

ان تمام حوالہ جات سے اور میرے دیئے ہوئے واضح دلائل سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ سیدنا امیر معاویہؓ فتح مکہ سے بہت پہلے.......... بلکہ عمرۃ القضاء سے بھی پہلے ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے۔

اور اس طرح وہ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ

بَغُوْا وَقَاتَلُوْا کے قرآنی وعدے کا مصداق ہیں............ اس حقیقت کو ماننا پڑے گا چاہے کوئی خوش دلی سے مان لے یا چیں بہ چیں ہو کر مان لے.......... طَوْعًا مانے یا کَرْھًا مانے........... ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔

معاویہؓ کاتبِ وحی

سامعین گرامی قدر: امیر معاویہؓ کی عظمتیں اور رفعتیں بیان کرتے ہوئے.......... سیدنا معاویہؓ کی شان اور منقبت بیان کرتے ہوئے.......... حضرت معاویہؓ کا مقام و مرتبہ آپ کو سناتے ہوئے.......... ایک بات بہت اہم اور ضروری بات.......... میں نے ابھی تک بیان نہیں کی۔

وہ ہے امیر معاویہؓ کا کاتب وحی ہونا.......... یہ امیر معاویہؓ کا بہت بڑا شرف ہے.......... بڑی عظمت ہے اور نرالی شان ہے کہ امام الانبیاء ﷺ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دیانت و امانت پر بھرپور اعتماد کرتے ہوئے.......... انہیں کتابت وحی کی نازک، حساس، اہم ترین اور بلند ترین خدمت پر مامور فرمایا۔

حافظ ابن کثیرؒ اپنی تاریخ میں امیر معاویہؓ کی شخصیت پر گفتگو کرتے ہوئے ان کا تعارف ان خوبصورت الفاظ میں کراتے ہیں۔

وَهُوَ مُعَاوِيَةُ خَالُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَكَاتِبُ وَحْيِ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَحِبَ مُعَاوِيَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَكَتَبَ الْوَحْيَ بَيْنَ يَدَيْهِ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۱۷ جلد ۸)

حضرت سیدنا معاویہؓ مومنوں کے ماموں (معاویہ کی بہن ام حبیبہؓ ازواجِ النبی میں شامل ہیں اور ازواجِ النبی مومنوں کی مائیں ہیں اس لحاظ سے معاویہؓ مومنوں کے ماموں ہوئے) اور اللہ تعالیٰ کی وحی کے کاتب ہیں.......... معاویہؓ کو نبی کریم ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی اور وہ امام الانبیاء ﷺ کے سامنے وحی کی کتابت کرتے رہے آگے حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس کے حوالے

سے تحریر فرمایا:

كُنْتُ اَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ ....ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَادْعُ لِيْ مُعَاوِيَةَ وَكَانَ يَكْتُبُ الْوَحْيَ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۱۷ جلد ۸)

(حضرت ابن عباس کہتے ہیں) میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ معاویہؓ کو بلا کر لاؤ ....معاویہؓ وحی لکھا کرتے تھے۔

حافظ ابن کثیرؒ اپنی تاریخ میں ایک روایت لاتے ہیں .... ذرا اُسے سنیے اور عظمت معاویہؓ سے سینے ٹھنڈے کیجئے۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَشَارَ جِبْرِيْلَ فِيْ كِتَابَةِ مُعَاوِيَة فَقَالَ اسْتَكْتِبْهُ فَاِنَّهُ اَمِيْنٌ (البدایہ والنہایہ ص: ۱۲۰، ج: ۸)

امام الانبیاء ﷺ نے امیر معاویہؓ کو کاتب وحی بنانے کے بارے میں حضرت جبریل سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا آپ معاویہؓ کو کاتب بنالیں کیونکہ وہ امین ہیں۔

ابن حجر عسقلانیؒ نے (الاصابہ صفحہ ۴۳۴ جلد ۳) میں .... امام ابن حزمؒ نے (جوامع السیرۃ صفحہ: ۲۷) میں ....صاحب مشکوۃ نے اکمال فی اسماء الرجال میں واضح طور پر لکھا ہے کہ سیدنا معاویہؓ کاتب وحی کے منصب پر فائز تھے اور اس کے علاوہ رحمت کائنات ﷺ کے مکتوبات بھی لکھتے تھے۔

اس بات کو اہل تشیع کے علماء نے بھی اپنی کتب میں لکھا ہے............

اٹھائیے "احتجاج طبرسی صفحہ ۹۲" ...."معانی الاخبار صفحہ ۳۴۶" ...."تنقیح المقال فی علم الرجال صفحہ ۲۲۲" ...."ابن ابی الحدید صفحہ ۲۳۸ جلد ۱............

ان تمام کتابوں میں موجود ہے کہ سیدنا معاویہؓ کو نبی کریم ﷺ نے کاتب

وحی مقرر فرمایا اور سیدنا معاویہؓ مسجدِ نبوی میں نبی کریم ﷺ کے سامنے وحی قرآن لکھتے رہے جو جبریل امین لے کر اترے تھے۔

میری اس گفتگو سے یہ بات روز روشن کی طرح نکھر کر سامنے آگئی ہے کہ سیدنا امیر معاویہؓ کا کاتبِ وحی کے منصب پر فائز ہونا ایسی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اہلسنّت کے مشہور علماء (محدثین ومؤرخین) تو رہے اپنی جگہ پر اہلِ تشیع کے علماء بھی اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔

اگر معاویہؓ کا کاتبِ وحی ہونا ایک حقیقت ہے .... اور یقیناً انمٹ حقیقت ہے تو پھر میرے ایک سوال کا جواب دیجئے۔

کیا کاتبِ وحی کے اہم ترین منصب پر کسی کافر و مشرک شخص کو فائز کیا جاسکتا ہے؟

کیا کتابتِ وحی کے درجے پر کسی فاسق و فاجر اور منافق شخص کو مقرر کیا جاسکتا ہے؟

کیا کتابتِ وحی کے عظیم مرتبے پر کوئی بددیانت، باغی، خود غرض، لالچی، بے دین اور جھوٹا شخص متعین ہوسکتا ہے؟

اگر آپ کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہی ہوگا .... تو پھر ماننا پڑے گا اور تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام الانبیاء ﷺ نے سیدنا امیر معاویہؓ کو کتابتِ وحی کے اس عظیم مرتبے پر فائز کرکے ان کے کامل الایمان اور امین ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرمادی .... اور آپؐ نے امیر معاویہؓ پر کامل اعتماد فرمایا

معاویہؓ مظلوم بھی آپ یہ سن کر حیران ہوجائیں گے کہ سیدنا معاویہؓ جتنا عظیم ہے .... تاریخ اسلام کا یہ عبقری انسان اور بے مثال و رفیع المرتبت شخصیت جتنی عظیم ہے .... اتنی ہی مظلوم بھی ہے .... شاید اصحاب رسول کی

مقدس جماعت میں کوئی صحابی اتنا مظلوم ہو جتنا مظلوم امیر معاویہؓ ہے۔

اور اس مظلومیت کی دلیل یہ ہے کہ ایک طبقے نے سیدنا معاویہؓ کو ظالم، فاسق بے ایمان اور کافر تک کہا.......... مگر مجھے اس طبقہ کے ان فتوؤں پر .... اور تبرا پر تعجب نہیں .... اس لئے کہ جو شخص خلیفہ اوّل بلا فصل، یارِ غارِ نبی، رفیق ہجرت، اس امت کا پہلا مومن، جانثار رسول، امیر المومنین سیدنا صدیق اکبرؓ کو مومن ماننے کیلئے تیار نہیں .... وہ شخص اگر معاویہؓ پر تنقید کے نشتر چلائے تو تعجب کیسا؟

اور جو شخص خلیفہ ثانی لاثانی، دامادِ علی، مرادِ پیغمبر اور مرید محمد، امیر المومنین سیدنا فاروقِ اعظمؓ کے ایمان میں شک کرتا ہو.......... وہ شخص اگر معاویہؓ پر تبرا کرے تو تعجب کیسا اور کیوں؟

اور جو شخص خلیفہ ثالث، مظلوم مدینہ، دوہرے دامادِ نبی، نبی کریم کے رفیق فی الجنۃ، ہم زلف علیؓ اور حسنین کریمین کے خالو.......... سیدنا عثمانؓ کو معاف کرنے کیلئے تیار نہیں، وہ شخص اگر امیر معاویہؓ کے خلاف لب کشائی کرے تو تعجب کیسا؟

اور جو شخص حبیبۂ حبیب خدا، مریم اسلام، رسول رحمت کی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ عائشہؓ صدیقہ، عتیقہ، لعتیقہ، زاہدہ، عابدہ، ساجدہ، صابرہ کا حیا نہیں کرتا...... وہ شخص اگر معاویہؓ کا حیا نہ کرے تو تعجب کیسا؟

باعثِ تعجب بلکہ باعثِ صد افسوس بات یہ ہے کہ اہلسنّت کے دعویدار...... ...... ایک طبقہ کے جذبات و نظریات اور خیالات سیدنا معاویہؓ کے متعلق ویسے نہیں رہے جیسے دوسرے اصحابِ رسول کے بارے میں عموماً پائے جاتے ہیں۔ کئی اہلسنّت کہلانے والے بے دھڑک اُن کو باغی، خاطی، فتنے کا بانی، بیت المال میں خیانت کرنے والا، بدعات کا مرتکب، خلافت کو ملوکیت میں بدلنے والا، کنبہ پرور اور نہ جانے کیا کچھ کہتے رہتے ہیں۔

کچھ "نیک بخت" سیدنا معاویہؓ کا نام تک سننا گوارا نہیں کرتے .... معاویہؓ کا نام سن کر ایسے چیں بہ جبیں ہوتے ہیں کہ ان کے ماتھے پر ابھرنے والی شکنیں گنی نہیں جاتیں۔

اہلسنت کے دعویدار کچھ مصنفین ایسے "نیک نام" بھی ہیں جنہوں نے بُغض معاویہؓ کی دلدل میں غرق ہو کر سیدنا معاویہؓ کے خلاف کتابیں تحریر کیں...... جن میں اپنے غلیظ قلم کو صحابی رسول پر بطور نشتر استعمال کیا۔

ہزارہ کے ایک گدی نشین .... پیر سید محمود شاہ محدث ہزاری نے اپنی تقریر و تحریر میں سیدنا معاویہؓ پر ایسی تنقید کی جس تنقید کی توقع دشمنانِ صحابہ سے بھی متوقع نہیں ہے۔ واہ کینٹ کے مولانا سید لعل شاہ بخاری نے اپنی کتاب استخلاف یزید میں سیدنا معاویہؓ پر سخت ترین تنقید کی بلکہ برسے اور خوب برسے...... فرماتے ہیں:

> حضرت معاویہؓ کی فضیلت میں پورے ذخیرہ حدیث میں ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ (استخلافِ یزید صفحہ ۱۱۸)

سید لعل شاہ بخاری نے اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِىْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا کے متعلق کہا کہ یہ الفاظ راوی کے خود ساختہ ہیں (ایضاً صفحہ ۳۲۰)

سید لعل شاہ بخاری کی ایک تحریر ذرا سینے پر ہاتھ رکھ کر سنیے:

> "حضرت معاویہؓ کے محبوب فرزند (طنزیہ انداز) نے............
> جہاں زیاد کی مٹی پلید کی ہے وہاں اپنے شفیق باپ جو اُسے فداک ابی و امی کہہ کر بلائیں لیتے ہیں، اُن کی سیاست کا بھی سارا بھرم کھول کر رکھ دیا ہے .... حضرت معاویہؓ نے سمجھا کہ یزید جوش میں خدا جانے کیا کچھ کہہ جائے گا اور رازہائے سربستہ افشا ہو جائیں گے فوراً اِجْلِسْ فِدَاكَ اَبِىْ وَاُمِّىْ فرماتے ہیں اور پھر ناراض

ہو جاتے ہیں تو اس کی توجیہ سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ یزید نے اس سربستہ راز سے پردہ اُٹھا دیا تھا.......... ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یزید اس وقت ہوش میں تھا یا مدہوش مگر ہم اس کی حق گوئی کی سو بار قدر کرتے ہیں کہ ع

فقیہِ مصلحت بیں سے وہ رندِ بادہ خوار اچھا
نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچی بات مستی میں

الامان والحفیظ.......... ایک جگہ پر گل افشانی فرماتے ہیں کہ:

معاویہؓ کی خطا اجتہادی نہیں بلکہ عنادی (ضد پر مبنی) تھی اور سیدنا علیؓ حق پر تھے اور حضرت معاویہؓ باطل پر تھے.......... ایک جگہ پر تحریر کرتے ہیں۔

''حضرت معاویہؓ کے عہد میں زبانیں مقفل ہو چکی تھیں کہ دو جمعے حضرت معاویہؓ کا ایک خلافِ شرع خطبہ سنا اور حاضرین میں سے کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ زبان کو جنبش دے کہ امیر المومنین! آپ سیدھی راہ سے بھٹک گئے ہیں.......... مجھے اس روایت کے تسلیم کرنے میں سخت تامل ہے بر تقدیر صحت روایت یہ تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا۔

ایک اور مقام پر اظہارِ خیال اس طرح کرتے ہیں:

ہمارے مطالعہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ سنہ ۴۱ھ میں مسند خلافت پر متمکن ہو کر عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہیں اور سنہ ۴۴ھ میں عصبیت مضر کی پشت پناہی میں اپنے بیٹے کو نامزد کر دیتے ہیں..........

بعض مسلمانوں کی آواز سفک دماء اور خون ریزی کے خوف سے
حلقوم میں اٹک کر رہ گئی کچھ رؤساء مناصب کی وجہ سے مجبور تھے،
بعض کی زبانیں نقرئی مہروں سے داغ دی گئیں اور بعض کی دہن
دوزی لقمہ ہائے چرب سے پُر کر دی گئی اور بعض کو حرص و آز نے ایسا
اندھا کر دیا تھا کہ ملک کے طول و عرض میں رواں دواں استحکام
ولایتِ یزید کیلئے کوشاں تھے۔ (ایضاً صفحہ ۳۱۶)

سامعین گرامی قدر: یہ ہیں اپنے آپ کو اہلسنّت کہلانے والے............ اہلسنّت عوام کے رہنما کہلوانے والے............ ان کا قلم امیر معاویہؓ کے خلاف تو زہر اُگل ہی رہا ہے............ مگر ان کی عبارت اور تحریر پر غور فرمائیں کہ انہوں نے سیدنا معاویہؓ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے والوں کو............ جو اصحاب رسول اور تابعین تھے انہیں بھی معاف نہیں کیا............ ان مقدس ہستیوں پر ہاتھ صاف کیا

تفو برتو اے دشمن معاویہؓ تفو

سید لعل شاہ بخاری کی اس کتاب کو پڑھ کر میرے استاذ گرامی قدر............ استاذ العلماء حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ فرماتے ہیں:

اس قلم پر خدا کی لعنت جس نے کسی صحابی کی توہین یا گستاخی کی ہو، یا
کی جاتی ہو............ ایک کتاب استخلافِ یزید تصنیف مولوی لال شاہ
خطیب واہ کینٹ کی مولانا سید نور الحسن بخاری کو دی ہے تاکہ اس کی
تردید لکھیں اس نے حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق بکواس کیے ہیں۔

(القول السدید صفحہ: ۲۷)

اس کتاب کے بارے میں دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کے شیخ الحدیث اور استاذ العلما مولانا عبد القدیر صاحبؒ لکھتے ہیں:

اس (استخلافِ یزید) میں واضح الفاظ میں شیعیت کے افکار کا بیج بویا گیا ہے حضرات صحابہ کرام کی عموماً اور بعض کی خصوصاً توہین کی گئی ہے.......... حضرت معاویہؓ یا کسی صحابی کا ایسے انداز میں تذکرہ کرنا جس سے ان کی خداداد عوت اور عظمت کو نقصان پہنچایا جائے.......... یہ وہ خطرناک راستہ ہے جس کو زوالِ ایمان اور خطرہ ایمان کہا جاتا ہے۔(القول السدید صفحہ ۱۶)

> مولانا قاضی مظہر حسین (چکوال) نے اپنی تحریروں میں سیدنا امیر معاویہؓ پر سخت تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ سیدنا معاویہؓ نہ تو مہاجرین میں سے ہیں اور نہ انصار میں سے (حالانکہ حضرت معاویہؓ نے ہجرت فرمائی ہے اور وہ مہاجرین میں شامل ہیں) سیدنا معاویہؓ تیسرے طبقے سے وابستہ ہیں یعنی(وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُم بِاِحْسَانٍ) مگر امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی پیروی کے بجائے مخالفت کی اور زبانی مخالفت نہیں کی بلکہ قتال کیا اس صورت میں معاویہؓ کے موقف کو کون صحیح کہہ سکتا ہے۔(خارجی فتنہ صفحہ ۴۷۶)

سنا آپنے حضرت قاضی صاحب سیدنا معاویہؓ کو کتنے خوبصورت اندازِ تحریر سے السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ .... والی آیت میں مذکور تینوں طبقوں سے خارج کر رہے ہیں۔

ایک حوالہ اور سنئے حضرت قاضی صاحب تحریر کرتے ہیں:

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ حضرت سیدنا علیؓ اور امیر معاویہؓ نے صلح کیلئے ایک ایک حکم مقرر کیا تھا.......... حضرت سیدنا علیؓ نے مشہور صحابی رسول حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو اپنا حکم مقرر فرمایا.......... اور امیر معاویہؓ نے حکم کیلئے فاتح مصر حضرت عمرو ابن العاصؓ کا نام پیش فرمایا:

ان دونوں حکموں کے فیصلے پر ذرا حضرت قاضی صاحب کا تبصرہ سنیے۔

"ان کا (حکمین کا) فیصلہ آیت استخلاف کے خلاف تھا........

حضرت علیؓ کو معزول کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں تھا........ بلکہ حکمین ضال مضل تھے ضَلَّا وَضَلَّ مَنِ اتَّبَعَهُمَا (وہ دونوں خود بھی گمراہ تھے اور ان کی پیروی کرنے والے بھی گمراہ تھے)

(خارجی فتنہ صفحہ ۴۵۵)

سامعین گرامی قدر: میرا مقصد کسی شخص پر فتویٰ لگانا نہیں........ او چھی تنقید مقصود نہیں........ کسی اہل علم کی تنقیص مقصود نہیں........ کسی محقق اور مفکرِ اسلام پر طعن مقصد نہیں........ کسی مؤرخ کی کردار کشی مقصد نہیں........ میں تو صرف آپ حضرات کے سامنے ایک آئینہ رکھ رہا ہوں اور آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ دشمنانِ اصحاب رسول تو رہے اپنی جگہ........ معاویہؓ وہ مظلوم صحابی ہے کہ بعض اہلسنت کے مدعی حضرات بھی اُن کے بارے میں اپنے قلم کا توازن برقرار نہ رکھ سکے۔

آیئے ماضی قریب کی ایک اہم ترین شخصیت مولانا مودودی کی ایک دو تحریریں آپ کے سامنے ذکر کروں!

مولانا مودودی، سیدنا معاویہؓ کے دورِ خلافت کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

۔ مگر جب ملوکیت کا دور آیا تو بادشاہوں نے اپنے مفاد، اپنی سیاسی اغراض اور خصوصاً اپنی حکومت کے قیام و بقا کے معاملے میں شریعت کی عائد کی ہوئی کسی پابندی کو توڑنے اور اس کی باندھی ہوئی کسی حد کو پھاند جانے میں تأمل نہ کیا........ اُن بادشاہوں کی سیاست دین کے تابع نہ تھی........ اس کے تقاضے وہ ہر جائز و ناجائز طریقے سے پورے کرتے تھے اور اس معاملے میں حلال و

حرام کی تمیز روا نہ رکھتے تھے۔ یہ پالیسی حضرت معاویہؓ کے عہد سے شروع ہوگئی تھی............ دیت کے معاملے میں بھی حضرت معاویہؓ نے سنت کو بدل دیا............ ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہؓ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور اُن کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسر منبر حضرت علیؓ پر سب و شتم کی بوچھاڑ کرتے تھے............ مالِ غنیمت کی تقسیم کے معاملے میں بھی حضرت معاویہؓ نے کتاب اللہ، سنتِ رسول کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی............ حضرت معاویہؓ نے اپنے گورنروں کو قانون سے بالا تر قرار دے دیا اور ان کی زیادتیوں پر شرعی احکام کے مطابق کاروائی کرنے سے انکار کر دیا۔ (خلافت و ملوکیت صفحہ ۱۷۲،۱۷۴،۱۷۵)

ایک جگہ پر مولانا مودودی سیدنا معاویہؓ کے متعلق تحریر کرتے ہیں حضرت معاویہؓ کے چار افعال ایسے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب بھی کرے تو وہ اس کے حق میں مہلک ہو۔ (خلافت و ملوکیت صفحہ ۱۶۵) یعنی امیر معاویہؓ نے چار کام ایسے کئے ہیں کہ ان میں سے ایک کام بھی کسی شخص کی ہلاکت کیلئے کافی ہے اور امیر معاویہؓ تو ایسے چار کاموں کا مرتکب ہوا۔

آخر میں اہلحدیث مکتبہ فکر کے ایک مشہور عالم علامہ وحید الزمان کی گل افشانیاں بھی سن لیجئے۔

ابوسفیان کے بیٹے معاویہؓ نے جناب امیر المومنین خلیفہ برحق علی مرتضیٰؓ شیر خدا کا مقابلہ کیا اور جنگِ صفین میں ہزاروں مسلمانوں کا

خون کیا۔ (شرح صحیح مسلم صفحہ ۱۷۴، جلد ۶)

ایک اور جگہ پر تحریر کرتے ہیں۔

ایک سچے مسلمان کا جس میں ایک ذرہ برابر بھی پیغمبر صاحب کی محبت ہو یہ دل گوارا کرے گا کہ معاویہؓ کی تعریف و توصیف کرے؟

......معاویہؓ کے متعلق کلماتِ تعظیم مثلاً، حضرت، رضی اللہ عنہ، کہنا سخت دلیری اور بے باکی ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ (وحید اللغات)

ایک اور جگہ پر اُن کے منہ سے پھول اس طرح جھڑتے ہیں:

ہم اہل سنت والجماعت معاویہؓ اور عمرو بن العاص اور حجاج وغیرہم کی تکفیر نہیں کرتے نہ اُن پر لعنت کرنا بہتر جانتے ہیں بلکہ ان کو ظالم اور فاسق سمجھتے ہیں۔ (انوار اللغت صفحہ ۹ پ ۱۴)

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

معاویہؓ نے ایسے ایسے خلافِ شرع کام کئے ہیں جو عین ضلالت ہیں نہ کہ ہدایت۔ (ایضاً صفحہ ۲۰ پ ۲۷)

ماضی قریب کے ایک عالم مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی (جن کا تعلق خدام اہلسنت سے تھا اور مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے مرید خاص تھے) کی ایک دو تحریریں بھی سن لیجئے .... یزید دشمنی میں اُن کے قلم سے حضرت سیدنا معاویہؓ کے خلاف کتنا زہریلا اور غلیظ مواد برآمد ہوا۔

کہتے ہیں کہ .... جب یزید کے فسق و فجور کا .... اور اس کے کرتوتوں کا علم حضرت معاویہؓ کو ہوا تو ....

حضرت معاویہؓ نے نرمی سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا ایسے کام نہ کرو جس سے مروت ختم ہو جائے۔ دشمن خوش ہوں، دوست برا سمجھیں، پھر

فرمایا: کم از کم دن بھر ایسی باتوں سے صبر کیا کرو اور جب رات آتی ہے تو رقیب کی آنکھ بند ہو جاتی ہے، کتنے فاسق ہیں کہ دن عبادت میں گزارتے ہیں اور رات لذت وعیش میں گزارتے ہیں۔

(تجلیاتِ صفدر صفحہ ۵۲۲ جلد ۱)

(یعنی امیر معاویہؓ صحابی رسول اپنے بیٹے کو نصیحت فرمارہے ہیں کہ فسق وفجور کے کام اگر کرنے ہیں تو دن کے وقت نہ کیا کرو، ہاں رات کو کرلیا کرو اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذِہِ الْخُرَافَاتْ۔

پھر یزید کی ولی عہدی کی بیعت کے بارے میں کہتے ہیں:

"پھر اسی سال کے آخر میں ۵۱ھ جب زیاد مرگیا تو حضرت معاویہؓ نے منظم طور پر ولی عہدی کی تحریک شروع کی تو پانچ حضرات کے علاوہ سب نے بیعت کرلی ان پانچ حضرات کو معاویہؓ دھمکاتے ڈراتے رہے۔ (تجلیاتِ صفدر صفحہ ۵۲۲ جلد ۱)

(امیر معاویہؓ صحابی رسول کی کیسی تصویر پیش کی کہ وہ اپنے ایک غلط کام کیلئے دھونس دھاندلی سے کام لیتے رہے اور مخالفین کو ڈراتے اور دھمکاتے رہے ایسی دھاندلی تو آج کے سیاستدان بھی نہیں کرتے، کاتب وحی اور صحابی رسول سے اس کا صدور ہو ہم ہزار بار اس تصور سے بھی اللہ کی پناہ مانگتے ہیں)

سامعین گرامی: میں نے آپ حضرات کے سامنے اہلسنّت کہلانے والے چند علماء اور مصنفین کے خیالات اور ان کی تحریریں پیش کردی ہیں۔

یاد رکھیئے............ یہ حضرات معاویہؓ دشمنی کا شکار صرف اس لئے ہوئے .... اور یہ حضرات سیدنا معاویہؓ پر تنقید صرف اس لئے کرنے پر مجبور ہوئے کہ وہ یزید دشمنی میں بہت آگے نکل گئے ہیں............ یزید سے عداوت............ یزید سے

مخالفت...... یزید سے دشمنی............ یزید سے بے جا بغض...... یزید کی کردار کشی........... یزید کے اعمال کے معاملات........... اس میں الجھ کر یہ حضرات یزید کے والد گرامی قدر سیدنا معاویہؓ کے دامن کو داغ دار کرنے پر مجبور ہوئے......... ایک عقلمند آدمی اور ذی ہوش شخص سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یزید اگر فاسق و فاجر تھا، بد اعمال تھا، کبوتر باز اور شراب نوش تھا......... کنجریوں کی محفل کرواتا تھا...... بے نماز اور بد خصلت تھا........... تو پھر جس معاویہؓ نے ایسے بدکردار شخص کو امت کی گردن پر مسلط کر دیا تھا.......... اس معاویہؓ کا دامن صاف اور شفاف کیسے ہو سکتا ہے؟

لوگو! جذباتی اور خیالی بلند پروازیوں سے الگ ہو کر........... تاریخی جھوٹوں اور بے سروپا روایات سے کنارہ کش ہو کر، ٹھوس علمی دلائل اور حقیقی بنیادوں پر غور و فکر کیا جائے........... صحیح روایات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت سیدنا معاویہؓ کا دامن مقدس........... گناہوں کی آلودگیوں سے اور معصیت کے داغوں سے اسی طرح پاک ہے جس طرح حضرت علیؓ اور دیگر اصحاب رسول کا دامن پاک ہے۔

میں ارباب علم و دانش کو دعوتِ فکر دیتا ہوں کہ ایک منٹ کیلئے فرض کر لیتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ سے سیاسی خطا ہوئی................... لیکن کاتبِ وحی، فاتح قبرص، پہلے بحری بیڑے کے موجد، پہلے بحری لشکر کے سالار، امام الانبیاء ﷺ کی دعاؤں کے مصداق اور صحابی کو........... ایک یا دو سیاسی لغزشیں اتنا حقیر اور پست بنا سکتی ہے کہ لوگ اس کی گستاخی اور بے ادبی پر اتر آئیں........... اور اس صحابی کا احترام اور عظمت بھی ہمارے دلوں سے نکل جائے........... اور ہم بلاتکلف اور بلا جھجھک اس پر تنقید شروع کر دیں........... کبھی اسے باغی کہیں، کبھی خاطی کہیں، کبھی جنگ و تفرقہ کا بانی کہیں........... اور پھر سب حدود پھلانگ کر اسے منافق کہہ گزریں۔

میرے بھائیو! ذرا انصاف سے بتاؤ اور عدل سے فیصلہ کرو........... کہ اگر

ستارہ بھی سیاہ بدلیوں کے اُمنڈ آجائے تو اتنا بے نور ہو جاتا ہے کہ تیل سے جلنے والے چراغ اس کا منہ چڑانے لگیں گے

کیا یہ ارشادِ مصطفی نہیں ہے کہ میرے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، اُن میں سے جس کی بھی اقتدار اور پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

امیر معاویہؓ اگر صحابی ہیں.......... اور یقیناً صحابی ہیں.......... اور وہ زندگی کے آخری سانس تک (معاذ باللہ) مرتد نہیں ہوئے تو اصحاب اور کالنجوم کے دائرے سے انہیں کون نکال سکتا ہے۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ، أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ، أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ اور أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ کے عموم سے ان کو کون خارج کر سکتا ہے؟ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ کا شرف ان سے کون چھین سکتا ہے؟ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ والا پروانہ ان سے کون غصب کر سکتا ہے؟ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ کے تحفے ان سے واپس کون لے سکتا ہے؟

أَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ کے الٰہی وعدہ سے انہیں مستثنیٰ کون کر سکتا ہے ؟ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَرِيمٌ کا حق انؔ سے کون غصب کر سکتا ہے؟ مَنْ رَآنِي اور رأى مَنْ رَآنِي .... حدیث نبی کے مصداق .... معاویہؓ کو جنت کے دروازے پر کون روک سکتا ہے؟

معاویہؓ عظیم المرتبہ صحابی ہے...... کاتب وحی ہے...... امام الانبیاء ﷺ کی دعاؤں کا مصداق ہے...... اللہ اور اسکے رسول کا محبوب ہے...... معاویہؓ کے والد حضرت ابوسفیانؓ نبی اکرم ﷺ کے سُسر اور معتمد علیہ صحابی ہیں...... معاویہؓ کی والدہ حضرت سیدہ ہندؓ بھی شرفِ صحابیت رکھتی ہیں...... معاویہؓ کی ہمشیرہ سیدہ ام حبیبہؓ ام المومنین کے عظیم مرتبہ پر فائز ہیں...... معاویہؓ کے بڑے بھائی یزیدؓ بن ابی سفیان ....

صحابی رسول بھی ہیں اور صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے معتمد علیہ ساتھی بھی ہیں۔

اللہ رب العزت ہمیں سیدنا معاویہؓ کی حقیقی اور سچی محبت عطا فرمائے اور ان کے ساتھ بغض وعناد رکھنے سے محفوظ فرمائے

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

پانچویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ
وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ
الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۞ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ
اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۞ (البقرہ)
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۔

سامعین گرامی قدر! گذشتہ خطبے میں............آپ سماعت فرما چکے ہیں اور میں بڑی وضاحت و تفصیل سے بیان کر چکا ہوں............کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی

شخصیت جتنی عظیم ہے اتنی ہی مظلوم بھی ہے.......... دشمنان اصحاب رسول ہی نہیں
.... بلکہ کچھ حضرات جو اپنے آپ کو اہلسنت کہلاتے ہیں.......... اور خدام
اہلسنت کے دعویدار ہیں وہ بھی تاریکیوں میں گم ہو کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر
اعتراضات اور ان کی شخصیت کے متعلق شبہات بیان بھی کرتے ہیں اور اپنی کتابوں
میں تحریر بھی کرتے ہیں۔

ان کی تحریریں پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ابو سفیان کے بیٹے کے ساتھ بغض و
عناد ان کے سینوں میں جوش مار رہا ہے!

معاویہؓ کا معنی

کبھی کہیں گے.......... معاویہؓ کا معنی کیا ہے؟ پھر کوئی کم علم
آدمی اور سادہ لوح شخص.......... سادگی سے معنی بتادے تو خوشی سے بغلیں بجانے
لگیں گے۔

آئیے میں آپ کو لغت کی کتب سے اور عربی ادب کے قوانین کی روشنی میں
معاویہؓ کا معنی بتاؤں.......... سنئے اور دل کی تختی پر نقش کر لیجئے!

معاویہ باب مفاعلہ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے.......... جس کے آخر میں "ۃ"
مبالغہ کے لئے زیادہ کی گئی ہے.......... اس کی اصل ع، و، ی ہے.......... جب یہ
مجرد کے باب میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی بھونکنے کے ہوسکتے ہیں۔

مگر جب یہ باب مفاعلہ میں استعمال ہوتا ہے پھر معنی بھونکنے کا نہیں ہوتا بلکہ
معنی ہوگا بھونکانے والا.......... یعنی جس کو دیکھ کر کتے بھونکیں۔

علامہ ابن منظور افریقی نے لکھا ہے کہ:

العوا ایک ستارے کا نام ہے جس کی طرف دیکھ کر بھیڑیئے آوازیں نکالتے
ہیں یعنی بھونکتے ہیں (لسان العرب ۸/۱۰۹)

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد گرامی : اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ

(میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں) کی روشنی میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اُن ستاروں میں ایک تابناک ستارہ ہے۔

جس طرح العوآنامی ستارے کو دیکھ کر بھونکنے والے بھونکتے ہیں..........

اسی طرح آسمان رشد وہدایت کے اس روشن ستارے پر بھی دشمنان صحابہ آوازیں کستے ہیں!

نیز اگر معاویہؓ نام برا ہوتا اور اس کے معنی برے ہوتے تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اس نام کو تبدیل فرما دیتے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُغَیِّرُ الْاِسْمَ الْقَبِیْحَ (ترمذی کتاب الادب)

نبی کریم ﷺ برے نام تبدیل فرما دیا کرتے تھے!

حضرت سعید بن المسیبؒ مشہور تابعی بیان کرتے ہیں کہ ان کے دادا کا نام حزن (غم) تھا وہ امام الانبیاء صلی اللہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا.......... آپؐ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ حزن...... آپؐ نے فرمایا بَلْ اَنْتَ سَھْلٌ.......... بلکہ تمہارا نام آج کے بعد سہل ہے (مشکوۃ)

حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا نام حرب (لڑائی) رکھا گیا تھا آپ نے سن کر فرمایا یہ نام مناسب نہیں بلکہ حسن نام مناسب ہے، اسی طرح حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا نام بھی حضرت علیؓ نے حرب تجویز کیا تھا.......... مگر آپؐ نے اسے پسند نہیں فرمایا اور حسینؓ نام رکھا!

ایک شخص مسلمان ہونے کی غرض سے حاضر ہوا.......... آپؐ نے نام پوچھا.......... اس نے کہا عبد العزیٰ (شرکیہ نام عزیٰ، فقیرنی کا بندہ.......... جیسے

آج کل عبدالرسول، عبدالنبی، حسین بخش، میراں بخش، امام بخش، پیراں دتہ وغیرہ نام رکھنے کا رواج ہے۔)

آپؐ نے فرمایا آج کے بعد تمہارا نام عبدالعزیٰ نہیں بلکہ عبداللہ ہے اگر معاویہ نام غلط اور برا ہوتا.......... اگر معاویہ نام میں کوئی قباحت ہوتی تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اُسے بدل دیتے.......... مگر امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم بار بار محبت وشفقت کا اظہار کرتے ہوئے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے نام سے بلاتے رہے، آواز دیتے رہے، بلاتے رہے اور دعائیں کرتے رہے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرمایا..........

اِذْهَبْ فَادْعُ لِيْ مُعَاوِيَةَ............ جاؤ اور معاویہ کو بلا لاؤ!

ایک موقع پر فرمایا

يَبْعَثُ اللّٰهُ مُعَاوِيَةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ..........

اللہ معاویہ کو قیامت کے دن اس طرح اُٹھائے گا کہ اُن پر ایمان کے نور کی چادر ہوگی۔

حضرت عمیر فرماتے ہیں: لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ اِلَّا بِخَيْرٍ

معاویہ کا تذکرہ ہمیشہ بھلائی کے ساتھ کرو۔

حضرت ابن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے معاویہؓ نام کے ساتھ ہی ان کا ذکر خیر فرمایا۔

امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اَيُّهَا النَّاسُ لَا تَكْرَهُوا اَمَارَةَ مُعَاوِيَةَ

اے لوگو! سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت وخلافت کو برا مت سمجھو!

اتنے عظیم لوگ معاویہ نام کو پسند کر رہے ہیں.......... امام الانبیاء صلی اللہ

علیہ وسلم، حضرت جبریل علیہ السلام، اصحاب رسول، تابعین اور صلحائے امت اس نام سے محبت کر رہے ہیں .... یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس نام کے معنی وہ نہیں جو دشمنان اسلام اور دشمنان صحابہ مراد لیتے ہیں!

معاویہ نام صرف ابوسفیان کے بیٹے کا نہیں ہے .... بلکہ سینکڑوں محدثین اور مفسرین معاویہ نام کے ہوئے ہیں!

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی محدثین اور بہت سے علماء کے نام معاویہ ذکر کئے ہیں۔ (الاصابہ ۴۳۰_۴۳۸ جلد ۳)

اگر معاویہ .... اچھا نام نہ ہوتا .... اگر معاویہ نام میں کوئی قباحت ہوتی تو عباس بن علی بن ابی طالب اپنے بیٹے کا نام معاویہ نہ رکھتے .... حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب اپنے بیٹے کا نام معاویہ نہ رکھتے ...۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا جنگ صفین میں جو علم بردار تھا اس کا نام بھی معاویہ تھا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کرنیوالے لوگ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کی بارش برساتے ہوئے کبھی کہیں گے .... کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ راشد نہیں کہنا چاہیے .... ان کی خلافت .... خلافت راشدہ کے زمرے میں نہیں آتی۔

لطف اور تعجب کی بات یہ ہے کہ یہی لوگ ایک شخصیت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو جو صحابی نہیں ہیں .... انہیں خلیفہ راشد کہتے بھی ہیں اور اپنی تقریروں اور تحریروں میں اس کا چرچا بھی کرتے ہیں۔

حالانکہ بقول حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ .... وہ غبار جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے نتھنوں میں جم جایا کرتا تھا وہ بھی عمر بن عبد العزیز سے ہزار

درجہ افضل ہے ۔ (تطہیر الجنان ۱۰)

اس سے بھی زیادہ لطف کی بات یہ ہے کہ جو حضرات سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہَ راشد ماننے کے لئے تیار نہیں وہ اپنے نام کے ساتھ "خلیفہ ارشد حضرت مدنی" تحریر فرماتے ہیں .... کچھ اپنے آپ کو مرشد عالم کہلانے پر خوش ہوتے ہیں .... کچھ اپنے تصوف اور خانقاہی سلسلہ کو سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ کہلانے پر فخر محسوس کرتے ہیں!

مگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر، عادل ومنصف، زاہد وعابد صحابی کی خلافت کو خلافت راشدہ ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتے!

قرآن مجید نے سورۃ حجرات میں (یہ سورۃ ۹ ھ کے لگ بھگ اتری ہے) تمام اصحاب رسول کو...... أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ یہی لوگ راشد (ہدایت یافتہ ہیں) کہا۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ خود صحابیت کے منصب جلیل پر فائز تھے اور اس آیت کے مصداق تھے .... سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت نے دستبرداری کے بعد تقریباً پچپن ہزار صحابہ کرام نے سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے! اور اس طرح انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ پر مہر تصدیق ثبت کی ہے!

علاوہ ازیں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں (سیدنا حسنؓ اور حسینؓ) نے ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کی ہے .... اگر معاویہؓ کی خلافت .... خلافت راشدہ نہ ہوتی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جگر گوشے کبھی ان کی بیعت نہ کرتے!

آئیے میں آپ کو سناؤں کہ شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ خلافت راشدہ کی تعریف کیا کرتے ہیں۔

خلافت راشدہ اُس حکومت اور ریاست کو کہتے ہیں جس کا تمام ملکی اور ملی نظام منہاج نبوۃ پر ہو اور جس میں آنحضرتؐ کی نیابت کے طور پر وہ امور انجام دیئے جائیں جنہیں آنحضرتؐ بحیثیت پیغمبر انجام دیتے رہے۔ مثلاً اقامت دین، اقامتِ جہاد بہ دشمنان دین، اقامتِ حدود شرعیہ، اقامت ارکان اسلام، احیائے علوم دینیہ مثلاً قضاء، افتاء وغیرہ۔

غرض کہ اس حکومت کا نظام ایسا ہو کہ وہ بادشاہت اور سلطنت معصیت نہ ہو یعنی حکومت احکام شریعت کے اجرا میں اپنی ذمہ داری کو پورا کردے اور عند اللہ عاصی نہ ٹھہرے۔ اور راشدہ کے معنی یہ ہیں کہ توفیق ربانی اور تائید آسمانی اس کو کشاں کشاں رشد و ہدایت اور حق و صواب ہی کی طرف لے جائے اور باطل وجود کی طرف لے جانے سے اس کو روک دے، یہ خلافت راشدہ ہے۔ (خلافت راشدہ ۷)

قرآن مجید نے ایمان والوں سے جو وعدہ خلافت و حکومت فرمایا ہے .... ان شرائط پر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت ایک سو ایک فیصد پوری اترتی ہے .... ذرا اس آیت کا ترجمہ سنیئے۔

> وعدہ کیا ہے اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے کہ ان کو زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جس طرح خلافت دی تھی ان سے پہلے لوگوں کو اور مضبوط کردے گا ان کے لئے ان کے اس دین کو جسے اس نے پسند فرمایا ہے ان کے لئے، اور ان کی حالت خوف کو امن سے بدل دے گا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو شخص اس کے بعد ناشکری کرے گا تو ایسے لوگ ہی نافرمان ہیں۔ (النور آیہ ۵۵)

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے ایک وعدہ تو یہ فرمایا کہ ایمان دار صالحین کو زمین میں خلافت وحکومت عطا فرمائے گا۔

دوسرا وعدہ یہ کیا کہ ان کے لئے دین اسلام کو مضبوط بنیادوں پر مستحکم کر کے سب ادیان پر اس کو غلبہ عطا فرمائے گا۔

تیسرا وعدہ فرمایا کہ مسلمانوں کی حالت خوف کو امن سے بدل دے گا اور انہیں دشمنوں کا کوئی خوف نہیں رہے گا۔

چوتھی بات یہ بیان فرمائی کہ ان کی خلافت کے دور میں اللہ کی توحید کا بول بالا ہوگا............ خالص اللہ کی عبادت دیکار ہوگی اور غیر اللہ کی پرستش وشرک کا نظام ختم ہو جائے گا۔

جو لوگ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو.................. خلافت راشدہ ماننے سے انکاری ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ غزوہ بنو مصطلق کے بعد نازل ہوئی .... یہ غزوہ ۵ ھ میں ہوا............ کچھ حضرات کا خیال ہے ۶ ھ کے آخر میں ہوا۔

اس وقت تک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ دامن اسلام سے وابستہ نہیں ہوئے تھے............ اس لئے وہ اس وعدے کا مصداق نہیں ہو سکتے!

اس کا الزامی جواب تو یہ ہے پھر سیدنا حسن رضی اللہ اس آیت کا مصداق کیسے بن گئے............ اس آیت کے نزول کے وقت بعض روایات کی بنا پر وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش غزوۂ خیبر کے بعد ۶ ھ میں ہوئی۔

ملا باقر مجلسی (شیعہ عالم) نے بھی جلاء العیون ۱/۳۰۷ میں یہی تحریر کیا ہے۔

غزوۂ خیبر کے بارے ایک قول یہ بھی ہے کہ ۷ ھ میں ہوا۔

ایک روایت کے مطابق سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ۳ ھ میں ہوئی۔

جس قول کو بھی تسلیم کر لیں .... ایک قول یہ کہ نزول آیت کے وقت وہ پیدا بھی نہیں ہوئے .... دوسرا قول یہ ہے کہ نزول آیت کے وقت اُن کی عمر تقریباً دو سال تھی، پھر وہ اس آیت کریمہ کا مصداق کیسے بن گئے .... اگر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اس آیت کا مصداق ہیں (اور یقیناً ہیں) .... تو پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس آیت کا یقینی مصداق ہیں!

آئیے اب میں آپ حضرات کو دشمنانِ معاویہ کے استدلال کا تحقیقی جواب بھی سناؤں .... تمام مفسرین نے سورۃ النور کی اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ اس آیت میں جس خلافت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ تمام امت کے لئے ہے .... ابن عطیہ" کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ اس آیت سے تمام امت کی حکومت مراد ہے .... ابن العربی کا قول ہے آیت کریمہ ساری امت محمدیہ کے حق میں عام ہے کسی خاص طبقہ کے ساتھ خاص نہیں!

(دیکھئے تفسیر قرطبی، نسفی، ابن جریر وغیرہ)

کوئی شخص ضد و عناد اور تعصب کی عینک اتار کر .... انصاف اور انابت کی نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کرے تو اسے یہ حقیقت سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت و حکومت سورۃ النور کی آیۃ ۵۵ کی صحیح تصویر اور مثال ہے!

اُن کی خلافت کے دور میں .... دین اسلام کو استحکام ملا .... دین اسلام کو کفر پر غلبہ نصیب ہوا .... ٹھہری ہوئی فتوحات کا سلسلہ پھر سے شروع ہو گیا .... مختلف علاقے اسلام کے زیرنگین آنے لگے۔

ان کی خلافت کے سنہری زمانے میں آپس کی رنجشیں ختم ہوئیں اختلاف مٹنے لگے .... حالت خوف امن سے بدلنے لگی .... رعایا امن و سکون سے زندگی بسر کرنے لگی .... توحید کا بول بالا ہونے لگا .... شرک و کفر مٹنے

لگا............ اللہ ہی کی عبادت و پکار کی جانب لوگوں کا رجحان ہونے لگا۔

غرض یہ کہ قرآن میں مذکور خلافت کی تمام تر خوبیاں اور صفات سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت وحکومت میں پائی جاتی ہیں۔

پھر ان کی خلافت کو خلافت راشدہ ماننے سے انکار کیوں؟ پھر سیدنا معاویہؓ کو خلیفہ راشد ماننے سے اعراض کیوں؟ .... پھر خلافت راشدہ کا جواب حق چار یار کیوں؟

سیدنا معاویہؓ پر بڑا اعتراض بیعت علیؓ سے انکار اور جنگ

مخالفین معاویہؓ............ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی خطا اور سب سے بڑا قصور یہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت نہیں کی............ اور خلیفہ وقت کے خلاف لشکرکشی کر کے جرم کے مرتکب ہوئے............ مگر ضد وعناد اور حسد وعداوت اور تعصب کو بالائے طاق رکھ کر فیصلہ کیجئے کہ کیا صرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکاری تھے یا کچھ اور معتبر ترین اصحاب رسول بھی اس ''جرم'' کے مرتکب ہوئے؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے انتخاب خلیفہ کے وقت حضرت معاویہؓ شام میں تھے............ مگر جو صحابہ مدینہ منورہ میں موجود تھے کیا ان سب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی؟

تاریخ وسیرت کی معتبر کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو ہزاروں صحابہ کرام آپ کو نظر آئیں گے جو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے موقف کے حامی تھے اور ان کے لشکر اور جماعت میں شامل تھے اور انہوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی............ بلکہ جنگ جمل اور

جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلاف صف آرا ہوئے تھے............

تاریخ کے آئینے میں آپ کو عشرہ مبشرہ میں شامل حضرت سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ بھی نظر آئیں گے جنہوں نے مشروط بیعت کی اور بعد میں اسے توڑ دیا۔

ان کے علاوہ اسامہ بن زید، ابوسعید خدری، زید بن ثابت، محمد بن مسلمہ، حسان بن ثابت، کعب بن مالک، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر، نعمان بن بشیر، عبداللہ بن سلام، رافع بن خدیج، مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) جیسے مشہور و معروف اور جلیل القدر صحابہ نے بھی بیعت نہیں کی (البدایہ والنہایہ ۷/۲۲۷)

ان اسماء گرامی قدر کے آخر میں مؤرخین نے لکھا ہے:

وَغَيْرُهُمْ أَمْثَالُهُمْ مِنْ أَكَابِرِ الصَّحَابَةِ

یعنی ان جیسے دیگر اکابر صحابہ نے بھی بیعت نہیں کی تھی!

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ علیہ فرماتے ہیں:

فَإِنَّ أَكْثَرَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ أَمَّا النِّصْفُ وَأَمَّا أَقَلُّ أَوْ أَكْثَرَ لَمْ يُبَايِعُوْهُ وَلَمْ يُبَايِعُوْهُ سَعْدُ ابْنُ وَقَّاصٍ وَلَا ابْنُ عُمَرَ وَلَا غَيْرُهُمَا۔

(منہاج السنۃ صفحہ ۲۳۷ جلد ۲)

بہت سارے مسلمانوں (نصف یا اس سے کم یا زیادہ) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی اور سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر اور ان کے علاوہ بھی دوسرے صحابہ نے بھی بیعت نہیں کی!

مولانا مودودیؒ صاحب (جنہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر بیعت علی نہ کرنے پر سخت تنقید کی ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کرنے کی وجہ سے امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کیا ہے) نے مجبوراً یہ بات تسلیم کی ہے.......... لکھتے ہیں:

صحابہؓ سے ۱۷ یا ۲۰ ایسے بزرگ تھے جنہوں نے بیعت نہیں کی ....وہ سب بااثر لوگ تھے ان میں سے ہر ایک ایسا تھا جس پر ہزاروں مسلمانوں کو اعتماد تھا ان کی علیحدگی نے دلوں میں شک ڈال دیئے (خلافت وملوکیت ۱۲۲)

امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بارے میں مولانا مودودی صاحب کو مجبوراً یہ تحریر کرنا پڑا کہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے میں ان لوگوں کی شرکت تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش برپا کرنے کے لئے باہر سے آئے ہوئے تھے ...۔ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنہوں نے بالفعل جرم قتل کا ارتکاب کیا تھا اور وہ بھی جو قتل کے محرکات اور اس میں اعانت کے مرتکب ہوئے تھے.......... اور ویسے مجموعی طور پر اس فساد کی ذمہ داری ان سب پر عائد ہوتی تھی ....خلافت کے کام میں ان کی شرکت ایک بہت بڑے فتنے کی موجب بن گئی۔ (خلافت وملوکیت ۱۶۳)

سامعین گرامی قدر! سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت اور خلافت کے امور میں قاتلین عثمان کی شمولیت اور دخل اندازی ہی کی وجہ سے اکابر صحابہ نے بیعت علیؓ سے گریز کیا.......... وہ دیکھتے تھے کہ وہی مالک اشتر، وہی عبداللہ بن سبا، وہی کنانہ بن بشر وغیرہ جو کل تک قاتلین عثمان میں شامل تھے وہ آج حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مقربین اور اصحاب شوریٰ میں شامل ہیں.......... یہی وجہ تھی کہ جن اصحاب رسول نے مشروط بیعت کی تھی وہ سیدنا علیؓ سے بار بار تکرار کے ساتھ مطالبہ کرتے تھے

قاتلین عثمان سے قصاص لیا جائے.........

جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے...........

جو کچھ تم کہہ رہے ہو میں اس سے خوب باخبر ہوں مگر فی الحال یہ لوگ ہم پر حاوی ہیں اور ہمیں ان پر قابو نہیں ہے۔ (ابن اثیر صفحہ ۱۰۰ جلد ۳)

میری اس گفتگو سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت نہ کرنے میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تنہا نہیں تھے، جنہیں اس بنا پر طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ بلکہ ان کے ساتھ ہزاروں دیگر جلیل القدر اصحاب رسول بھی تھے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی۔

میری اس گفتگو کا مقصد......... واللہ آپ کو تصویر کے صرف دونوں رخ دکھانا ہے اور آپ پر یہ بات واضح کرنا ہے کہ بیعت علیؓ سے اعراض کا ''جرم'' صرف سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے سرزد نہیں ہوا بلکہ اس میں دیگر بہت سے اصحاب رسول بھی شامل ہیں......... پھر آج موردالزام صرف معاویہؓ کیوں؟

میں یہ حقیقت بھی آج واضح کرنا چاہتا ہوں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب رسول بیعت علیؓ سے انکاری نہیں تھے......... بلکہ ان کا موقف یہ تھا کہ پہلے قاتلین عثمان سے قصاص لیا جائے پھر ہم بیعت کریں گے......... اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نیک نیتی سے خیال تھا کہ پہلے بیعت کر کے میرے ہاتھ مضبوط کئے جائیں پھر قاتلین عثمان سے قصاص لیا جائے......... دونوں طرف صحابہ ہیں .... دونوں مجتہد ہیں......... دونوں کو اپنے اپنے اجتہاد پر اجر ملے گا......... اجتہاد درست ہوا تو دوگنا اجر ملے گا......... اور اگر اجتہاد درست نہ ہوا تو پھر بھی اکہرا اجر ملے گا...... وہ تو ہر لحاظ سے اجر وثواب کے حق دار ہیں......... ہم کون ہوتے ہیں کسی کو صحیح اور کسی کو غلط کہنے والے؟......... ہم کون ہوتے ہیں ایک کو حق پر

اور دوسرے کو باطل پر کہنے والے.......... ان کو ایک دوسرے سے اختلاف کرنے کا حق تھا.......... مگر ہمیں ان سے اختلاف کرنے کا حق قطعاً حاصل نہیں ہے.......... ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو بالکل اسی طرح برحق مانتے ہیں جس طرح سیدنا ابوبکر و عمر اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی خلافت کو برحق تسلیم کرتے ہیں.......... یقین جانئے ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو خلافت راشدہ ہی کا حصہ سمجھتے ہیں.......... ہاں جن جلیل القدر صحابہ کرام نے ان سے اس سلسلہ میں اختلاف کیا انہیں اس کا پورا پورا حق حاصل تھا.......... اور اس وجہ سے ان پر طعن و تشنیع اور الزام تراشی کرنا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا!

سیدنا علیؓ سے جنگ اور اگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اس لئے قابل ملامت ہیں کہ انہوں نے حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف لشکر کشی کی اور مقابلے میں آئے.......... تو میں کہوں گا کہ یہ "جرم" بھی صرف سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے سرزد نہیں ہوا..........

بلکہ ام المومنین صدیقۂ کائنات، حبیبۂ حبیب اللہ، مریم اسلام، محسنۂ ملت، عفیفۂ عالم، سیدہ عائشہ صدیقہ عتیقہ رضی اللہ عنہا بھی ایک عظیم لشکر کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف صف آرا ہوئیں تھیں.......... مگر کوئی اہلسنّت کہلانے والا اس بات پر ام المومنینؓ کو باغیہ اور فساد کی بانی کہنے کی جرأت نہیں کرتا اور ان سے نفرت کا اظہار نہیں کرتا.......... ان پر تنقید نہیں کرتا.......... انہیں مورد الزام نہیں ٹھہراتا۔

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ایک نجی محفل میں پوچھا تھا.......... کہ شاہ جی جس وقت حضرت علیؓ اور ام المومنینؓ کے لشکروں کے مابین لڑائی ہوئی.......... اگر آپ اس وقت ہوتے تو اپنے بابا سیدنا علیؓ کا ساتھ دیتے.......... یا اپنی ماں سیدہ عائشہؓ کے ہمراہ ہوتے..........؟

امیر شریعتؒ نے فرمایا! اگر میں اس وقت ہوتا تو جنگ ہونے بھی نہ دیتا ....میں اپنے بابا علیؓ کا ہاتھ پکڑ لیتا اور کہتا..........فاتح خیبر جیسے بہادروں کا کام نہیں عورتوں سے لڑنا..........اگر وہ میری بات نہ مانتے تو پھر میں کہتا.......... فرمانبردار بیٹوں کو زیب نہیں دیتا ماں سے لڑنا۔

(یہ بات مجھ تک امیر شریعتؒ کے ساتھی شیخ عبدالعزیز صاحب کے ذریعہ پہنچی)..........میں کہہ رہا تھا کہ جو کام ام المومنین نے کیا..........وہی کام سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے سرزد ہوا..........مگر آج موردِ الزام صرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ٹھہرایا جاتا ہے..........آخر کیوں؟

سادہ لوح اہلِ سنت جو دشمنان اصحاب رسول کے زہریلے پروپیگنڈے سے متاثر ہیں..........اور جو تاریخ کی تاریکیوں میں گم گشتہ راہ ہیں..........بڑے بڑے مفکرین اسلام، مکھی پہ مکھی مارنے کے عادی واعظین..........تاریخی علوم سے نابلد مقررین..........مطالعہ سے عاری خطباء..........سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس ''جرم'' کو بنیاد بنا کر طعن و تشنیع اور تنقید کی پٹاری کھول لیتے ہیں! آخر کیوں؟

سامعین گرامی قدر! اصل حقیت یہ ہے کہ ابتدائی تاریخ..........بنو عباس کے دور میں مرتب ہوئی..........اور بنو عباس بنو امیہ کا تختہ الٹ کر برسر اقتدار آئے تھے..........انہوں نے بنو امیہ کی تمام تر خوبیوں اور محاسن اور اسلام کے لئے ان کی لازوال خدمات..........اور فتوحات کی فراموش کر دیا..........اور بنو امیہ کی خامیوں اور کمزوریوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا..........یہ سب کچھ منافقین کی شہہ اور آرزو پر ہوا۔

بعد میں آنے والے لوگوں نے تاریخ کو وحی کا درجہ دیکر..........بغیر پرکھے جھوٹے، مجہول اور وضاع راویوں پر اندھا اعتماد کر کے ان روایات کو گلے کا ہار بنالیا

اور بنو امیہ اور اس خاندان کے افراد کو بدنام کرنے کے لئے کمر بستہ ہو گئے............
جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج کلمہ پڑھنے والے افراد کے دل و دماغ میں جو اہمیت بنو ہاشم کی ہے وہ اہمیت بنو امیہ کی نہیں ہے............ جو قدر و منزلت عام لوگوں کے ہاں بنو ہاشم کی ہے وہ قدر و منزلت بنو امیہ کی نہیں............ بعض بد بخت تو ایسے ہیں جو بنو امیہ سے بغض رکھنا ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں............ بنو امیہ کا نام آئے تو ان کے ماتھے پر ابھرنے والی شکنیں گنی نہیں جا سکتیں............ ان بد بختوں کے چہرے بنو امیہ کا نام سن کر مرجھا جاتے ہیں اور آنکھوں کی روشنی مدہم پڑ جاتی ہے

حالانکہ ضد و عناد اور تعصب کی عینک اتار کر ثابت و صداقت کی نظر سے دیکھیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور سے لیکر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحات تک............ اسلام اور اہل اسلام کے لئے بنو امیہ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں!

کیا کوئی ذی ہوش اور صاحب مطالعہ آدمی اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ مکہ مکرمہ کی زندگی میں............ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے میں ایذا پہنچانے میں زیادہ ہاتھ کس کا تھا؟ بنو ہاشم کا یا بنو امیہ کا؟............ اسلام اور بانی اسلام کا سب سے بڑا دشمن ابو جہل کس قبیلے سے تعلق رکھتا تھا؟............ ابولہب جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا ہے............ اس کا تعلق کس قبیلے سے تھا؟............ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ بنو امیہ کے سردار ابو سفیان کا گھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائے پناہ بنتا تھا۔

مشہور محقق ڈاکٹر حمید اللہ صاحب ؒ لکھتے ہیں کہ:

جب کبھی آوارہ لڑکے مکہ کی گلیوں میں آپ کو ایذا پہنچاتے تو اس وقت آپ ؐ ابو سفیان کے گھر میں پناہ لیتے تھے وہ آپ ؐ کو عزت

واحترام کے ساتھ بٹھا دیا کرتے تھے اور ابوسفیان اُن اشرار کو ڈانٹ کر بھگا دیا کرتے تھے، اکثر اوقات دارِ ابی سفیان آپؐ کے لئے دارالامان ثابت ہوا (خطبات بہاولپور ص: ۳۰۴)

ایک اور واقعہ سنیے اور فیصلہ کیجئے کہ بعثت کے ابتدائی دور میں نبیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ اور تکلیف کس نے پہنچائی؟ اور راحت وسکون کا سبب کون بنا؟

مکہ مکرمہ میں رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر مظالم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے.......... ایک دن بنو ہاشم کے سردار ابوجہل نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو اس وقت کم عمر بچی تھیں.......... ایک تھپڑ مارا.......... فاطمہؓ روتی ہوئی بابا کی خدمت میں آئیں اور ابوجہل کے اس ظالمانہ رویے کی شکایت کی.......... آپؐ نے اپنی لخت جگر کی بات کو سنا تو صدمے اور مظلومیت کے احساس سے آنکھیں ڈب ڈبا گئیں.......... کچھ دیر سوچنے کے بعد فرمایا.......... فاطمہ بیٹی! یہ بات اپنے چچا ابوسفیان کو بتاؤ.......... چنانچہ ابوسفیان سیدہ کی بات سن کی اور سیدہ کی معصوم آنکھوں میں آنسوؤں کی لڑی دیکھ کر پریشان اور غم زدہ ہو گئے.......... پھر اپنی جگہ سے اٹھے سیدہ کو دلاسہ دیا.......... فاطمہ کو ساتھ لیا اور ابوجہل کے ہاں پہنچے.......... فاطمہؓ سے کہا بیٹی ابوجہل کے چہرے پر پوری طاقت سے تھپڑ رسید کرو اور اپنا بدلہ چکا لو.......... ابوجہل غصے میں لال پیلا ہو گیا، مگر ابوسفیانؓ کی آنکھوں میں غضب کی چنگاریاں دیکھ کر خاموش ہو گیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے واپس آ کر خوشی خوشی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا قصہ سنایا.......... آپؐ بے حد خوش اور مسرور ہوئے اور مبارک ہاتھ دربار الٰہی میں اٹھا کر دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ لَا تَنْسَاهَا لِاَبِيْ سُفْيَانَ

اے میرے مولا! ابوسفیان کے اس نیک سلوک کو فراموش نہ کرنا۔

کچھ علماء نے کہا ہے کہ ابوسفیان کا اسلام اور ایمان امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی دعا کا ثمرہ اور نتیجہ ہے

(سیرت نبویہ از سید احمد زینی نقوش رسول نمبر مضمون ڈاکٹر حمید اللہ)

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بڑے داماد ابو العاص کو غزوہ بدر کے بعد فرمایا کہ میری بیٹی زینب کو مدینے بھیج دو............ابو العاص نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سیدہ "زینب" کو روانہ کر دیا............ چند شرارتی لوگ مزاحمت کرنے پر تیار ہو گئے............سیدہؓ کا راستہ روکا............ نیزے کے وار سے سیدہ زینبؓ کو زخمی کر دیا............ابوسفیانؓ کو جب اس زیادتی کی اطلاع ملی ....فوراً موقع پر پہنچے............سیدہ زینبؓ کو واپس مکہ مکرمہ لائے اور جب وہ صحت مند ہو گئیں تو عزت و آبرو کے ساتھ انہیں مدینہ منورہ روانہ کیا!

علاوہ ازیں انصاف و عدل کی نظر سے دیکھئے تو یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آتی ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چار بیٹیوں میں سے تین بیٹیوں کی شادیاں بنو امیہ کے گھرانوں میں کی تھیں اور صرف ایک بیٹی............سیدہ فاطمہؓ کی شادی بنو ہاشم قبیلے سے تعلق رکھنے والے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کی!

آپؐ نے اپنی بڑی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ابو العاص سے کی تھی جو بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔

آپؐ نے اپنی دوسری بیٹی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا جو بنو امیہ قبیلے کے ممتاز افراد میں سے ایک تھے!

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا............تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پریشان ہو گئے............رفیقۂ حیات کی جدائی اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتۂ دامادی کا ختم ہو جانا ان کے لئے سوہان روح بن گیا۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عثمانؓ! جبریل امین اللہ رب العزت کا پیغام لائے ہیں کہ میں اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم کا نکاح تیرے ساتھ کروں۔

اتفاق سے کچھ مدت کے بعد ام کلثوم کا انتقال ہوگیا............ تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا............ اے اہل تشیع کا کتاب شرح نہج البلاغہ ابن ابی حدید سے سنیے۔

زَوَّجْتُهُ ابْنَتَيْنِ وَلَوْ اَنَّ عِنْدِی ثَالِثَةً لَفَعَلْتُ قَالَ وَلِذٰلِكَ سُمِّیَ ذوالنُّورَيْن۔

(شرح نہج البلاغت ابن ابی حدید صفحہ ۴۶۲ جلد ۳)

میں نے اپنی دو بیٹیوں کی شادی عثمانؓ سے کی ہے اگر میری کوئی تیسری بیٹی بھی ہوتی تو اسے بھی عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔

(چونکہ عثمان کے نکاح میں آپ کے دو بیٹیاں تھیں) اس لئے عثمان کو ذوالنورین کہتے ہیں!

سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو دہرے داماد نبی ہونے کی وجہ سے افضل واعلیٰ سمجھتے تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بلوہ کے دور میں حضرت عثمان سے کہا:

وَ قَدْ رَأَيْتَ كَمَا رَأَيْنَا وَسَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا صَحِبْنَا وَمَا ابْنُ اَبِی قُحَافَةَ وَلَا ابْنُ الْخَطَّابُ اَوْلٰى بِعَمَلٍ مِنْكَ وَاَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ وَنِلْتَ مِنْ صِهْرِهٖ مَالَمْ يَنَالَا۔

(نہج البلاغۃ ص ۲۳۴ خطبہ ۱۶۴)

جو کچھ ہم نے دیکھا (عثمان) تم نے وہی کچھ دیکھا جو کچھ ہم نے سنا تم نے بھی وہی کچھ سنا جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ہم رہے ویسے ہی تم بھی رہے..........سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ عمل حق میں تجھ سے بڑھ کر نہیں..........

تم رشتے میں نبی اکرمؐ کے زیادہ قریب ہو اور دامادیٔ نبی میں تم اس مرتبے کو پہنچے ہوئے ہو جس مرتبے تک وہ دونوں نہیں پہنچے!

سامعین گرامی قدر! تجربے اور مشاہدے کی بات ہے..........اور ہر ذی ہوش سمجھ سکتا ہے کہ سسر اور داماد کا رشتہ انتہائی نازک رشتہ ہوتا ہے..........اگر انسان کی بیٹی داماد کے گھر میں تنگ ہو.......... اس کی زندگی اجیرن ہو.......... وہ خون کے آنسو روتی ہو اور ہر روز مرتی ہو.......... دکھ اٹھاتی ہو اور غم کھاتی ہو اور سکھ کے سانس نہ لیتی ہو.......... پھر غم پر غم کھا کر مر جائے تو کوئی شخص بھی اپنی دوسری بیٹی ایسے داماد کے نکاح میں دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا دوسری بیٹی..........اور پھر کہے کہ اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو تیرے نکاح میں دیتا چلا جاتا.......... یہ بات وہی سسر کہتا ہے جس کا سینہ داماد نے ٹھنڈا کیا ہو.......... معلوم ہوتا ہے سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے داماد ہونے کی حیثیت سے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کلیجہ اور سینہ اتنا ٹھنڈا کیا تھا کہ آپ یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں اور یکے بادیگر فوت ہوتی جاتیں تو میں تیرے نکاح میں دیتا چلا جاتا۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اگر بنو امیہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں ناپسندیدہ قبیلہ ہوتا تو آپ اپنی تین بیٹیاں اس قبیلے میں بیاہ کر نہ دیتے!

آئیے حقیقت کے آئینے میں دیکھتے ہیں کہ بنو امیہ کی اسلام کے لئے کتنی خدمات اور قربانیاں ہیں۔

مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو میٹھے پانی کا ایک ہی کنواں تھا جو ایک یہودی کی ملکیت تھا.............. وہ بد بخت کنویں کا پانی فروخت کرتا اور مسلمانوں کو تنگ کیا کرتا تھا۔

ایک دن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو اس کنویں کو خرید کر اسے عام لوگوں کے لئے وقف کر دے.......... جو ایسا کرے گا میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں.......... امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کی تعمیل کے لئے کون اُٹھا تھا؟.......... بنو امیہ کا ایک فرد سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ۔

آگے سنیے.......... مسجد نبوی کی جگہ تنگ پڑ گئی آپؐ نے اعلان فرمایا .... کون ہے جو مسجد نبوی کے ساتھ والی جگہ خرید کر وقف کرے تا کہ مسجد نبوی فراخ ہو جائے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں.......... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان پر لبیک کہتے ہوئے کون اٹھا تھا؟ بنو امیہ کا یا ایک جوان سیدنا عثمانؓ۔

میں کہاں تک بنو امیہ کی خدمات اور عظمتیں گنواؤں.......... فتح مکہ کے دن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.......... جو شخص اللہ کے گھر میں آجائے گا اُسے امن ہے.......... پھر فرمایا

مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ اٰمِنٌ (مسلم باب فتح مکہ)

جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا امن پا جائے گا..........

میں کہتا ہوں مکہ مکرمہ میں دوسرے قبیلوں کے لوگوں کے گھر بھی موجود تھے .... ہاشمیوں کے گھر بھی تھے.......... حضرت عباسؓ کا گھر، حضرت علیؓ اور ان کے بھائیوں کے گھر.......... مگر کسی کے گھر کو دار الامن قرار نہیں دیا.......... دار امن اگر کسی کے گھر کو قرار دیا تو بنو امیہ کے سردار ابو سفیان کے گھر کو قرار دیا!

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

ابوسفیان کے گھر کو دارالامن اس لئے قرار دیا گیا کیونکہ یہ گھر مکی دور میں آپؐ کے لئے امن کی جگہ بنتا تھا۔ (الاصابہ ۲ ص ۱۷۹)

نجران فتح ہوا تو آپؐ نے نجران کا پہلا گورنر بنوامیہ کے ایک سردار ابوسفیان کو بنایا اور فتح مکہ کے بعد مکہ مکرمہ کا گورنر بنوامیہ کے ایک نوجوان عتابؓ بن اسید کو مقرر فرمایا۔

(طبقات ابن سعد صفحہ ۴۴۶ جلد ۵، الاصابہ صفحہ ۴۵۱ جلد ۴) .

میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بنوامیہ قبیلے کے افراد کی اسلام کے لئے خدمات ناقابل فراموش ہیں.......... اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنوامیہ کے افراد پر مکمل اعتماد تھا..... .... اور یہ قبیلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب قبیلہ تھا ....جس قبیلے میں آپؐ نے تین بیٹیوں کی شادیاں کیں تھیں!

سامعین محترم! میں بیان کر رہا تھا کہ مؤرخین نے بنوعباس کے دور میں تاریخ مرتب کی.......... بنوعباس چونکہ بنوامیہ کے مخالف تھے.......... اس لئے انہوں نے بنوامیہ.......... اور بنوامیہ کے افراد کی کردارکشی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی.......... بنوامیہ کے محاسن اور خوبیاں بھلادی گئیں اور ان کی خامیاں مرچ مسالہ لگا کر.......... اور بڑھا چڑھا کر بیان کی گئیں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی چونکہ بنوامیہ سے تعلق رکھتے تھے.......... اس لئے ان کی کردارکشی کرنے میں اور ان کے خلاف طوفان بدتمیزی اٹھانے میں منظم طریقے سے تحریک چلائی گئی!

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جنگ کے باعث ان کی کفار سے لڑی جانے والی بیسیوں لڑائیوں کو فراموش کر دیا گیا

.........صرف جنگ صفین کو بنیاد بنا کر ان کی عظمت، وقار، علم وحلم، فہم وفراست، دانشمندی، اسلام دوستی اور دین کی خدمات سے دانستہ آنکھیں بند کر لی گئیں۔

ان کی صحابیت، کتابت وحی، پہلے اسلامی بحری بیڑے کا موجد ہونا، اور پہلے بحری لشکر کا قائد اور سالار ہونا.........ان سب فضائل ومناقب کو پس پشت ڈال دیا گیا۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کے ساتھ مؤرخین کی بے رخی، بے انصافی، ظلم وزیادتی اور غصہ وناراضی کا واحد سبب یہ ہے کہ ان کو جس عظیم المرتبت اور بزرگ ہستی سے اختلاف کی مجبوری پیش آئی وہ امیر المومنین، خلیفہ رابع، داماد نبی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی قدر ہے!

اور یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے ذاتی شرف، کمالات اور فضائل ومناقب کے اعتبار سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہر حال فوقیت رکھتے ہیں!

یقین جانئے! کہ جو عظمت ومقام اور امتیازی شان قسام ازل کی طرف سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی تھی ان کی برابری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کبھی بھی نہیں کر سکتے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بہت اونچے تھے.........بہت رفیع المرتبہ.........بہت بلند شان.........بہت ذی اکرام.........بہت عظیم، اعلیٰ، برتر، بالا قدر.........السابقون الاولون میں ان کا شمار ہوتا ہے.........ان کی عظمتوں پر اور ان کی رفعتوں پر فلک ہفتم بھی رشک کرتا ہوگا.........وہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب داماد اور چچا زاد بھائی تھے.........وہ بدر واحد کے غازی تھے.........خندق کے ہیرو اور یمن کے قاضی تھے.........علم وحلم کا دریا.........شرافت وسخاوت کی کان.........فہم وفراست کے مخزن.........وہ اس

وقت دامن اسلام سے وابستہ ہوئے جب اسلام قبول کرنے کی سزا موت تھی............ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین ساتھیوں میں سے تھے............ مہاجرین کے عظیم گروہ میں شامل تھے............ کہاں علیؓ اور کہاں معاویہؓ؟ دونوں کا کوئی تقابل ہی نہیں............ کہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ جو مفلسی، ناتوانی کسمپرسی، غربت، دکھ، مصائب اور مظلومیت کے وقت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور جانثار............ اور کہاں سیدنا معاویہ جو قوت وطاقت مل جانے کے بعد ساتھی بنے۔

اسی لئے امت کی نگاہوں میں جو مقام ومرتبہ............ جو عزت وعظمت اور رسوخ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے............ اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز داماد ہونے کے باعث جو رغبت ومحبت اور عقیدت وتعلق امت محمدیہ کے افراد کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے وہ کسی طرح بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔

مگر یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے............ اور اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی عظمت ورفعت کے اونچے درجے پر فائز ہیں............ وہ نہ صرف یہ کہ صحابی رسول ہیں بلکہ کاتب وحی کے مرتبے کے حامل ہیں............ اسلام کے محسن اور خال المومنین ہیں............ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی دعاؤں کے مصداق ہیں............ صاحب تدبر وفراست ہیں............ امام عادل وبرحق ہیں اور امیر المومنین ہیں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کوئی معمولی شخصیت نہیں کہ ان کے خلاف بے دریغ زبان چلائی جائے............ ان کی کردار کشی کے لئے مہم چلائی جائے............ ان کے خلاف طعن وتشنیع اور تنقید کی پٹاری کھول لی جائے............ تاریخ کی تاریکیوں میں گم ہو کر ان پر زبان طعن دراز کی جائے............

معاویہ ؓ کوئی عام اور معمولی درجے کی شخصیت نہیں .... بلکہ معاویہ ؓ کے علم وحلم........... فہم وفراست........... تدبر وتفقہ........... سیاسی بصیرت........... انتظامی قابلیت........... عسکری مہارت........... عالی ہمتی........... دین کے لئے ایثار وقربانی........... اور ان کی سرد نہ ہونے والی حرارت عمل نے انہیں اصحاب رسول کی مقدس جماعت کی صف اول میں لا کھڑا کیا ہے۔

میری اس گفتگو سے ثابت ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں شخصیتیں عظیم اور بلند مرتبہ ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بہر حال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مرتبے اور مقام میں بلند ہیں .... تو پھر ہم پر لازم ہے کہ دونوں کا یکساں احترام کریں........... ان میں سے کسی پر بھی زبان طعن دراز نہ کریں........... اور ان دونوں کو تنقید وتنقیص سے بالا تر سمجھیں۔

آخر ہماری حیثیت کیا ہے؟ کہ تقریباً چودہ صدیاں گذر جانے کے بعد امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک کو برحق اور دوسرے کو مجرم ثابت کرنے کے لئے عدالت سجائیں........... اور تاریخی واقعات اور حوالہ جات کو صحیفۂ آسمانی تصور کرلیں۔

سامعین گرامی قدر! یاد رکھیئے اور میری بات کو دل کی تختی پر لکھ لیجئے کہ اگر مسلمانوں اور کفار کے درمیان جنگ ہو........... تو بلاشک وریب یہ حق و باطل کا معرکہ ہوگا اور یہ کفر واسلام کی جنگ ہوگی

لیکن دو مسلمان جماعتوں کے درمیان منافقین کی پھیلائی گئی غلط فہمیوں کی وجہ سے تصادم ہوجائے تو یہ معرکہ حق و باطل کا معرکہ نہیں ہوگا........... اور یہ تصادم کفر و اسلام کا تصادم نہیں ہوگا۔

دونوں طرف یکساں وزن کے لوگ ہوں........... یا افضل ومفضول کا

مقابلہ ہو کسی صورت میں بھی یہ لڑائی اور یہ جنگ حق و باطل اور کفر و اسلام کا معیار نہیں بن سکتی............ مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ممکن ہے کہ دونوں جماعتیں عند اللہ برحق ہوں............ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک جماعت حق پر ہو اور دوسری جماعت اَحق پر ہو............ لیکن جنگ کے دوران اور جنگ کے بعد دونوں جماعتیں مسلمان اور مومن رہیں گی۔

قرآن مجید اس پر شاہد اور گواہ ہے

وَإِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ( )

اور اگر اہل ایمان کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں میں صلح کرادو اس آیت میں مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ کے لفظ پر غور فرمائیے............ آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائیگی کہ دو ایمان دار جماعتوں میں بھی جنگ ہو سکتی ہے............ اور اس جنگ اور باہمی لڑائی کے باوجود دونوں مسلمان اور مومن ہی رہیں گے۔

ایمان معاویہؓ بزبان علیؓ

آئیے ذرا دیکھیں کہ جس بنا پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو مطعون کیا جاتا ہے............ اور جس وجہ سے ان پر تنقید کی جاتی ہے کہ انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لشکر کشی کی تھی ، تو ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھ لیتے ہیں............ کہ اے داماد نبی! آپ ہی بتلائیے............ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے باوجود آپ کا نظریہ اور آپ کا خیال ان کے بارے میں کیا ہے؟............ کیا آپ ان کو مسلمان اور ایمان دار جانتے ہیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے اور اعلان کے بعد کسی مسلمان کہلانے والے کو............ اور کسی محب علی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف

بغض وحسد اپنے سینے میں پالے اور ان کے ایمان واخلاص میں شک کرے

.........اور ان کی خدمات کے بارے میں کسی شبہے میں مبتلا ہو!

آیئے میں آپ حضرات کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ اور اعلان سناتا ہوں:

جنگ صفین کے بعد کچھ بدبختوں نے اہل شام اور امیر شام سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک مراسلہ اپنے زیر حکومت علاقہ کے لوگوں کو روانہ فرمایا.........جس میں تحریر فرمایا:

وَكَانَ بَدْأُ أَمْرِنَا ....ہمارے معاملے کی ابتدا اس طرح

ہوئی کہ اِنِ الْتَقَيْنَا وَالْقَوْمُ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ ......

...... ہمارا اور اہل شام (یعنی معاویہؓ) کا مقابلہ ہوا۔.....

وَالظَّاهِرُ اِنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَنَبِيَّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتَنَا فِي الْاِسْلَامِ وَاحِدَةٌ۔

اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا رب ایک ہے ......ہمارا اور ان کا نبی بھی ایک ہے.........ہماری اور ان کی دعوت بھی ایک ہے

لَا نَسْتَزِيْدُهُمْ فِي الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَالتَّصْدِيْقِ بِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَسْتَزِيْدُوْنَنَا

اللہ رب العزت کے ساتھ ایمان لانے میں اور اللہ کے رسول کی تصدیق کرنے میں نہ ہم ان سے زیادہ ہیں اور نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں

وَالْاَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْهُ بُرَآءُ

(نہج البلاغت خطص ۵۸ ص ۴۴۸)

ہمارا اور ان کا دینی معاملہ ایک جیسا ہے صرف خون عثمان کے بارے میں ہمارا اور ان کا اختلاف ہوگیا ہے حالانکہ ہم خون عثمان سے بری ہیں۔

حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اس مکتوب گرامی کو آپ نے سنا............ ذرا اس پر غور و فکر فرمائیے:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے جیسا ایمان دار اور مخلص مسلمان سمجھ رہے ہیں............ بلکہ ان کے ایمان پر مہر تصدیق ثبت فرما رہے ہیں............ مگر افسوس اور تعجب ہے کہ آج سیدنا علیؓ کی محبت کا دم بھرنے والا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافر، منافق، فاسق، فاجر، باغی اور نہ جانے کیا کچھ کہتا اور لکھتا رہتا ہے!

کیا معاویہؓ پر تبرا کرنے والے نادان نے کبھی یہ غور نہیں کیا کہ جو فتویٰ معاویہؓ پر چپاں کیا جائے گا............ اور جو گالی معاویہؓ کو دی جائے گی............ اور ایمان و اخلاص کے معاملے میں جو الزام معاویہؓ پر عائد کیا جائے گا............ اس کی زد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آئیں گے............ کیونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہؓ کے ایمان کو اپنے ایمان جیسا قرار دیا ہے............ اور سیدنا معاویہؓ کے ایمان و اسلام کی شہادت دی ہے۔

معاویہؓ میرے بھائی ہیں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زبان مقدس سے ایک گواہی مزید پیش کرنا چاہتا ہوں ذرا توجہ سے سماعت فرمائیے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے موقع پر پوچھا گیا کہ جو لوگ آپ کے مقابلے میں آئے ہیں

أَمُشْرِكُوْنَ هُمْ........... کیا وہ مشرک ہیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَا وہ مشرک نہیں ہیں............

پوچھنے والے نے کہا:

أَمُنَافِقُوْنَ هُمْ...... تو کیا وہ منافق ہیں.........

حضرت علیؓ نے فرمایا:

لَا وہ منافق بھی نہیں ہیں.........

پوچھنے والے نے کہا:

پھر آپ کی نگاہوں میں ان کی حیثیت کیا ہے؟

جواب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هُمْ إِخْوَانُنَا بَغَوا عَلَيْنَا (منصف ابن ابی شیبہ ۴ ص ۱۰۱۳)

وہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف زیادتی کی ہے!

آپ تاریخ وسیرت اور احادیث کی کتب اٹھائیں اور پڑھیں.........آپ کی آنکھیں کھل جائیں گی کہ جولوگ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے قیدی بن کر حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان میں سے کسی کا انتقال ہوگیا.........تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ انہیں غسل دیا جائے اور کفنایا جائے.........پھر انہوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ دونوں لشکروں کے مقتولین کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

قَتْلَانَا وَقَتْلَاهُمْ فِي الْجَنَّةِ (منصف ابن ابی شیبہ ۴ ص ۱۰۳۶)

ہمارے لشکر کے مقتول اور معاویہؓ کے لشکر کے مقتول سب جنت میں جائیں گے۔

ان حوالہ جات سے.........اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ارشادات سے یہ بات روز روشن کی طرح نکھر کر سامنے آگئی کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر میں شامل افراد کو نہ مشرک سمجھتے تھے............نہ کافر جانتے تھے............اور نہ ہی منافق کہتے تھے............بلکہ وہ ان کو اپنا دینی بھائی سمجھتے تھے اور ان کو اپنے جیسا مومن مسلمان تسلیم کرتے تھے!

تصویر کا دوسرا رخ

آیئے اب میں آپ کو تصویر کا دوسرا رخ دکھاتا ہوں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ اختلاف کے باوجود ان کا کتنا احترام کرتے تھے اور ان کے بارے میں کس قدر حسن ظن رکھتے تھے

تاریخ اسلام کے اوراق میں آپ کو نظر آئے گا کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جنگ جاری ہے............منافقین کی شرارتوں، خباثتوں اور کارستانیوں کے نتیجے میں گھمسان کا رن پڑ رہا ہے............کہ اس دوران قیصر روم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاقے پر قبضہ کرنے کا خطرناک منصوبہ بنایا............اس کا خیال تھا کہ مسلمان آپس میں دست و گریبان ہیں اور مجھے اس سے زیادہ مناسب موقع پھر کبھی میسر نہیں آئے گا۔

اس نے سوچا کہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اندرونی طور پر سخت مشکل میں ہیں............ان کی حضرت معاویہؓ سے ٹھنی ہوئی ہے............میرے اس اقدام سے معاویہؓ بھی خوش ہوں گے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کے خطرناک اور زہریلے عزائم کی اطلاع ملی تو بے حد پریشان ہوئے............کیونکہ بیک وقت دو محاذوں پر جنگ لڑنا............اور دو محاذوں پر جنگ کا جاری رکھنا ان کے لئے بہت دشوار اور مشکل تھا

مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس پریشانی اور اضطراب کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی للکار نے دور کر دیا۔

قیصر روم کے اس ارادے کی اطلاع جب حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کو ہوئی

............تو وہ بے چین ہو گئے اور اسی وقت ایک خط قیصر روم کے نام تحریر فرمایا جس کے ذریعے انہوں نے قیصر روم کی غلط فہمیوں کو اس خوبصورتی کیساتھ دور کیا کہ خط لکھنے کا حق ادا کر دیا............ خط کیا تھا؟ ایک مؤثر ہتھیار تھا، پر مغز، مؤثر اور جلال سے بھر پور............ رعب و دہشت کا مجسمہ، جسے پڑھ کر قیصر روم کے حواس اڑ گئے اور اوسان خطا ہو گئے............ قیصر روم پر ایسی دہشت اور ایسا رعب طاری ہوا کہ اس کے قدم جہاں تھے وہیں رک گئے! امیر معاویہؓ کے خط کا مضمون اور طرز تحریر کس قدر ایمان افروز اور کفر سوز ہے یہ ایک الگ حقیقت ہے............ مگر خط کی ابتدا میں آپ نے جس تلخ و تیز اور رعب دار اور جلال سے بھر پور لہجے میں قیصر روم کو مخاطب کیا ہے وہ انداز اپنی جگہ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ کی عملی تصویر ہے

خط کے آغاز میں تحریر فرمایا:

وَاللّٰهِ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ وَلَمْ تَرْجِعْ اِلٰى بِلَادِكَ يَالَعِيْن

اے لعنتی انسان مجھے اپنے اللہ کی قسم ہے اگر تو اپنے ارادے سے باز نہ آیا اور اپنے شہروں کی طرف واپس پلٹ نہ گیا............ تو کان کھول کر سن!

لَاُصْلِحَنَّ اَنَا وَابْنُ عَمِّىْ عَلَيْكَ۔

پھر میں اور میرے چچازاد بھائی تیرے خلاف صلح کر لیں گے۔

وَلَاُخْرِجَنَّكَ مِنْ جَمِيْعِ بِلَادِكَ وَلَاُضَيِّقَنَّ عَلَيْكَ الْاَرْضَ بِمَا رَحُبَتْ۔

پھر تجھے تیرے ملک سے نکال دینگے اور زمین باوجود وسعت کے تم پر تنگ کر دیں گے

فَعِنْدَ ذٰلِكَ خَافَ مَلِكُ الرُّوْمِ وَانْكَفَّ۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۱۹ جلد ۸)

چنانچہ قیصر روم اس خط سے ڈر گیا اور اپنے ارادے سے رک گیا۔

سامعین گرامی قدر! اس سلسلہ میں .... میں ایک اور واقعہ آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اور پھر فیصلہ آپ پر چھوڑ دیتا ہوں کہ سیدنا معاویہؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کے باوجود ان کا کس قدر احترام کرتے تھے؟

امیر المومنین حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے .... اور یہ خبر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو وہ رونے لگے (حالانکہ اس وقت امیر معاویہؓ خود بھی شدید زخمی تھے)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس قدر غمگین اور پریشان دیکھ کر ان کی اہلیہ محترمہ نے کہا .... أَتَبْكِيهِ وَقَدْ قَاتَلْتَهُ ...... آج آپ ان کو رو رہے ہیں حالانکہ زندگی میں آپ ان سے لڑ چکے ہیں؟

حضرت معاویہؓ نے اہلیہ کو جواب دیتے ہوئے فرمایا

وَيْحَكِ إِنَّكِ لَا تَدْرِيْنَ مَا فَقَدَ النَّاسُ مِنَ الْفَضْلِ وَالْفِقْهِ وَالْعِلْمِ (البدایہ والنہایہ ۸ ص ۱۳۰)

افسوس ہے تم پر .... تمہیں پتہ نہیں کہ آج لوگ کتنے علم وفضل اور تفقہ سے محروم ہو گئے!

اس سلسلہ میں ایک بات مزید آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔

حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد .... ان کا ایک عزیز ترین شاگرد اور ساتھی ضرار صدائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا .... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار صدائی سے کہا کہ تم سیدنا علیؓ کے ہاں رہے ہو .... تم نے انہیں قریب سے دیکھا ہے .... ان کے کچھ

اوصاف وصفات ہمیں بھی بتاؤ۔

ضرار صدائی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا:

رَحِمَ اللهُ عَلِيًّا كَانَ وَاللهِ طَوِيْلُ السَّهَادِ قَلِيْلُ الرُّقَادِ يَتْلُوا كِتَابَ اللهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ۔

اللہ رب العزت سیدنا علیؓ پر رحم فرمائے اللہ گواہ ہے وہ بہت زیادہ جاگنے والے بہت کم سونے والے اور دن رات کے اکثر حصے میں قرآن کی تلاوت کرنے والے تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے یہ اوصاف سن کر امیر معاویہؓ رونے لگ گئے آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر ہوگئی اور ضرار صدائی سے کہنے لگے:..........

حَسْبُكَ يَا ضَرَارُ كَذٰلِكَ كَانَ وَاللهِ عَلِيٌّ رَحِمَ اللهُ أَبَا الْحَسَنِ۔ (الاستیعاب مع الاصابہ ۳ ص ۴۴ حلیۃ الابرار اص ۳۳۸)

ضرار بس کرو اللہ کی قسم علی ایسے ہی تھے اللہ ابوالحسن (علی) پر رحم کرے!

ان تمام حوالہ جات سے.......... اور ان تمام واقعات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین اختلاف کفر و اسلام اور حق و باطل کا اختلاف نہیں تھا۔

بلکہ شرارتی عناصر اور منافقین نے، دونوں لشکروں میں شامل ہو کر.......... ....ایک دوسرے کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلائیں تھیں جنہوں نے بعد میں جا کر جنگ کی صورت اختیار کر لی۔

مگر باوجود اس جنگ کے.......... اور باوجود اس لڑائی کے وہ ایک دوسرے کو مومن اور مسلمان سمجھتے تھے.......... ایک دوسرے کے مقتولین کو جنتی جانتے تھے.......... ان کے کفن دفن کا انتظام کرتے تھے.......... دشمنان

اسلام کے خلاف متحد تھے.......... اور قرآنی ارشاد رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کے مصداق آپس میں بھائی بھائی تھے۔

وہ ایمان واسلام کے معاملے میں اپنے آپ کو دوسرے پر فوقیت نہیں دیتے تھے.......... وہ سب ایک اِلٰہ کے ماننے والے اور ایک رسول کے امتی ونام لیوا تھے.......... وہ سب ایک ہی دین یعنی دین اسلام کے داعی تھے.......... وہ سب کفر سے نفرت کرنے والے تھے۔

ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے بغض نہیں تھا.......... عناد نہیں تھا.......... بلکہ وہ بھائی بھائی تھے.......... وہ ایک دوسرے کے اوصاف سن کر روتے اور ان کے اوصاف کی شہادت دیتے تھے!

ان تمام امور کی وضاحت کے بعد بھی.......... اگر کوئی شریف آدمی یہ پروپیگنڈا کرتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دشمن تھے.......... تو کیا وہ حقائق وشواہد کی تکذیب نہیں کر رہا؟ یقیناً ایسے نظریہ اور خیال والا شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حب دار نہیں ہوسکتا!

(وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن)

چھٹی تقریر

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۞ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰـكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۞ (البقرۃ)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔

سامعین محترم! گذشتہ خطبہ میں.......... بڑی تفصیل کے ساتھ میں نے امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دیا تھا

اعتراض یہ تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی نہ صرف یہ کہ بیعت نہیں کی............ بلکہ ان کے خلاف صف آرا ہوئے .... مجھے امید ہے کہ میرے تفصیلی جواب کو سن کر آپ حضرات کی تشفی اور تسلی ہوگئی ہوگی آج کے خطبہ میں............ میں چاہتا ہوں کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر ہونے والے ایک اہم اور بڑے اعتراض کا جواب عرض کروں .... اللہ رب العزت مجھے اس کی توفیق عطا فرمائے!

دشمنانِ اصحاب رسول کی طرف سے اور کچھ نام نہاد اہلسنّت کی جانب سے بھی حضرت امیر معاویہؓ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے خلافت کو موروثی بنانے کی ابتداء کی............ اور اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنا کر کنبہ پروری کا مظاہرہ کیا............ انہوں نے خلافت کو ملوکیت میں بدل دیا............ انہوں نے ذاتی اغراض اور ذاتی مقاصد کے لئے اپنے اس بیٹے کو ولی عہد بنایا جو اس عہدے کے لئے ہرگز مناسب نہیں تھا............ جو فاسق و فاجر تھا............ بے نماز اور شرابی تھا............ زانی اور کنجریوں کی محفلیں کروایا کرتا تھا............ اور پھر ظلم یہ کہ انہوں نے ایسے بدکردار بیٹے کی ولی عہدی کی بیعت دھونس، دھاندلی، اور جبر سے لی .... تلوار اور طاقت کے بل بوتے پر لی۔

اہلسنّت کے مدعی ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی ایک تحریر سنیے .... یوں گل افشانی فرماتے ہیں:

> امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی میں یزید کو ولی عہد نامزد کر دیا .... میں سمجھتا ہوں اور بلا تامل اس بات کا اقرار اور اعلان کرتا ہوں کہ سیدنا حضرت امیر معاویہؓ کی یہ دوسری زبردست لغزش اور ہولناک سیاسی خطا تھی جس نے تاریخ اسلام پر بڑے دور رس

نتائج مرتب کئے اور امت مسلمہ کے سیاسی تشخص کو خلافت سے اٹھا کر ملوکیت کی گود میں دھکیل دیا۔ (شہادت حسین ۱۳/۱)

مولانا مودوری صاحب کی ایک تحریر بھی سنئے:

یزید کی ولی عہدی کے لئے ابتدائی تحریک کسی صحیح جذبے کی بنیاد پر نہیں ہوئی تھی بلکہ ایک بزرگ (حضرت مغیرہؓ) نے دوسرے بزرگ (امیر معاویہؓ) کے ذاتی مفاد سے اپیل کرکے اس تجویز کو جنم دیا اور دونوں صاحبوں (حضرت مغیرہؓ اور حضرت معاویہؓ) نے اس بات سے قطع نظر کر لیا کہ وہ اس طرح امتِ محمدیہ کو کس راہ پر ڈال رہے ہیں، دوسرے یہ کہ یزید خود اس مرتبے کا آدمی نہ تھا کہ حضرت معاویہ کا بیٹا ہونے سے قطع نظر کرتے ہوئے کوئی شخص یہ رائے قائم کرتا کہ حضرت معاویہؓ کے بعد امت کی سربراہی کے لئے وہ موزوں ترین آدمی ہے۔ (خلافت وملوکیت ص ۱۵۰)

مولانا لعل شاہ بخاری کی ایک زہریلی تحریر میں گذشتہ خطبے میں آپ کو سنا چکا ہوں کہ:

ہمارے مطالعہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ ۴۱ھ میں مسند خلافت پر متمکن ہو کر عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہیں اور ۴۴ھ میں عصبیت مضر کی پشت پناہی میں اپنے بیٹے کو نامزد کر دیتے ہیں

(استخلاف یزید ص: ۳۱۶)

سامعین گرامی قدر! میرے پاس وقت نہیں کہ میں کچھ اور حضرات کے خیالات بھی آپ حضرات کے سامنے رکھوں .... جس میں ان حضرات نے شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی

اللہ عنہ کو اس لئے نشانہ بنایا ہے کہ انہوں نے یزید کی ولی عہدی کی بنیاد رکھی۔

حیرت اور افسوس ہے کہ اصحاب رسول میں سے معتبر ترین صحابہ کے بارے میں ایسی مضحکہ خیز، توہین آمیز بات کہی گئی جس کا تصور بھی کسی اہلسنت کہلانے والے سے ممکن نہیں .... یعنی یہ تجویز نیک نیتی اور اخلاص کے جذبے پر مبنی نہیں تھی .... بلکہ اس تجویز میں دونوں بزرگوں کا ذاتی مفاد اور خود غرضی شامل تھی (العیاذ باللہ) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کس پایہ کے صحابی تھے اور اسلام کے کس قدر خیر خواہ تھے............ یہ تو آپ میں سے اکثر حضرات جانتے ہیں۔

مگر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ............ (جنہوں نے یزید کو ولی عہد بنانے کی تجویز سب سے پہلے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھی تھی) کو اکثر لوگ نہیں جانتے کہ وہ کسی منصب اور مرتبے کے صحابی تھے اسی لئے وہ ان کی شان میں نازیبا قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

مشہور عالم دین، مناظر اسلام مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ہمارے بچپن میں عشرہ محرم میں ہمارے گھر مجلس ہوتی تھی۔ ہمارے بڑے بھائی صاحب تاریخ ابن خلدون سے حضرت حسینؓ کی شہادت کا بیان سناتے تھے جس میں حضرت مغیرہؓ کا ذکر بھی آتا تھا تو بعض بوڑھوں کا اُن کے متعلق یہ کہنا یاد ہے کہ ہاں شیرے کی بوند تو مغیرہؓ ہی نے لگائی تھی (یعنی فساد کا بیج تو انہوں نے ہی بویا تھا۔(العیاذ باللہ) (واقعہ کربلا ص ۲۳)

اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یزید کی ولی عہدی کی تجویز پیش کرنے والے حضرت سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا تعارف بھی کروا دوں تا کہ آپ ان کی عظمت و مقام اور مرتبے کا صحیح اندازہ کر سکیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے پانچ ہجری میں مسلمان ہو کر مہاجر بننے کا شرف حاصل کیا پھر چھ ہجری میں حدیبیہ کے مقام پر بیعتِ رضوان میں شامل ہونے کی انہیں سعادت نصیب ہوئی۔

بیعتِ رضوان میں شامل تقریباً چودہ سو افراد کے لئے اللہ کی آخری کتاب نے اعلان فرمایا:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح ۱۸)

یقیناً اللہ راضی ہوا ان مومنوں سے جب کہ وہ درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔

یہ ایسی بیعت تھی جو بیعت رضوان کے نام سے معروف ہوئی............ بیعت کرنے والے لوگ اصحاب رضوان کے نام سے پہچانے گئے............ جس درخت کے نیچے بیعت ہوئی وہ شَجَرَۃُ الرِّضْوَان کے نام سے مشہور ہوا!

ان بیعت کرنے والوں کے بارے میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَتَأَخَّرَ

(الاستیعاب صفحہ: ۲۵۰، جلد: ۱)

اللہ رب العزت نے اس بیعت میں شامل ہونے والے ہر شخص کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں!

اسی موقع پر مشرکین مکہ کا نمائندہ اور حضرت مغیرہؓ کا چچا عروہ بن مسعود ثقفی گفتگو کرتے ہوئے بار بار اپنا ہاتھ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی طرف بڑھاتا............ اس وقت حضرت مغیرہؓ آہنی خود پہنے اور تلوار لئے ہوئے آپ

کے قریب کھڑے تھے۔

عروہ بن مسعود کی توہین آمیز حرکت پر ہاتھ تلوار کی دھار پر مار کر بولے آئندہ اپنا ہاتھ آپ کی داڑھی مبارک تک نہ لانا ورنہ اس تلوار سے ہاتھ کاٹ کے الگ کردوں گا۔

فتح مکہ کے بعد طائف کے رہنے والے مسلمان ہوگئے تو طائف کے مخصوص بت لات کو توڑنے کے لئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا تو ان کی معاونت کے لئے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ بھیجا تھا

(الاصابہ صفحہ ۱۳۲ جلد ۶، مستدرک حاکم صفحہ ۴۴۷ جلد ۳)

غزوہ تبوک جسے اس سفر کی دشواری اور سختی کی وجہ سے غزوہ عسرہ بھی کہا جاتا ہے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اس غزوہ میں بھی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک سفر تھے۔

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو یہ امتیازی شرف بھی حاصل تھا کہ جب صحابہ کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو قبر منور میں اتار کر باہر نکلے اور مٹی ڈالنے لگے ....تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے دانستہ اپنی انگوٹھی قبر منور میں گرادی ....حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو فرمایا..........قبر میں اتر کر انگوٹھی اٹھالو۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ قبر مقدس میں اترے انگوٹھی اٹھائی اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کو ہاتھ لگایا، اور کہا مٹی ڈالو..........جب کچھ مٹی ڈالی جاچکی تو حضرت مغیرہؓ باہر نکلے۔

وہ لوگوں سے بطور فخر کہا کرتے تھے:

میں تم سب میں امام الانبیاء سے آخری بچھڑنے

والا ہوں۔ (طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۲)

سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ فہم و فراست میں .... عقل و دانش میں ......
......معاملہ فہمی میں، اور تدبیر و سیاست میں منفرد اور ممتاز مقام رکھتے تھے............
اور اپنی دانائی، عقلمندی، مدبرانہ صلاحیت کی بنا پر مغیرۃ الرائے کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ (الاصابہ تذکرہ مغیرہ بن شعبہ)

وہ بحرین، بصرہ اور کوفے کی گورنری پر فائز رہے۔ مؤرخین کا کہنا یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ تجویز حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ نے رکھی تھی ....اور یہ تجویز کسی نیک نیتی پر مبنی نہیں تھی بلکہ اپنی گورنری کو بچانے کے لئے تھی کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں گورنری سے معزول کر دیا تھا۔

مگر آپ یہ سن کر حیران ہو جائیں گے کہ یزید کی ولی عہدی کا معاملہ ۵۶ھ میں پیش آیا اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں ہو چکا تھا...... ......کمال ہے کہ وہ اپنی وفات سے پانچ یا چھ سال بعد اپنی گورنری کو قائم رکھنے کے لئے .... یزید کی ولی عہدی کی تجویز پیش کرنے کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے تھے۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے لکھا ہے:

حضرت مغیرہؓ کوفہ کے آخر تک گورنر رہے اور ۵۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۴۸ جلد ۸)

پھر یہ کہنا کہ انہوں نے اپنی گورنری کو بچانے کے لئے یزید کی ولی عہدی کی تجویز پیش کی تھی، اس لحاظ سے بھی غلط ہے کہ تاریخ کی کتب ظاہر کرتی ہیں کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ خود اپنے عہدے سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے مگر سیدنا معاویہ رضی اللہ

عنہ ان کے استعفٰی کو منظور کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔

(دیکھئے تاریخ طبری ۱۳۳۱ جلد ۵)

اگر ہم ان تاریخی حقائق کو جھٹلاتے ہوئے مان بھی جائیں کہ یزید کی ولی عہدی کی تجویز حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ہی پیش کی تھی............تب بھی ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ہم صحابیٔ رسول، ہجرت کے شرف سے مالا مال، اصحاب رضوان میں شامل، غزوہ تبوک کے غازی، صدیقؓ وفاروقؓ کے معتمد علیہ کو بے دھڑک مفاد پرست، خودغرض، گورنری کا حریص اور لالچی کے برے برے القاب سے یاد کریں۔

پھر عرب کے زیرک اور مدبر شخص کا مشورہ ایسا بے حیثیت اور حقیر نہیں ہے کہ اُسے جذباتی نعروں میں گم کر دیا جائے اور اُن پر تنقید کی پٹاری کھول لی جائے............حقائق چاہے کتنے ہی تلخ اور خلاف مزاج ہوں انہیں تسلیم کر لینے ہی میں عافیت ہوتی ہے............کوئی آندھی اس لئے نہیں رک سکتی کہ شترمرغ ریت میں منہ چھپالے۔

دو مسئلے | ولی عہدی کی تجویز حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے پیش فرمائی............یا کسی اور کے ذہن میں آئی............یا خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دماغ میں آئی ....اسے چھوڑیئے............غور اس بات پر فرمائیے کہ کیا خلیفۂ وقت اپنے بعد کسی کو............ اور خاص کر کے اپنے کسی عزیز کو، رشتے دار کو............ یا اپنے بیٹے کو ولی عہد بنا سکتا ہے یا نہیں! اور دوسرا مسئلہ تحقیق طلب یہ ہے کہ کیا یزید اس لائق تھا کہ اُسے ولی عہدی کے منصب پر فائز کیا جاتا؟............یا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے محض بیٹا ہونے کی وجہ سے یہ منصب یزید کو سونپ دیا!

پہلا مسئلہ: جہاں تک پہلے مسئلے کا تعلق ہے............اس کے متعلق امت کا

اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ خلیفہ وقت اگر کسی شخص کو اپنا ولی عہدی مقرر کرنا چاہئے تو اسے یہ اختیار حاصل ہے۔

قرآن وحدیث نے کہیں بھی اسے ممنوع نہیں ٹھہرایا............ اصحاب رسول اور سلف صالحین میں سے کسی کا مستند اور معتبر ارشاد پیش نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی امام اور خلیفہ اپنے بعد کسی کے لئے سفارش کر جائے یا اسے مقرر کر دے تو اس کی خلافت خلاف شرع ہو گی۔

مشہور حنبلی عالم قاضی محمد بن حسین الفراء فرماتے ہیں:

خلیفہ کے لئے یہ بالکل جائز ہے کہ وہ اپنے بعد کسی آدمی کو ولی عہد بنائے اس مسئلے میں ارباب حل وعقد کی موجودگی ضروری نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابو بکرؓ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ولی عہد مقرر فرمایا اور حضرت عمرؓ نے اپنے بعد خلافت کے لئے چھ صحابہ کی کمیٹی بنادی تھی اور یہ نامزدگی کرتے ہوئے انہوں نے ارباب حل وعقد کی موجودگی کو ضروری نہیں سمجھا۔ (الاحکام السلطانیہ صفحہ:۹)

مشہور مؤرخ ابن خلدون نے کس قدر کھری اور سچی بات فرمائی ہے:

امام کی حقیقت یہی ہے کہ وہ قوم کے دینی و دنیوی مصالح پیش نظر رکھتا ہے لہٰذا امام قوم کا بہی خواہ، مخلص ہمدرد اور محافظ ہوتا ہے اپنی زندگی میں کسی کو اپنا جانشین مقرر کرنا ولی عہدی ہے اور نامزد شخص کو ولی عہد کہا جاتا ہے، شریعت مطہرہ میں اجماع سے ولی عہدی کا جواز ثابت ہے اس سلسلے میں امام پر بدگمانی روا نہیں اگر چہ وہ اپنے باپ یا بیٹے ہی کو ولی عہد بنا جائے (مقدمہ ابن خلدون)

ابن خلدون مزید تحریر فرماتے ہیں:

اس عمل (ولی عہدی والا) کا جواز ثابت ہے کیونکہ حضرت ابو بکرؓ

نے اصحاب رسول کے اجتماع میں حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا جس کو تمام صحابہ نے جائز رکھا............اسی طرح حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے قبل ولی عہدی کے مسئلے کو چھ صحابہؓ کی صوابدید پر چھوڑ دیا............جنہوں نے بعد میں حضرت عثمان کو امیر المومنین چُن لیا............اب جس مجمع میں یہ مسئلہ انتخاب طے پایا اس میں وہ سب صحابہ موجود تھے جو شیخینؓ سے بیعت کر چکے تھے ان میں سے کسی نے اس مسئلہ ولی عہدی اور جانشینی پر اعتراض نہیں کیا بلکہ خاموش رہے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ باتفاق رائے اس طرح جانشینی کے جواز کے قائل تھے۔

(مقدمہ ابن خلدون ص ۲۴۰)

آپ میں سے ہر صاحب مطالعہ شخص جانتا ہے کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہلے پانچ خلفاء اور امیر المومنین گزرے ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان ذوالنورین، سیدنا علی بن ابی طالب، اور سیدنا حسن بن علی (رضی اللہ عنہم اجمعین) ان پانچوں کے تقرر کا طریقہ الگ الگ رہا ہے۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلیفۃ المسلمین کے لئے نامزد کر دیا اور پھر تمام صحابہ کرام نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ نامزد فرمایا ....اور حضرت عمر رضی اللہ نے عشرہ مبشرہ میں سے چھ آدمیوں پر مشتمل کمیٹی بنا دی کہ ان میں سے کسی ایک کو امیر المومنین بنا لیا جائے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت ہوگئی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدنا حسن بن علیؓ کو خلیفہ منتخب کرلیا گیا کچھ روایات اس طرح کی بھی ملتی ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی منشاء اور مرضی بھی یہی تھی کہ میرے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوں۔

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ (جن کی خلافت............خلافتِ راشد ہے اور وہ خلیفہ برحق تھے) انہوں نے اپنی مرضی سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد فرمادی اور وہ خود خلافت و امارت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوگئے!

حضرات گرامی قدر! ان پانچوں خلفاء کے اس عمل سے ثابت ہوا کہ خلیفۃ المسلمین کا تقرر یا تو اربابِ حل وعقد کے مشورہ سے ہوگا یا خود خلیفۃ المسلمین اپنے بعد خلافت کے لئے کسی کو نامزد کردے۔

یہ دونوں طریقے مستحسن اور ایک ہی درجے کے حامل ہیں............اگر یہ بات صحیح اور درست ہے تو مجھے یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ اگر سیدنا صدیق اکبرؓ حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کریں تو ان کی خلافت برحق اور صحیح ہوتی ہے............اور سیدنا علیؓ اپنے بیٹے حسنؓ کو نامزد فرمائیں تو ان کی خلافت بھی درست اور برحق ہوتی ہے............اور حیدر کرارؓ کا بیٹا سیدنا معاویہؓ کو خلیفہ نامزد کرے تو معاویہؓ کی خلافت برحق اور صحیح ثابت ہوتی ہے تو پھر کیا وجہ ہے؟ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) یزید کو نامزد کریں تو اس نامزدگی پر اعتراضات وشبہات کی بارش برسائی جاتی ہے۔

یہ قوم شعیبؑ کی طرح لینے کے بٹے اور............دینے کے بٹے اور............کیوں؟

دوسرا مسئلہ: اب مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد

واقعی خلافت کا اہل سمجھتے ہوئے مقرر کیا تھا............ یا محض محبت پدری کی بنا پر!

اس سلسلہ میں سچی بات اور مبنی بر حقیقت بات یہی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پوری دیانت داری اور نیک نیتی کے ساتھ اور دینی جذبہ کے ساتھ یہ سمجھتے تھے کہ یزید خلافت وامارت کا اہل ہے............ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کے عادات وخصائل سے آگاہ اور باخبر تھے............ اس کی بہادری وشجاعت و بسالت ان کے علم میں تھی............ وہ دیانت داری سے سمجھتے تھے کہ حکومت وخلافت نبھانے کے لئے جتنی خوبیاں درکار ہیں وہ سب یزید میں موجود ہیں۔

اس لئے انہوں نے ایک خطبے میں یوں فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ وَلَّيْتُهُ لِاَنَّهُ فِيْمَا اَرَاهُ اَهْلٌ لِذٰلِكَ فَاَتْمِمْ لَهُ مَا وَلَّيْتُهُ وَاِنْ كُنْتُ وَلَّيْتُهُ لِاَنِّيْ اُحِبُّهُ فَلَا تُتْمِمْ لَهُ مَا وَلَّيْتُهُ۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۸۰ جلد ۸)

اے میرے مولا! تو جانتا ہے، اگر میں نے یزید کو اس کی اہلیت وقابلیت کی وجہ سے ولی عہد بنایا ہے تو تُو میری اس تمنا کو اور اس کی ولی عہدی کو پورا فرما۔۔۔۔۔اور اگر میں نے اس لئے اس کو ولی عہدی بنایا ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے اور وہ میرا بیٹا ہے تو میری تمنا کو پورا نہ فرما۔

علامہ ذہبی اور علامہ سیوطی نے" امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس دعا کو ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے

وَاِنْ كُنْتُ اِنَّمَا حَمَلَنِيْ حُبُّ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ وَاَنَّهُ لَيْسَ لِمَا صَنَعْتُ اَهْلًا فَاقْبِضْهُ قَبْلَ اَنْ يَبْلُغَ ذٰلِكَ

(تاریخ اسلام ذھبی ۲۶۷ جلد ۲) تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۷)

اور اگر میں نے یزید کو ولی عہد اس لئے مقرر کیا ہے کہ بحیثیت باپ ہونے کے مجھے اس سے محبت ہے اور وہ اس منصب کے لائق نہیں ہے تو مقام خلافت تک پہنچنے سے پہلے اسے موت کی نیند سلا دے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دعا کے الفاظ پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کیجئے.......... وہ جمعۃ المبارک کے خطبے میں اپنے بیٹے کے لئے کس قسم کی دعا مانگ رہے ہیں.......... اگر یزید اس منصب کے لائق نہیں تھا.......... اور امیر معاویہؓ نے محض پدری محبت سے مغلوب ہو کر اسے ولی عہد نامزد کر دیا تھا.......... تو وہ اپنے بیٹے کے لئے قبولیت کی گھڑی میں ایسی دعا مانگ سکتے تھے؟.......... کوئی باپ بھی اپنے لخت جگر کے لئے ایسی بد دعا نہیں کر سکتا!

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس دعا کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے اور یہ نظریہ رکھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو باوجود نااہل ہونے کے محض شفقت پدری کی بنا پر.......... کنبہ پروری کرتے ہوئے.......... اور اپنے ذاتی مفاد کے لئے ولی عہدی نامزد کیا تھا.......... تو یہ اتنی بے باکی اور گستاخی کی بات ہے، جس کا تصور بھی ہم نہیں کر سکتے۔

حضرت مدنیؒ کا نظریہ

شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہؓ کا یہ فعل کیا غیر مستحسن نہیں کہ انہوں نے یزید جیسے فاسق و فاجر کو خلافت کے لئے نامزد فرمایا...... حضرت مدنی رحمۃ اللہ نے جواب ارشاد فرماتے ہوئے پہلے چند مقدمات کا تذکرہ فرمایا.......... جن میں اصحاب رسول کے مرتبے خصوصاً امیر معاویہؓ کے مرتبے کا تذکرہ فرمایا پھر اصل سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا:

اگر بالفرض تسلیم کرلیا جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خواہش یا سعی اس کے لئے ہوئی تھی تو جب کہ حسب شروط صلح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ ان کی وفات ہوچکی تھی تو پھر اب ان عہود و مواثیق کی رعایت باقی ہی نہیں رہی تھی جو کہ بحیثیت صلح ضروری تھیں۔ اب اپنے اعتبار اور رائے پر عمل کرنا رہ گیا تھا ان کی وہ رائے کہ مستحق خلافت وہ شخص قریشی ہوسکتا ہے جس میں مادی قوت اور حسن تدبّر ہو اور یہ امر آج بنی امیہ میں عموماً اور یزید میں خصوصاً موجود ہے، یزید کو متعدد معارک جہاد میں بھیجنے اور جزائر بحر ابیض اور بلاد ہائے ایشیاء کو چک کے فتح کرنے، حتیٰ کہ خود استنبول (قسطنطنیہ) پر بڑی بڑی افواج سے حملہ کرنے وغیرہ میں آزمایا جا چکا تھا، تاریخ شاہد ہے کہ معارک عظیم میں یزید نے کار ہائے نمایاں انجام دیئے تھے.......... ایک وہ شخص جو کہ فقیہ فی الاسلام ہے حسب دعوات مستجابہ ہادی اور مہدی ہے۔

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ الخ کا مصداق وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ کا مظہر...... كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اور اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ الحدیث، اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضاً مِنْ بَعْدِيْ وغیرہ احادیث کا مورد ہے۔ (یعنی امیر معاویہؓ) کیا وہ کسی مجاہر بالفسق والعصیان کو عالم اسلامی کی رقاب اور اموال وغیرہ کا ذمہ دار کرسکتا ہے؟

(مکتوبات ۲۴۲ جلد ۱)

عجیب لطیفہ یزید کی ولی عہدی پر اگر میں اعتراض کروں کہ سیدنا معاویہؓ نے اپنے بیٹے کو حکمرانی کے لئے نامزد کر دیا.......... تو یہ اعتراض شاید کسی حد تک لائق توجہ ہو.......... مگر ان لوگوں کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں جن کے ہاں امامت وخلافت ہے ہی موروثی.......... بھلے مانسو تمہارے ہاں تو باپ کے بعد بیٹا ہی امام اور خلیفہ بنتا ہے.......... پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ.......... ان کے بعد ان کے بڑے فرزند ارجمند سیدنا حسن رضی اللہ عنہ.......... پھر ان کے بھائی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ.......... پھر ان کے بیٹے سیدنا زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ.......... پھر ان کے فرزند حضرت محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ.......... پھر ان کے فرزند حضرت جعفر صادقؒ.......... پھر حضرت جعفر صادقؒ کے بیٹے موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ.......... پھر ان کے بیٹے حضرت علی رضا رحمۃ اللہ علیہ.......... پھر ان کے فرزند حضرت محمد تقیؒ پھر حضرت محمد تقیؒ کے بیٹے اور گیارہویں امام حضرت حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ.......... پھر بقول ان کے حسن عسکری کے بیٹے محمد مہدی جو عراق کی ایک غار سُرَّ مَنْ رَاہ میں چھپے ہوئے ہیں اور قیامت سے پہلے ظاہر ہونگے.......... محمد مہدی کو قائم آل محمد کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے.......... انہیں امام منتظر بھی کہا جاتا ہے مگر.......... مخالفین کا کہنا یہ ہے کہ حضرت حسن عسکری لاولد تھے اور امامت چونکہ موروثی ہے اس لئے غار کا قصہ ایجاد کیا گیا۔

لطف اور تعجب کی بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے مذہب، مسلک میں امامت وخلافت موروثی ہے.......... اور خاندانِ علیؓ سے باہر یہ منصب کسی کو عطا نہیں ہو سکتا.......... وہ لوگ معترض ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے اپنے بعد اپنے بیٹے کو حکمرانی کے لئے کیوں نامزد کیا؟

آئیے انصاف کی نظر سے دیکھیں اور ضد و عناد سے کنارہ کش ہو کر دیکھیں کہ باپ کے بعد بیٹا............ یہ کام سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا یا یہ کام اس سے پہلے حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کر چکے تھے۔

اہل تشیع کی معتبر کتاب ''کشف الغمہ'' میں ہے............ شیخ مفید کی ''الارشاد'' میں ہے ''اعلام الوریٰ'' طبرسی کی دیکھئے اور ''امالی'' شیخ طوسی کو پڑھئے............ ان سب میں موجود ہے کہ:

اِنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ اَوْصٰی بِھَا اِلَیْہِ وَاَفَاضَ رِدَاءھَا فَھُوَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَسْئَلَۃُ اِجْمَاعٍ وَقَدْ سَلِمَ الْمُدَّعٰی اِمَامَتَہٗ عَنِ النِّزَاعِ (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ صفحہ ۵۳۱ جلد ۱)

سیدنا علیؓ نے اپنی زندگی میں ہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی اور ولی عہد بنا دیا اور خلافت کی چادر ان کو پہنا دی لہٰذا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت ایک اجماعی مسئلہ ہے اور تمام طرح کے تنازعات سے پاک ہے۔

سُنّتِ مُعاویہؓ

جو حضرات چاہے ان کا مسلک کوئی سا ہو............ اس بات پر معترض ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو ولی عہد بنا کر غلط قدم اٹھایا اور (العیاذ باللہ) کنبہ پروری کا مظاہرہ کیا............ انہیں ایسا کام نہیں کرنا چاہئے تھا............ وہ حضرات سیدنا معاویہ کی اس ''غلط روش اور ناجائز طریقے'' کو ختم کرنے اور مٹانے کے بجائے سنت معاویہؓ پر بڑی سختی سے عمل پیرا ہیں............ ظاہری طور پر وہ لوگ اس طریقے کی مخالفت کرتے ہیں............ مگر عملی طور پر اسے گلے کا ہار بنائے ہوئے ہیں اور سنتِ معاویہ کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں! سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس عمل اور اس فعل کے بعد جتنی حکومتیں آئیں............ ان میں سے اکثر حکمران

اسی طریقے پر قائم رہے!

حکومت و سلطنت کے علاوہ جتنے مشائخ عظام ہوئے ہیں .... اور آج جتنی خانقاہیں، آستانے، دربار اور گدیاں موجود ہیں .... وہ سب کے سب سیدنا معاویہؓ کی اسی سنت پر عمل پیرا ہیں! ہر خانقاہ اور ہر گدی پر باپ کے بعد بیٹا ہی بیٹھا ہے چاہے وہ اس منصب کی اہلیت رکھتا ہو یا علم و عمل سے عاری ہی ہو!

پھر علماء کرام کو دیکھئے .... ہر بڑی چھوٹی مسجد کا خطیب .... اور ہر ادارے اور مدرسے کا مہتمم اس مسجد کی خطابت کا انتظام اور مدرسے کے اہتمام کا نظام باوجود اس کے کہ افضل و لائق افراد موجود ہوتے ہیں اپنے بیٹے ہی کے حوالے کرتا ہے اگرچہ بیٹا بقول علامہ اقبال مرحوم .... 'زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن' کا پوری طرح مصداق ہو!

پھر اکثر سیاسی و مذہبی جماعتوں میں بھی موروثیت اور سنتِ معاویہ کی یاد کبھی کبھی تازہ کر لی جاتی ہے!

میں کہتا ہوں! اے پیران عظام اور مشائخِ کرام .... اور اے علماء کرام اور خطباء .... تمہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر تنقید نہیں کرنی چاہئے بلکہ تمہیں تو چاہئے کہ سیدنا معاویہؓ کو دعائیں دو کہ تمہارے موروثی عمل کے لئے کوئی دلیل، تو وہ چھوڑ گئے .... حالانکہ ان کا عمل سولہ آنے درست، اور تمہارے موروثی فیصلے ایک سو ایک فیصد غلط ہوتے ہیں!

ولی عہد کیوں بنایا؟

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد کیوں بنایا؟ ولی عہد بنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ کن وجوہات کی بنا پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ مشکل فیصلہ کرنا پڑا ان کی مجبوریاں اور اُن کی سوچ کیا تھی؟

اس پر مختصر سی گفتگو کریں تاکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا دامن آئینے کی طرح

صاف اور شفاف نظر آئے:

مگر بات کو آگے بڑھانے سے پہلے ذرا ماضی میں جھانکئے کہ خلیفہؓ ثالث دوہرے داماد نبی، امام مظلوم، امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی المناک اور دردناک شہادت کے بعد امت مسلمہ کی باگ ڈور اور حکومت وخلافت کی ذمہ داریاں امیر المومنین حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جیسے رفیع المرتبت، عظیم الدرجہ، عادل ومنصف، زاہد ومتقی، شجاع وبہادر، دلیر وبے باک، عالم وفاضی .... پروردۂ نبوت .... امت کی قابل فخر ہستی کے ہاتھ آئیں .... مگر وہ بھی باوجود عالی مرتبہ اور علو ہمتی کے ان رونما ہونے والے مخدوش حالات اور ناساز گار ماحول پر کنٹرول نہ کر سکے .... بہادر وشجاع اور دلیر وغازی علیؓ بھی حالات کے سامنے بے بس نظر آتے تھے۔

دیکھتے ہی دیکھتے ایک مسلمان کا ہاتھ دوسرے مسلمان کے گریبان تک جا پہنچا .... جو تلواریں کبھی مشرکین وکفار پر بجلی بن کر چمکتی تھیں وہ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف بے نیام ہوئیں .... جو لوگ کبھی مخالفین اسلام کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتے تھے وہ ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہو گئے! تلواریں آپس میں ٹکرائیں، نیزے لہرائے .... لڑائیاں ہوئیں اور مسلمانوں کا خون بے دریغ بہنے لگا۔

امیر المومنین حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ساڑھے چار سالہ دور خلافت میں بدامنی، آپس کی ناچاقیوں اور اختلاف کی وجہ سے ایک انچ زمین بھی فتح نہ ہو سکی .... اسلام کے پھیلنے اور کامیابیوں کے راستے مسدود ہو گئے۔

امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی المناک اور مظلومانہ شہادت کے بعد مسلمانوں کو امن، اطمینان اور سکون کا سانس نصیب نہیں

ہوا............بے اطمینانی اور خوف کا غلبہ رہا اور سکون اور چین ان سے چھن گیا۔

آپ تاریخ و سیرت کے موضوع پر فریقین کی کتب کا مطالعہ فرمائیں ....تو آپ پر روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ جوں ہی حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لائق ترین فرزند ارجمند نے قربانی وایثار کی لازوال داستان رقم کرتے ہوئے............اور اپنی قائم شدہ حکومت و خلافت سے دستبردار ہوتے ہوئے ....سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی اور پورے عالم اسلام کی حکومت و امارت رضا کارانہ طور پر............اور امت کی خیر خواہی کے جذبے سے ان کے سپرد کر دی............تو فوراً ہی امن و آشتی کا دور لوٹ آیا............منافقین کے عزائم پر اوس پڑ گئی............دکھ کی جگہ سکھ نے لے لی، غموں کی جگہ خوشیوں نے اور خوف کی جگہ اطمینان نے لے لی............مسلمانوں کی آپس کی شکر رنجیاں اور غم و غصہ کافور ہو گیا اور محبت و الفت نے دلوں میں گھر کر لیا............انتشار و افتراق کی جگہ اتحاد و اتفاق نے لے لی............ایک دوسرے سے معاونت و موافقت کے جذبات ابھرنے لگے............آپس کی ناراضیاں اور رنجیدگیاں ہمدردیوں اور غم گساریوں میں بدلنے لگیں............فتوحات کا سلسلہ پھر سے شروع ہوا............بحری اور بری لشکروں کی کامیابیوں کا لامتناہی سلسلہ جاری ہو گیا۔

پرچم اسلام مختلف علاقوں میں لہرانے لگا............کلمہ توحید سربلند ہوا............افریقہ و یورپ کے دروازوں پر اسلام نے دستک دی............اسلامی لشکروں نے سمندروں کے رُخ موڑ دیئے اور طوفانوں کے زور توڑ دیئے۔

میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت و امامت پر انتہائی فراست و دانائی، تدبر و حکمت، علو ہمتی اور عدل و انصاف کے ساتھ فائز رہے............مملکتِ اسلامیہ کے تمام صوبوں میں حالات بے حد سازگار اور

حوصلہ افزا رہے۔

امیر المومنین حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عمر کے اس حصے کو پہنچے جب بڑھاپا غالب آنے لگا، طاقتیں ڈھلنے لگیں، قوتیں جواب دینے لگیں اور اعصاب کمزور پڑنے لگے .... تو انہوں نے سوچا کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی المناک اور دردناک شہادت کے بعد دشمنانِ اسلام یہود اور دشمنانِ دین منافقین کی شرارتوں، خباثتوں اور سازشوں کی وجہ سے ملک کے حالات اس حد تک بگڑ گئے تھے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جیسا نڈر، بے باک، شجاع و بہادر صحابیؓ رسول بھی ان پر قابو نہ پاسکا .... اور اُن کی خلافت کے زمانے میں امت منافقین کی سازشوں کی وجہ سے انتشار و افتراق کا شکار رہی .... فتوحات کا سلسلہ رک گیا .... کامیابیوں کے راستے منقطع ہو گئے .... اور کفر اپنے گھر میں اطمینان اور بے خوفی سے پروان چڑھتا رہا .... پھر اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے میرے دور حکومت و خلافت میں امن و آشتی، اطمینان و سکون اور محبت و الفت کا دور شروع ہوا .... تمام مسلمان ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو گئے .... فتوحات و کامیابیوں کا سلسلہ پھر سے جاری و ساری ہوا .... کفر پر پھر زمین تنگ ہونے لگی .... کفار و مشرکین اپنے اپنے علاقوں میں ہمارا نام سن کر کانپنے لگے .... اسلام پھیلنے لگا .... ہم نے یہود و نصاریٰ کو لوہے کے چنے چبوا دیئے اور مونگ ان کے سینوں پر دَلنے لگے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بہت دور رس نگاہ رکھنے والے مدبر تھے .... وہ بارش کو زمین پر پڑنے کے بعد نہیں بادلوں میں دیکھ لینے کے عادی تھے .... وہ انتہائی زیرک اور معاملہ فہم شخص تھے .... وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ یہود کا ذہن بے حد سازشی ہے .... وہ گرم جنگ میں شکست کھانے کے

بعد سرد جنگ لڑنے سے گریز نہیں کریں گے............ وہ اسلام سے اور مسلمانوں سے بدلہ چکانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے اور موقع ملتے ہی اپنی تدبیروں اور سازشوں سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف اور پھوٹ کا بیج بونے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اگر میں نے اپنی زندگی ہی میں مسلمانوں کی خلافت و امامت کا مسئلہ حل نہ کر دیا............ اور اپنی جگہ کسی کو ولی عہد نہ بنا دیا تو میرے بعد خلافت و امارت کے مسئلے پر ایک دفعہ پھر شدید جھگڑا کھڑا ہو جائے گا............ اور تاج و تخت کی خاطر تلواریں بے نیام ہو جائیں گی اور سازشی یہود اور مکار منافقین اس مسئلے کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کو آپس میں لڑوا دینگے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذہانت و بصیرت اور دوررس نگاہ نے یہ دیکھ لیا تھا کہ اگر کل کا انتظام آج نہ کیا گیا............ اور آنے والے سیلاب کے لئے ابھی سے بند نہ باندھے گئے تو اسلام کی یہ خون پسینہ ایک کر کے قائم کی ہوئی سلطنت ہولناک خانہ جنگیوں سے پارہ پارہ ہو جائے گی............ اور وہ تمام اسلام دشمن طاقتیں جو نہ جانے کب سے بدلہ چکانے کے لئے پر تولے بیٹھی ہیں وہ موقع ملتے ہی اسلامی سلطنت کو دبوچ لیں گی............ اور مسلمان جو بڑی مشکل اور مشقت سے ایک مرکز اور ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوئے ہیں ان میں یہود و منافقین پھوٹ ڈالنے میں کامیاب ہو جائیں گے............ اور مملکت اسلامیہ کے حالات اُن حالات سے بھی برے ہو جائیں گے جو خلیفہ ثالث امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد رونما ہوئے............ کیونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تو حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ جیسے عظیم المرتبہ، عالی مقام، زیرک اور بہادر لوگ موجود تھے جو آج اس دنیا میں موجود نہیں ہیں!

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اگر میرے بعد خلافت وامارت کے مسئلے پر اختلافات رونما ہوئے اور یہود ومنافقین اپنی خباثتوں اور سازشوں میں کامیاب ہو گئے تو مسلمان ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہوں گے ....فتوحات کا سلسلہ رک جائے گا، کفر کے گھر گھی کے چراغ جلیں گے اور اسلام منہ چھپاتا پھرے گا۔

اس لئے انتہائی ضروری ہے کہ میں اپنی زندگی میں کسی شخص کو اپنا ولی عہد بنا دوں ....تاکہ میرے بعد وہ ولی عہد سلطنت اسلامیہ کا حکمران بنے اور مسلمانوں کو اس مسئلے میں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔

تعجب اور حیرت کی بات ہے ....کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اپنی زندگی میں ولی عہد بنانا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی غلطی اور زیادتی تھی۔

میں کہتا ہوں اُن حالات میں ماضی قریب کو دیکھتے ہوئے اور مستقبل پر نظر رکھتے ہوئے ....ولی عہد بنانے کا فیصلہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حسن تدبر، فہم وفراست، سیاسی بصیرت، بیدار مغزی، عقلمندی اور عالی ہمتی کا منہ بولتا ثبوت ہے!

معاویہؓ! میں تیرے تدبر پر قربان کہ تو نے آنے والے حالات کا اندازہ کر کے پہلے ہی ان کا سد باب کر دیا۔

معاویہؓ! تیری فراست ایمانی کو سلام کہ تو نے مستقبل میں پیدا ہونے والی خلیج کو حائل ہونے سے پہلے بند کر دیا۔

معاویہؓ! میں تیرے عزم کی پختگی پر نثار کہ تو نے یہود ومنافقین کی سازشوں اور تدبیروں کو خاک میں ملا دیا۔

معاویہؓ! اب بھی جو شخص تیرے تدبر، تیری سیادت، تیری بصیرت، تیری

دانائی، تیرے فہم، تیرے علم، تیرے حلم، تیری دوررس نگاہ، تیری بیدار مغزی، تیری اسلام دوستی اور کفر دشمنی میں شک اور تردد کرے............ وہ ضد اور ہٹ دھری کے شکنجے میں پھنسا ہوا ہے............ اللہ رب العزت اسے حقائق کو تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

سامعین گرامی قدر! ہر قسم کے تعلق اور تمام تر تعصب اور ضد وعناد اور ہٹ دھرمی اور دھڑے بندی سے کنارہ کش ہو کر............ ایک نظر خدارا پھر ان سیاسی، معاشرتی، سماجی اور عوامی حالات پر ڈالئے جو سیدنا امیر معاویہؓ کے دور میں اور سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد رونما ہوئے۔

ایسے حالات میں مشہور صحابی رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (بشرط صحت روایت) کا مشورہ یا امیر معاویہؓ کا اپنا خیال ایسا بے حیثیت اور حقیر نہیں ہے کہ اسے جذباتی نعروں میں گم کر دیا جائے اور بلا سوچے سمجھے انہیں مفاد پرست اور اقتدار کا حریص کہہ دیا جائے۔

وہ مشورہ اور خیال یہ تھا کہ ولی عہد کے منصب کے لئے یزید سے بڑھ کر دوسرا کوئی شخص مناسب نہیں ہوگا۔

وہ اچھی طرح جانتے اور سمجھتے تھے اور یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ ان کے سامنے روشن تھی کہ موجودہ مسلمان بنو امیہ کے علاوہ کسی اور کی خلافت وامارت پر متفق نہیں ہو سکتے۔

میں پیچھے بیان کر آیا ہوں کہ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو ولی عہد اس بنا پر نہیں بنایا تھا کہ وہ ان کا بیٹا تھا اور شفقت پدری سے مجبور ہو کر انہوں نے یہ منصب یزید کے حوالے کر دیا۔ امیر معاویہؓ کی ایک دعا جو انہوں نے خطبے میں مانگی تھی کہ (اگر میں نے یزید کو اس لئے ولی عہد بنایا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو مولا اسے اس

منصب پر پہنچنے سے پہلے موت کی نیند سلا دے) کو ذہن میں رکھ لیا جائے۔ بلکہ انہوں نے یزید کو ولی عہد اسکی اہلیت اور قابلیت کو دیکھتے ہوئے مقرر کیا تھا............ پھر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا امت کے حق میں خیر خواہی اور ایثار کا جذبہ تھا کہ انہوں نے یزید کی ولی عہدی کا فیصلہ خود نہیں فرمایا............ صرف دمشق کے لوگوں سے نہیں کروایا بلکہ مملکتِ اسلامیہ کے تمام صوبوں کے اربابِ حل وعقد کے سامنے رکھنے کا فیصلہ کیا۔

کیا آپ نہیں جانتے کہ کسی شخص کو خلیفہ چننے کے لئے یا ولی عہد مقرر کرنے کے لئے مملکت کے تمام صوبوں کے نمائندوں کو کوئی اختیار نہیں ہوتا............ جب تک مدینہ منورہ مرکز خلافت تھا تو خلیفہ کے چناؤ کی ذمہ داریاں وہاں کے اربابِ حل وعقد کے کاندھوں پر تھی۔

پھر جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کوفہ مرکز خلافت بنا .... تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کوفہ کے ارباب حل وعقد کے مشورہ سے امیر المومنین بنے............ دوسرے صوبوں سے اس سلسلے میں رائے نہیں لی گئی............ ہاں بعد میں دوسرے صوبوں کے لوگوں نے خلافتِ سیدنا حسنؓ کو قبول کیا۔

اب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں دمشق مرکز خلافت تھا............ تو ولی عہد یا خلیفہ کا تقرر اور نامزدگی دمشق کے اربابِ حل وعقد کی رائے اور مشورے سے ہو سکتی تھی۔

مگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وسعتِ قلبی اور فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے فرمایا کہ جب تک تمام صوبوں اور تمام علاقوں کے نمائندہ افراد یزید کی ولی عہدی کو منظور نہیں کرتے اس وقت تک میں اسے ولی عہد مقرر نہیں کرسکتا! چنانچہ مختلف صوبون سے اربابِ علم و دانش اور صاحبِ اقتدار حضرات کو بلایا گیا اور ان کے

سامنے مسلمانوں کے مستقبل کی صورت حال رکھی گئی کہ مسلمانوں کے درمیان آئندہ جنگ، خون ریزی اور اختلاف و انتشار کے سد باب کے لئے کیا اقدام کرنے چاہئیں اور کیا یزید کو ولی عہد مقرر کرنا درست قدم ہوگا یا نہیں؟

تو تمام نمائندوں نے اور صوبوں کے گورنروں نے بشمول عراق کے نمائندے احنف بن قیس رضی اللہ عنہ .... سب نے یہی رائے دی کہ اس وقت چونکہ عالمِ اسلام پر بنوامیہ کی حکومت ہے .... اور بنوامیہ کی انتظامی گرفت بھی مضبوط ہے .... امن و آشتی اور اطمینان و سکون کا دور واپس لانے میں اُن کا سنہری کردار ہے .... عدل و انصاف کا دور دورہ ہے .... اور اس وقت اصلی طاقت و قوت کا ہر طرف مرکز بھی بنوامیہ ہی ہیں .... اس لئے انتہائی مناسب ہوگا کہ یزید کو ولی عہدی کے منصب پر فائز کر دیا جائے۔

ارباب علم و دانش اور صوبوں کے گورنروں اور نمائندوں کے اس حتمی فیصلہ کے بعد بھی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پوری طرح مطمئن نہ ہوئے .... ان کو کسی ذریعے سے یہ خبر پہنچی کہ مدینہ منورہ کے کچھ معتبر حضرات یزید کے ولی عہد مقرر کئے جانے کے فیصلے سے متفق نہیں ہیں .... انہوں نے فرمایا کہ جب تک مدینہ منورہ کے باشندے بھی اتفاق نہ کریں گے میں اس وقت تک یزید کی ولی عہدی کا اعلان نہیں کرونگا۔

چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے گورنر مروان کو خط تحریر فرمایا کہ کمزوری اور ناتوانی نے مجھے گھیر لیا ہے معلوم نہیں اس دنیا سے کب آخرت کے سفر پر روانہ ہو جاؤں، مجھے اندیشہ ہے کہ میرے بعد پھر امت کہیں افتراق و انتشار اور فتنہ و فساد کا شکار نہ ہو جائے لہٰذا مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنی زندگی ہی میں ارباب حل و عقد کے مشورے سے کسی کو اپنا جانشین اور ولی عہد مقرر کردوں اس سلسلہ میں آپ کا مشورہ

ضروری ہے اس معاملے کو مدینہ کے ارباب حل وعقد کے سامنے پیش کرو پھر جو جواب وہ دیں اس سے مجھے مطلع اور باخبر کرو!

مدینہ منورہ کے گورنر مروان نے اکابرین صحابہ کو اور دیگر ارباب حل وعقد کو جمع کیا اور ان کے سامنے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تجویز ولی عہدی اور اس کے لئے یزید کا نام پیش کیا.........تو پورے اجتماع میں سے صرف حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کوئی سخت اور چبھتی ہوئی بات کہی جس سے مروان غصہ میں آگیا اور سیدنا عبدالرحمان رضی اللہ عنہ اس اجتماع سے اٹھ کر چلے گئے (بخاری صفحہ ۷۱۵ جلد ۲)

تاریخ کی کچھ کتابوں نے لکھا کہ چبھتی ہوئی بات یہ تھی کہ یہ ولی عہدی تو قیصر وکسریٰ کی سنت ہے جسے معاویہؓ جاری کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ بات دل کو نہیں بھاتی، اس لئے کہ اس اجتماع میں بڑے بڑے اصحاب رسول موجود تھے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، سیدنا سعیدؓ بن زید، حضرت ابن عمرؓ، سیدنا ابن عباسؓ موجود تھے۔

اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ تجویز اور اقدام واقعی قیصر وکسریٰ کی سنت کو جاری کرنے کے مترادف تھا تو وہاں پر موجود دوسرے اصحاب رسول بھی اس بات کی تائید کرتے.........مگر بخاری کی یہ روایت جو میں نے پیش کی ہے اس روایت کے مطابق پورے اجتماع میں سوائے سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔

بخاری کی روایت میں چبھتی ہوئی بات کی کوئی وضاحت نہیں ہے.........سیدنا عبدالرحمنؓ نے کوئی سی بات بھی کی ہو.........وہ قیصر وکسریٰ کی سنت کو جاری رکھنے والی بات نہیں تھی.........ورنہ دوسرے اصحاب رسول اس کی تائید کرتے اور یزید کی ولی عہدی کو قبول نہ کرتے.........جب کہ ان سب نے یزید کی ولی عہدی کو تسلیم کرلیا تھا!

مروان نے اس اجتماع کی صحیح صورت حال سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا.......... سیدنا معاویہؓ ولی عہدی یزید کے معاملے میں اتنے حساس تھے کہ پورے اجتماع میں ایک آواز کا اٹھنا بھی ان کے لئے پریشانی اور بے اطمینانی کا باعث تھا۔

مدینہ منورہ کے تمام لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے آپ نے بڑھاپے کی حالت میں مدینہ منورہ کا سفر فرمایا.......... تاکہ بذاتِ خود تمام حضرات سے ملاقات کی جائے۔

مدینہ منورہ کے تمام ارباب حل وعقد کے سامنے ولی عہدی کی اس تجویز کو رکھا گیا.......... اور کچھ گفت وشنید کے بعد اور اعتراضات وجوابات کے بعد باہمی مشاورت سے یزید کی بطور ولی عہد نامزدگی ہوئی۔

تاریخ ابن کثیر اور کچھ دوسری تاریخ کی کتب نے مجہول راوی سے بے سند ایک اور روایت نقل کی ہے کہ سیدنا معاویہؓ نے انکار کرنے والے اور اپنی رائے پر اڑ جانے والے صحابہ کرام (حضرت عبداللہ بن زبیر، سیدنا عبداللہ بن عمر، حضرت حسین بن علی، سیدنا عبداللہ بن عباس اور حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہم اجمعین) کے ساتھ درشت لہجہ اختیار کیا.......... ڈرایا دھمکایا پھر لالچ دیا پھر قرابت اور صلہ رحمی کا واسطہ دیا.......... پھر بھی یہ لوگ نہ مانے تو کہا.......... تلوار سے گردنیں قلم کردونگا.......... اس طرح یہ حضرات خاموش ہوگئے اور سیدنا معاویہؓ نے یزید کی ولی عہدی منظور کروالی۔

ادنیٰ عقل وشعور رکھنے والے شخص پر بھی یہ بات واضح ہے کہ جن پانچ صحابہ کا میں نے تذکرہ کیا ہے وہ ایسے کم ہمت اور بزدل نہیں تھے کہ موت کے ڈر سے کسی غیر شرعی فعل کا ارتکاب کرلیں.......... اور نہ ہی سیدنا معاویہؓ ایسے بداخلاق تھے کہ دنیا کی

حکومت کے لئے اور بیٹے کی جانشینی کے مسئلے کے لئے آخرت کو برباد کرنے پر تیار ہو جائیں۔

یہ سب داستانیں اور واقعات دراصل دشمنانِ اصحاب رسول نے گھڑ کے تاریخ کی کتب میں درج کر دیئے تاکہ اصحاب رسول کی تصویر کو گھناؤنا بنا کر ان کی عزت ومحبت اور عقیدت کو مسلمانوں کے دلوں سے نکال دیا جائے۔

سامعین گرامی قدر! دنیا کی کسی مستند کتاب میں یہ بات نہیں ملتی کہ مکہ ومدینہ کی برگزیدہ ہستیوں میں کسی نے بھی کہا ہو............معاویہؓ امت پر یہ ستم کیوں کرنا چاہتے ہو؟ اپنے فاسق وفاجر بیٹے کو یہ منصبِ عظیم کیوں دینا چاہتے ہو؟ خلافت کو ملوکیت میں کیوں بدلنا چاہتے ہو؟ نااہل یزید کو ہماری گردنوں پر مسلط کیوں کرنا چاہتے ہو؟............

کسی کی زبان سے نہیں نکلا............معاویہؓ! تم مفاد پرست ہو گئے ہو............دنیا کو دین پر ترجیح دینا چاہتے ہو............کنبہ پروری کرنا چاہتے ہو اور نفسانی خواہشات کی پیروی کر رہے ہو بلکہ تمام صحابہ کرام نے، اور اس وقت موجود امہات المومنین نے اور تابعین عظام نے بخوشی ورضا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس اقدام اور تجویز کی تائید کی۔

اس تجویز کو منوانے کے لئے کسی شخص کو ڈرایا دھمکایا نہیں گیا............کسی شخص کی پیٹھ پر کوڑے نہیں برسائے گئے............کسی شخص کو جیل کی راہ نہیں دکھائی گئی............کسی کو تشدد کا نشانہ نہیں بنایا گیا............یقین جانئے کہ کسی شخص پر تلوار نہیں سونتی گئی............اور کسی کو رشوت کے زور سے نہیں خریدا گیا۔

آپ یہ سن کر حیران ہو نگے کہ پورے عالم اسلام میں یزید کی ولی عہدی کے مسئلے پر کہیں کوئی ہنگامہ نہیں ہوا............کسی جگہ سے صدائے احتجاج بلند نہیں

ہوئی.......... کسی مقام پر نفرت کا اظہار نہیں کیا گیا.......... کسی نے بھی مخالفت میں آواز نہیں اٹھائی.......... کہیں شور و غل کی کیفیت پیدا نہیں ہوئی۔

میں آپ حضرات کو تصویر کا صحیح رخ دکھانا چاہتا ہوں اور اپنی بات اور اپنے اس دعوی کی تائید میں کسی غیر مستند تاریخ کی کتاب کا حوالہ یا مجہول راوی کی روایت یا ابن اثیر کے بیان کردہ بے سروپا واقعات پیش نہیں کرنا چاہتا بلکہ اہلسنت کے ہاں حدیث کی معتبر کتاب بخاری سے ایک روایت پیش کرنا چاہتا ہوں.......... اسے غور سے سنئے اور پھر انصاف سے فیصلہ فرمائیے۔

جن دنوں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ.......... یزید کی ولی عہدی کے معاملے میں مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے اور اجتماع عام میں گفتگو ہو رہی تھی تو اس موقع پر عبداللہ بن عمرؓ ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس گئے اور شکایت کی کہ اس معاملے میں میرا کوئی حق نہیں رکھا گیا حضرت حفصہؓ نے انہیں سمجھایا اور کہا.......... جس جگہ سب لوگ جمع ہیں تم وہاں جاؤ وہاں تمہارا انتظار ہو رہا ہو گا مجھے ڈر ہے کہ تمہاری اس اجتماع میں عدم موجودگی پھوٹ کا سبب نہ بن جائے.......... اس طرح ابن عمرؓ اس اجتماع میں شریک ہو گئے.......... امیر معاویہؓ نے فرمایا کوئی صاحب اس معاملے میں بات کرنا چاہیں تو وہ سامنے آئیں اور بات کریں، جو شخص اس (خلافت) کا امیدوار ہے، ہم اس سے زیادہ اس معاملے میں حق دار ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے خیال ہوا کہ میں ان کو جواب دوں.......... مگر میں اس خیال سے رک گیا کہ میری اس بات سے اجتماع کے بعد کہیں پھر تفرقہ نہ برپا ہو جائے اور نوبت خونریزی تک پہنچ جائے.......... یہ سوچ کر میں نے اپنا ذہن دنیا کے بجائے آخرت کی طرف منتقل کر لیا اور جنت میں اللہ کی تیار کردہ نعمتوں کو یاد کیا.......... حبیب بن مسلمہ نے سیدنا عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ نے آپ کو غلط بات کہنے اور پھر اس کے مطابق اقدام کرنے سے بچالیا۔ (بخاری ۵۸۹ جلد ۲)

بخاری کی اس روایت نے بھی مسائل کو حل کر دیا............ اس روایت سے ایک بات یہ واضح ہوئی کہ یزید کی ولی عہدی کا فیصلہ اجتماع عام میں ہوا............ جس میں تمام اکابر اصحاب رسول موجود تھے............ صرف عبداللہ بن عمرؓ غیر حاضر تھے جن کو ان کی ہمشیرہ اور ام المومنین سیدہ حفصہؓ نے تاکیداً اس اجتماع میں شامل ہونے کا مشورہ دیا۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس کہنے پر کہ جو کوئی اس معاملہ میں گفتگو کرنا چاہتا ہے تو سامنے آئے............ کوئی شخص بھی نہیں بولا اور سب نے سیدنا معاویہؓ کی تجویز کی حمایت اور تائید کی اور یزید کی ولی عہدی کو تسلیم کیا!

اور مملکت اسلامیہ کے تمام صوبوں کے ارباب حل وعقد نے اور اہم لوگوں نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت کرلی۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے:

فَبَايَعَ لَهُ النَّاسُ فِي سَائِرِ الْاَقَالِيمِ

(البدایہ والنہایہ صفحہ: ۷۹ جلد: ۸)

تمام علاقوں کے لوگوں نے یزید کی (ولی عہدی) بیعت کی!

علامہ ابن کثیرؒ نے مزید لکھا:

حکومت اسلامیہ کے تمام شہروں میں یزید کی (ولی عہدی) بیعت بلا اختلاف کی گئی نیز ملک کے کونے کونے سے (بیعت کے لئے) یزید کے ہاں وفود آئے (البدایہ والنہایہ صفحہ: ۸۰ جلد: ۸)

انصاف کی ایک بات

جس طرح کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت سیدنا

حسین رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی اگر ان کے خیال کو اور ان کی بات کو مان لیا جائے تو دو شخصیتوں کے بیعت نہ کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام غلط تھا............ اور یزید کی ولی عہدی درست نہیں تھی۔

کیا اس حقیقت سے کوئی صاحب مطالعہ آدمی انکار کر سکتا ہے اور کوئی تاریخ دان اس حقیقت کو جھٹلا سکتا ہے کہ جب امیر المومنین حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خلافت و امامت کے منصب پر فائز ہوئے تو سینکڑوں جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی............

جو حضرات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل تھے اور جو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج میں موجود تھے............ بڑے بڑے جلیل القدر لوگ ....عشرہ مبشرہ میں شامل حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ (سیدنا عبداللہ بن زبیر کے والد) ان سب نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر سینکڑوں اصحاب رسول، عشرہ مبشرہ میں شامل افراد اور ہزاروں تابعین اور ام المومنینؓ، حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکاری ہوں تب بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑتا اور پوری امت کے نزدیک وہ خلیفۂ راشد اور امام عادل و برحق اور خلیفۃ المسلمین رہتے ہیں............ تو پھر ایک دو حضرات کے بیعت نہ کرنے کی وجہ سے سیدنا امیر معاویہؓ کا فیصلہ مخدوش کیوں ہو جاتا ہے؟ اور یزید کی ولی عہدی مشکوک کیوں ہو جاتی ہے؟

جواب دیجئے اور انصاف کو آواز دیجئے آخر حق و باطل کو ماپنے............ اور صحیح اور غلط کو تولنے کے لئے آپ نے پیمانے الگ الگ کیوں بنا رکھے ہیں؟

سامعین گرامی قدر! میری اس گفتگو کو اور میرے تمام تر دلائل کو سننے کے بعد اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے.........میں آپ حضرات کو فیصل اور جج بنا کر انصاف کا طلبگار ہوں۔

کیا اتنے بڑے بڑے اصحاب رسول کو، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ کو ....اور ہزاروں تابعین کو (معاذ اللہ) اتنا بے حس اور بزدل مان لیا جائے کہ وہ امیر معاویہ ؓ کے غلط اقدام کے سامنے دب گئے اور دل کی بات زبان پر نہ لا سکے ....خوف اور ڈر سے مرعوب ہو کر نہ چاہتے ہوئے بھی ایک عظیم گناہ، سرکشی اور ظلم کو سر جھکا کے برداشت کر لیا؟

دشمنانِ اصحاب رسول اس سوچ اور اس فکر پر مطمئن ہوں تو ہوں.........ہم اپنے لئے اس دن موت کو ترجیح دیں گے جس دن جلیل القدر اصحاب رسول اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی عظیم ہستیوں کے بارے میں ایسا وسوسہ بھی ہمارے دل و دماغ میں آئے۔

اور اسی طرح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے بادشاہِ تدبر، امام عادل برحق کاتب وحی، صحابی کو حریص، لالچی، کنبہ پرور، دنیا پرست، ملوکیت کا بانی اور فریب کار خیال کرنے کے وسوسہ پر بھی لاکھ بار اللہ سے پناہ طلب کریں گے۔

ہمارا پختہ اور علی وجہ البصیرۃ یہ خیال ہے کہ امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے نیک نیتی سے، مسلمانوں کی خیر خواہی کے جذبے سے.........امت کی بہتری کے خیال سے، اور صرف مملکت اسلامیہ کی ترقی و ترویج کے لئے.........اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی کے پیش نظر.........یزید کو ولی عہد بنایا تھا۔

ایسا ہرگز ہرگز نہیں تھا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حرص و ہوا، خواہشات نفسانیہ، مفاد پرستی، کنبہ پروری اور شفقت پدری کی بنا پر اپنے بیٹے کو خلافت و امامت

اور حکومت کا جانشین اور اپنا ولی عہد بنایا ہو .... جو معاویہؓ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ، أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ کا مصداق ہو .... جو معاویہؓ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ کے زمرے میں شامل ہو۔

جو معاویہؓ أُولَئِكَ حِزْبُ اللهِ میں شامل ہو .... جو معاویہ رضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ کی سند کا حامل ہو .... جو معاویہؓ أَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ کے وعدے کے مطابق جنتی ہو .... جو معاویہؓ أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ کے مطابق آسمان رشد وہدایت کا ستارہ ہو .... وہ معاویہ دنیا پرست، کنبہ پرور، ہوا وحرص کا بندہ، خواہشات کا غلام اور مفاد پرست کیسے ہو سکتا ہے؟

فیصلہ آپ پر ہے۔ قرآن وحدیث کے ان ارشادات کو آنکھیں بند کر کے مان لیجئے اور اس کے خلاف جو کچھ تاریخ وسیرت کی کتابوں میں ملے اسے کنڈم کر دیجئے ...... یا تاریخ کو وحی کا درجہ دیکر اس کے سامنے سر جھکا دیجئے اور قرآن وحدیث کے ان ارشادات سے صرف نظر کر لیجئے۔

ان دونوں باتوں سے جو بات آپ کو پسند آئے اسے تسلیم کر لیجئے۔

نظر اپنی اپنی، پسند اپنی اپنی

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

ساتویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۞ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۞ (البقرہ)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔

سامعین گرامی قدر! گذشتہ خطبہ میں .... بڑی وضاحت کے ساتھ میں بیان کر چکا ہوں کہ امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ماضی، حال اور مستقبل کے حالات کی نزاکتوں کو دیکھتے ہوئے نیک نیتی سے یہ فیصلہ کیا کہ میں اپنی زندگی میں اپنا ولی عہد مقرر کر جاؤں .... اور اس کے لئے میرا بیٹا یزید انتہائی مناسب ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مملکت اسلامیہ کے تمام صوبوں کے گورنروں اور ارباب حل و عقد کی رائے معلوم کی.......... بڑھاپے کے باوجود خود حرمین کا سفر کیا.......... تقریباً تمام لوگوں نے ان کے فیصلے کی تائید اور توثیق کی!

جس وقت یزید کو ولی عہد مقرر کیا گیا اس وقت کئی بدری اصحاب رسول بقید حیات تھے جنہوں نے ولی عہدی کی بیعت کی۔

ان بدری صحابہ میں فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں

یزید کی ولی عہدی کی بیعت کرنے والوں میں اصحاب بیعت رضوان میں سے کئی صحابہ شامل تھے۔

ان اصحاب رضوان میں حضرت ثابت بن ضحاک، مسلمہ بن عمرو انصاری، حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن یزید، حضرت عبداللہ بن ابی حدزر، حضرت فضالہ بن عبید (رضی اللہ عنھم) شامل ہیں۔

ان بدری صحابہ کرام اور اصحاب رضوان کے علاوہ تقریباً دو صد اکتیس صحابہ کے نام ملتے ہیں جنہوں نے یزید کی ولی عہدی کو تسلیم کیا اور بیعت کی.......... ان میں حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت اسامہ بن زید، حضرت جابر بن عتیک، حضرت عبداللہ بن سعد انصاری، ابو قتادہ انصاری، رافع بن خدیج، قیس بن سعد بن عبادہ، عثمان بن حنیف انصاری، زید بن ارقم، عدی بن حاتم، نعمان بن بشیر، معاویہ بن خدیج، جابر بن سمرہ، مالک بن حویرث اور حضرت عبید اللہ بن عباس (رضوان اللہ علیھم اجمعین) کے عظیم نام شامل ہیں۔

اتنے کثیر اصحاب رسول کا یزید کی ولی عہدی اور پھر اس کی خلافت کے لئے

بیعت کرنا اور رضامند ہو جانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یزید کا حقیقی چہرہ اور روپ ہرگز ہرگز وہ نہیں ہے جو تاریخ کی کتب میں بے سند روایات کے زور سے دکھانے کی کوشش کی گئی ہے.......... کہ وہ فاسق و فاجر تھا.......... زانی اور شرابی تھا .... بے نماز اور کنجریوں کی محفلوں کا شوقین تھا!

اگر وہ حقیقتاً ایسا ہوتا تو جلیل القدر اصحاب رسول کی اتنی کثیر تعداد کبھی بھی اس کے ہاتھ پر بیعت ولی عہدی اور پھر بیعت خلافت نہ کرتی.......... عظیم المرتبہ صحابہ کٹ اور مر جاتے مگر ایسے بدکردار کو خلافت، حکومت اور امارت کے عظیم مرتبے پر بیٹھنے نہ دیتے!

مگر آج عوام تو عوام، خواص کے خیالات اور احساسات یزید کے بارے میں علم و حلم کے بجائے تعصب اور غصہ پر مبنی ہیں.......... عام لوگ نہ مکمل علم رکھتے ہیں نہ گہری بصیرت.......... نہ انہوں نے کبھی تعصب اور غصہ سے ہٹ کر تاریخ و سیرت کا مطالعہ کیا ہے.......... نہ غیر جانبدار ہو کر کبھی فکر و تدبر کیا ہے۔

عوام جس معاشرے اور جس ماحول میں پروان چڑھے ہیں اس ماحول میں یزید کی شخصیت قافیہ "پلید" کے ساتھ متعارف تھی.......... اور عام لوگ اسے شیطان سے بڑھ کر مردود اور فرعون و ہامان سے بڑھ کر مغرور اور ابو جہل کے ہم پلہ سمجھتے ہیں۔

دشمنانِ اصحاب رسول کے زہریلے اور منفی پروپیگنڈے سے متاثر اہلِ سنت کہلانے والوں کا یہ عالم ہے کہ آنکھیں بند کر کے یزید کے فسق و فجور پر ایمان بالغیب رکھتے ہیں.......... اور وہ یزید کا نام تک سننے کے لئے تیار نہیں..........

سامعین گرامی قدر! آج میں آپ کو راز کی بات بتاؤں.......... کہ اصل مقصد یہود اور منافقین اور دشمنانِ اسلام کا یہ تھا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو کسی طرح سے

بدنام کر دیا جائے............ ان کو مطعون و مبغوض ٹھہرایا جائے............ ان کی شخصیت کو اِسطرح داغ دار کر دیا جائے کہ ہر کوئی ان کا نام سن کر نفرت کا اظہار کرنے لگے۔

اسلام کی ترویج و ترقی اور دین کی اشاعت کے لئے ان کی خدمات اور کارہائے نمایاں پر پردہ ڈال دیا جائے............ ہر برائی ان کے کھاتے میں ڈال دی جائے اور ان کی ہر خوبی چھپالی جائے۔

مگر وہ لوگ اپنے اس خبیث مقصد میں اور زہریلے ارادے میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر براہِ راست تنقید کر کے کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ کیونکہ اہل سنت عوام سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق براہ راست اپنے دل و دماغ میں نفرت و حقارت کا بیج بو کر............ ان کی ذات پر تبرا اور تنقید کی پٹاری نہیں کھول سکتے............ اور اس نشانے کو برداشت نہیں کر سکتے جو سیدنا معاویہؓ پر چلایا جائے............ براہ راست معاویہؓ کو گالی، طعن اور تنقید اہل سنت عوام کے لئے قبول کرنا ذرا مشکل ہے۔

اس لئے یہود نے اور منافقین نے کمال چالاکی اور بے پناہ ہوشیاری سے یہ چال چلی کہ سیدنا معاویہؓ رضی اللہ عنہ کو مطعون اور مبغوض ٹھہرانے کا اور ان کے خلاف لوگوں کے ذہنوں کو متنفر کرنے کا سب سے بہتر اور آسان راستہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے جس بیٹے کو ولی عہد اور جانشین بنایا............ اور خلافت کے لئے نامزد کیا اُسے جی بھر کر مطعون اور بدنام کرو............ اُسے زانی اور شرابی کے روپ میں پیش کرو............ اسے فاسق و فاجر مشہور کرو............ لوگوں کو بتاؤ کہ وہ ایسا بدکردار تھا جو بہنوں تک سے زنا کیا کرتا تھا............ اسے فرعون، ہامان، نمرود شداد اور ابوجہل کے ساتھ ملا دو، اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ عام مسلمان یہ بات سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ یزید اگر واقعی شرابی، زانی، بدکردار، بے نماز، کنجریوں

کی مخلیں کروانے والا اور بدخصلت تھا تو امیر معاویہؓ نے ایسے بدکردار کو خلافت کے لئے نامزد کر کے اور ولی عہد مقرر کر کے امت پر ظلم ڈھایا اور مسلمانوں پر بد کردار بیٹے کو مسلط کر کے زیادتی اور ظلم کیا.......... ان کے اس اقدام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کنبہ پرور، العیاذ باللہ خواہشات نفسانیہ کے پیروکار، دنیادار اور لالچی تھے۔

پھر آپ حضرات دیکھ رہے ہیں کہ دشمنانِ اسلام اپنی اس چال میں خاطر خواہ کامیاب ہوئے اور نتیجہ آج آپ کے سامنے ہے کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے اہل سنت عوام سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے سخت ناگفتہ بہ خیالات کے اسیر ہیں دشمنانِ اصحاب رسول نے اس سلسلہ میں ایسی ڈفلی بجائی ہے کہ اہل سنت علماء خطباء شعراء اور کئی مفکرین اسلام لاشعوری طور پر رقص کرنے پر مجبور ہو گئے۔

یزید کے فسق و فجور کو مزے لے لے کر بیان کرنے والے واعظین .... اور یزید کے فاسق و فاجر ہونے پر بے سروپا دلائل تحریر کرنے والے مصنفین اور علماء کرام نے کبھی عمیق اور گہری نظر سے غور کیا ہے کہ یزید اگر واقعی فاسق و فاجر اور بدکردار تھا.......... شراب کا رسیا اور زنا کا خوگر تھا.......... تو اِس طرح سیدنا معاویہؓ کا دامن تو داغ دار ہوتا ہی ہے کیونکہ انہوں نے ایک فاسق و فاجر کو ولی عہد بنایا تھا.......... بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان سینکڑوں اصحابِ رسول کا دامن بھی تار تار ہوتا ہے جنہوں نے یزید جیسے فاسق و فاجر اور بد اعمال و بدکردار شخص کو ولی عہدی کے منصب پر برضا و خوشی قبول کر لیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی.......... پھر ان ہزاروں جلیل القدر تابعین کے پلے بھی کچھ نہیں رہتا جنہوں نے یزید کو بحیثیت خلیفۃ المسلمین قبول کیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی!

ایک شبہ کا جواب | اگر کوئی شریف آدمی.......... اپنی شرافت اور سادگی کی بنا پر یا کوئی ہوشیار شخص اپنی چالاکی کی وجہ سے کہے کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ

عنہ نے یزید کو ولی عہد بنایا تھا اس وقت یزید فاسق وفاجر اور بدکردار نہیں تھا بلکہ اہل ایمان کی طرح نیک اور صالح تھا............ یا یزید کا فسق وفجور ابھی ظاہر نہیں ہوا تھا بلکہ چھپا ہوا تھا............ اس لئے ان معزز ہستیوں نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت کر لی تھی۔

مگر سیدنا معاویہ رضی اللہ کے انتقال کے بعد اس کا فسق وفجور اور بداعمالیاں ظاہر ہوئیں تو اس شبہے کا جواب............ سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ پھر ان اصحاب رسول اور تابعین کی پوزیشن کیا ہوگی جنہوں نے وفاتِ معاویہ کے بعد یزید کو بحیثیت خلیفۃ المسلمین تسلیم کیا............ اس کے ہاتھ پر بیعت کی............ اور ہر لحاظ سے اس کا ساتھ دیا۔

بلکہ ان صحابہ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ہر ممکنہ طریقے سے کوفہ جانے سے روکا منتیں کیں، دلائل دیئے............ ماضی میں جھانکنے کا مشورہ دیا اور سمجھایا۔

(اس کی تفصیل میں آگے جا کر بیان کرونگا ان شاء اللہ العزیز)

بزرگو اور دوستو! کیا آپ ایک لمحہ کے لئے تصور کر سکتے ہیں کہ صحابہ کرام باطل کے ساتھ مفاہمت کر سکتے ہیں؟

للہ! بتایئے آپ کا ذہن ایک لحظہ کے لئے مان سکتا ہے کہ قتل کے ڈر سے یا دولتِ دنیا کے حرص سے مغلوب ہو کر............ یا مال کی چمک کا شکار ہو کر............ یا بزدلی کا مظاہرہ کر کے صحابہ کرام ایک بدکردار اور نااہل شخص کی بیعت کر سکتے ہیں؟ کیا آپ یہ ماننے کے لئے تیار ہیں کہ اصحاب رسول کی قدوسی جماعت کا کوئی فرد اپنے مفاد کے لئے، دنیا کے عہدے کے لئے............ یا دولتِ دنیا کمانے کے لئے اور مال وزر کے لالچ میں مبتلا ہو کر اسلام اور دین کے اصول اور قوانین کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکتا ہے؟

کوئی ایمان دار شخص اور قرآن کا طالب العلم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا
.... بدر واحد کے مجاہدین .... خندق وحنین کے غازی .... خیبر وتبوک
کے شہسوار .... مکہ کے مہاجرین اور مدینے کے انصار .... صلح حدیبیہ کے
موقع پر رَضِیَ اللہُ عَنہُم کی سند پانے والے .... فتح مکہ کے خوش نصیب
.... باطل سے مفاہمت کر لیں؟ ناممکن .... بدکردار شخص کی بیعت کر لیں؟
ناممکن .... فاسق وفاجر شخص کو امت پر مسلط کر دیں، ناممکن ....

ہمارا ذہن ہمارا ضمیر، ہمارا وجدان ہماری سوچ یہ ماننے کے لئے ہرگز تیار
نہیں .... وہ ایسے جلیل القدر اور عظیم المرتبہ اور رفیع الشان لوگ تھے جن کے
ایمان کی پختگی، یقین کی مضبوطی تقویٰ وطہارت کی خوبی، صدق وامانت اور رشد
وصالحیت کی بلندی کی گواہی قرآن نے دی ہے! اور کئی مقامات پر دی ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (الفتح:۲۹)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ
کفار پر سخت اور آپس میں نرم دل ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیْكُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ
وَكَرَّهَ اِلَیْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ
هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ (حجرات)

(لیکن اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی اور
ایمان کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور کفر وفسوق اور نافرمانیوں
کی تمہارے دل میں نفرت ڈال دی یہی لوگ نیک چلن ہیں۔

ایک اور جگہ پر فرمایا:

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ؗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (حجرات)

لیکن اللہ کے رسول نے اور اس رسول پر ایمان لانے والوں نے اپنے مال و جان سے جہاد کیا انہی لوگوں کے لئے بھلائیاں ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

ایک اور مقام پر مہاجرین صحابہ اور انصار کو تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (انفال: ۷۴)

وہی پختہ اور سچے مومن ہیں ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

ان قرآنی ارشادات کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کیجئے.......... اگر یزید کو ولی عہد بنائے جانے کی تجویز مفاد پرستی پر مبنی ہوتی.......... یا یزید اس عہدے کے لائق اور مناسب نہ ہوتا.......... یا اس میں شرعی اور اخلاقی برائیاں ہوتیں.......... اگر یزید بدکردار اور بداعمال ہوتا.......... یا یزید کی ولی عہدی کی نامزدگی اسلام کی اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور بغاوت پر مبنی ہوتی.......... تو پھر قرآنی شخصیات .... اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ .... اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ، اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ اور اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کے اعزاز پانے والے یہ لوگ کسی حال میں بھی اس کی ولی عہدی اور خلافت پر رضامند نہ ہوتے۔

تاریخ وسیرت کی کتابیں اٹھائیے وہاں آپ کو کئی واقعات ملیں گے

اور بھی مواقع نظر آئیں گے کہ صحابہ کرام کی قدوسی جماعت نے دین و ایمان اور شریعت کے خلاف کسی بھی کام کو مصلحت پسندی کے پیش نظر برداشت نہیں کیا .... انہوں نے باطل سے کبھی بھی مفاہمت نہیں کی .... وہ باطل کے سامنے نہ کبھی دبے اور نہ جھکے اور نہ بکے .... انہوں نے جان کی بازی لگا دی .... مال و اولاد کی پرواہ نہیں کی .... وطن اور گھر بار کی محبتیں لٹا دیں .... ان کے لئے سب کچھ برداشت تھا مگر باطل سے مفاہمت کسی طور گوارا نہیں تھی۔

صحابہ کرام ہی تو ایسے صاحب عزیمت لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن نے کھلے طور پر اعلان فرمایا کہ وہ دینی معاملات میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور کسی خوف کی پرواہ نہیں کرتے۔

وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ (مائدہ)

اس لئے اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگر یزید کی ولی عہدی اور بیعت میں کوئی دینی سقم ہوتا .... مذہبی قباحت ہوتی .... یا یہ خلاف شریعت ہوتی تو پھر اصحاب پیغمبر کی قدوسی جماعت اور ان کی پیروی میں جلیل القدر تابعین .... جان دے دیتے مگر اس غلط اقدام کے سامنے سر تسلیم خم ہرگز ہرگز نہ کرتے!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا موقف

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں یزید کی بیعت نہیں کی (بعد میں کوفہ کے احباب کی غداری کا راز کھلا تو بیعت کے لئے آمادگی ظاہر فرمائی مگر کوفی غداروں نے آپ کو دمشق نہ جانے دیا اور کربلا نامی جگہ پر انتہائی مظلومیت کے عالم میں شہید کر دیا (اس کی تفصیل میں ان شاء

اللہ بیان کرونگا)

مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کہ سیدنا حسینؓ کا یزید کی بیعت سے انکار اس لئے نہیں تھا کہ وہ اسے فاسق فاجر جانتے تھے اور اسے بدکردار سمجھتے تھے۔

آج کوئی شخص اپنی تحقیق کی بنا پر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ یزید کو زانی، شرابی اور فاسق و فاجر سمجھتے تھے اور اس وجہ سے انہوں نے بیعت سے انکار کیا تھا اور اپنے گھر بار کو لیکر اس کے خلاف نکلے تھے.........تو ہمارے خیال میں اس شخص کی یہ تحقیق مزید تحقیق کی متمنی ہے۔

ورنہ تو یقین جانئے کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا کوئی ایک خطبہ، کوئی ایک تقریر، کوئی ایک بیان، ان کی نجی مجلس کی گفتگو یا کوئی ایک ارشاد تاریخ و سیرت کی مستند کتابوں میں موجود نہیں جس میں انہوں نے فرمایا کہ یزید چونکہ شرابی و زانی ہے، فاسق و فاجر ہے.........اس نے میرے نانا کے دین کو بدل دیا ہے...... ......اور شریعت اسلامیہ کا حلیہ بگاڑ دیا ہے اس لئے میں اس کے خلاف جہاد کرنے کے لئے جارہا ہوں یا تو یزید سیدھا ہو جائے گا ورنہ میں اقتدار اس سے چھین لونگا۔

میں بڑے وثوق سے اور پورے یقین سے کہتا ہوں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی کا ایک ارشاد اور ایک بیان بھی ایسا نہیں ہے جس میں یزید کے کردار کے متعلق کچھ کہا گیا ہو.........جس میں یزید کو فاسق و فاجر کہا گیا ہو!

ہاں اس کے برعکس احادیث، تاریخ و سیرت اور انساب کی کتب میں کئی جلیل القدر اصحاب رسول کے متعلق ملتا ہے کہ انہوں نے یزید کی بیعت بخوشی و رضا کی اور اپنی محفلوں میں اس کی تعریف بھی فرمائی۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور مفسر قرآن صحابی حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یزید کی نیکوکاری اور صلاحیتوں کے معترف نظر آتے

ہیں.......... وہ گاہے گاہے دمشق میں امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور کئی کئی دن تک ان کے ہاں مقیم رہتے تھے.......... وہاں وہ یزید کے حالات اور زندگی کے معمولات کا مشاہدہ بھی فرماتے ہونگے۔

دوسرے صدی کے مشہور مؤرخ علامہ بلاذری ؒ نے المدائنی کے حوالے سے حضرت عامر بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے۔

کہ جب قاصد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر لیکر آیا تو ہم مکہ مکرمہ میں تھے۔ ہم سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے وہ بھی اس وقت مکہ میں تھے۔ ہم نے کہا.......... یَا ابْنَ عَبَّاس جَاءَ الْبَرِيدُ بِمَوْتِ مُعَاوِيَة...... (قاصد امیر معاویہ ؓ کے انتقال کی خبر لایا ہے) یہ خبر سن کر وہ بڑی دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔

پھر دعا مانگتے ہوئے کہا:

اَللّٰهُمَّ اَوْسِعْ مُعَاوِيَةَ...... میرے مولا! معاویہ ؓ پر اپنی رحمت کو وسیع فرمادے۔

پھر فرمایا:

وَاللهِ مَا كَانَ مِثْلَ مَنْ قَبْلَه وَلَا يَأْتِيْ بَعْدَهُ مِثْلَهُ

اللہ کی قسم وہ ان لوگوں کی مثل تو نہیں تھے جو اُن سے پہلے گذر چکے مگر اُن کے بعد اُن جیسا آنے والا بھی کوئی نہیں!

وَاِنَّ ابْنَه يَزِيْدَ لَمِنْ صَالِحِيْ اَهْلِهِ فَالْزِمُوْا مَجَالِسَكُمْ وَاَعْطُوْا طَاعَتَكُمْ وَبَيْعَتَكُمْ

بے شک ان کا بیٹا یزید اپنے خاندان کے نیک اور صالح لوگوں میں

سے ہے لہٰذا تم اپنی جگہ بیٹھے رہو.......... اطاعت کو لازم پکڑو اور بیعت میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت عامر بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
ابھی ہم وہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ خالد بن العاص مکہ کے گورنر کا قاصد آ گیا اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بیعت یزید کے لئے بلا بھیجا ...... فَمَطٰی فَبَایَعَ حضرت ابن عباس تشریف لے گئے اور بیعت کر لی۔ (انساب الاشراف بلاذری: صفحہ ۴: جلد: ۴)

الامامۃ والسیاسۃ میں یہ روایت اس طرح آئی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَاللّٰہِ اِنَّ اَبْنَہٗ یَزِیْدُ لَخَیْرِ اَھْلِہٖ (الامامت والسیاست ۲۱۳ ص: ۱)
اللہ کی قسم ان کا بیٹا یزید ان کے گھرانے میں بہتر اور اچھا ہے۔

میری اس گفتگو سے ثابت ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یزید کی ولی عہدی پر اور بعد ازاں اس کی خلافت پر کوئی اعتراض نہیں تھا.......... بلکہ وہ دوسرے لوگوں سے بھی کہہ رہے ہیں کہ یزید کی بیعت اور اطاعت تم پر لازم ہے اور یزید کی قابلیت، خلافت کی اہلیت اور عملی زندگی کی صلاحیت کے بھی قائل تھے.......... اسی بنا پر انہوں نے خود بھی بیعت کر لی تھی۔

ان کی بیعت کا تذکرہ تاریخ کی مختلف کتابوں میں ملتا ہے۔

(دیکھئے البدایہ والنہایہ ۱۴۸ جلد: ۸) (ابن اثیر ۸ جلد: ۴)، (طبری ۲۵۴ جلد: ۴)

آئیے حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بعد ایک دوسرے بزرگ اور معمر بلکہ اس وقت کے شیخ الصحابہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی

بات بھی آپ کو سناؤں .... کہ انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ کی وفات کے بعد یزید کے ہاتھ پر بیعت کی یا نہیں کی۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں لکھا

فَلَمَّا جَآءَتِ الْبَيْعَةُ مِنَ الْاَمْصَارِ بَايَعَ ابْنُ عُمَرَ مَعَ النَّاسِ ۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ: ۱۴۸ جلد: ۸)

جب دوسرے شہروں سے بیعت کی اطلاعیں آنے لگیں تو سیدنا ابن عمرؓ نے بھی مدینہ کے دوسرے لوگوں کے ساتھ بیعت کر لی۔

میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک انتہائی خوبصورت ارشاد آپ کو سنانا چاہتا ہوں جو تاریخ و سیرت کی کسی کتاب میں نہیں بلکہ اہلسنت کی مشہور کتاب بخاری میں ہے .... سنئے اور پھر غور فرمائیے۔

جب مدینہ منورہ کے کچھ لوگوں نے حضرت عبداللہؓ بن مطیع اور حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کی تحریک پر بغاوت کی اور یزید کی بیعت توڑ دی .... تو اس وقت سیدنا ابن عمرؓ نے اپنے خاندان کے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا۔

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُنْصَبُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَآءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر غداری کرنے والے کے لئے ایک جھنڈا (یعنی علامتی نشان) نصب کر دیا جائے گا۔

اِنَّا بَايَعْنَا هٰذَا الرَّجُلَ عَلٰى بَيْعَةِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنِّىْ لَا اَعْلَمُ غَدْرًا اَعْظَمُ مِنْ اَنْ يُّبَايِعَ رَجُلًا عَلٰى بَيْعِ اللّٰهِ

وَرَسُولِهٖ ثُمَّ یَنْصِبُ لَهُ الْقِتَالَ۔

ہم نے اس شخص (یزید) سے اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کی ہے اور میری نظر میں اس سے زیادہ بدعہدی اور کوئی نہیں کہ ایک شخص کی اللہ اور اس کے رسول کے نام پر بیعت کی جائے پھر اس کے خلاف آمادہ جنگ ہو۔

وَاِنِّیْ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا مِنْکُمْ خَلَعَهٗ وَلَا تَابَعَ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ اِلَّا کَانَتِ الْفَصْلُ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ۔ (بخاری ۱۰۵۳ص:۲)

اگر مجھے معلوم ہوا کہ تم میں سے کسی نے یزید کی بیعت توڑ دی ہے یا وہ بدعہدی کرنے والوں کی پیروی کرنے لگ گیا تو پھر میرے اور اس کے درمیان کوئی تعلق نہیں رہیگا!

مسلم کی روایت: اسی سے ملتی جلتی ایک روایت اہلسنت کی ایک دوسری معتبر کتاب مسلم میں ہے.......... ذرا اسے بھی سنئے۔

مدینہ منورہ میں یزید سے بغاوت کرنے والوں کی قیادت حضرت عبداللہ بن مطیع اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ میں تھی .... اس دوران سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مطیع کے ہاں پہنچے .... انہوں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اکرام فرمایا اور ان کے لئے مسند بچھانے کا حکم دیا .... حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا میں تمہارے پاس بیٹھنے کے لئے نہیں آیا ہوں بلکہ صرف امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان سنانے آیا ہوں یہ کہہ کر انہوں نے حدیث بیان فرمائی:

یَقُوْلُ مَنْ خَلَعَ یَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِیَ اللّٰهَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لَا حُجَّةَ

لَهٗ وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (مسلم ۱۳۲ص:۲)

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص عہد اطاعت کر کے اسے توڑ دے وہ قیامت کے دن اللہ رب العزت سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی حجت نہیں ہوگی اور جو شخص اس حال میں مر گیا کہ اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہ ہو تو جاہلیت کی موت مرا!

جس دور میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیعت یزید توڑنے والوں کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سنا سنا کر ڈرا رہے ہیں اور انہیں تلقین کر رہے ہیں کہ بیعت کرنے کے بعد اسے توڑ دینا غداری کے زمرے میں آتا ہے۔

اس دور اور اس زمانے میں سیدنا ابن عمرؓ کے علاوہ اور دوسرے کئی صحابہ کے علاوہ خاندان علی ابن طالب کے افراد اور اہل بیت نبوۃ کے افراد بھی یزید کی بیعت پر قائم رہے اور بیعت توڑنے والوں کی مخالفت کرتے رہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب البدایہ والنہایہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

كَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَجَمَاعَاتُ اَهْلِ بَيْتِ النُّبُوَّةِ مِمَّنْ لَمْ يَنْقُضِ الْعَهْدَ وَلَا بَايَعَ اَحَدٌ بَعْدَ بَيْعَتِهٖ لِيَزِيْدَ ......وَلَمْ يَخْرُجْ اَحَدٌ مِّنْ اٰلِ اَبِيْ طَالِبٍ وَلَا مِنْ بَنِيْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ اَيَّامَ الْحَرَّةِ۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۳۲ جلد:۸)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور اہل بیت نبوی ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے یزید کی بیعت کو نہیں توڑا تھا اور نہ یزید کی بیعت کے

بعد کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آل ابی طالب (یعنی خاندان علیؓ) اور بنو عبدالمطلب میں سے کسی نے بھی ایام حرہ میں یزید کے خلاف خروج نہیں کیا۔

(ایام حرہ کے بارے میں ممکن ہے کچھ گفتگو میں آئندہ کروں)

سامعین گرامی قدر! میرے پیش کردہ دلائل اور حوالہ جات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح نکھر کر سامنے آگئی ہوگی کہ جلیل القدر اور رفیع المرتبہ صحابہ کرام نے بخوشی ورضا یزید کی بیعت کرلی تھی .... اور یہ بیعت اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کے طور پر ہوئی .... انہوں نے یزید کو اس منصب کا اہل سمجھ کر بیعت کی تھی .... اسی لئے جب حرہ کے دنوں میں کچھ لوگوں نے یزید کی بیعت توڑ دی تو سیدنا ابن عمرؓ، خانوادہ علی بن ابی طالب، بنو عبدالمطلب اور خاندانِ نبوت کے افراد نے لوگوں کو بیعت توڑنے سے روکا بھی اور خود بھی تادم آخر اس بیعت پر قائم رہے۔

محمد بن علیؓ المعروف بہ حنفیہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسے عظیم المرتبہ صحابی کی گواہی آپ سن چکے ہیں .... سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی گواہی اور پھر یزید کی صفائی کے متعلق بھی میں عرض کرچکا ہوں۔

آئیے ایک اور شہادت .... سچی اور حقیقی شہادت آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں۔

حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند ارجمند ہیں جن کا نام انہوں نے محبت سے اپنے محبوب پیغمبر کے نام پر ''محمد'' رکھا۔

تاریخ نے ظلم ڈھایا اور اسے ابن حنیفہ کے نام سے معروف کردیا گیا .... حالانکہ حنفیہ ان کی والدہ کا نام بھی نہیں بلکہ حنفیہ ایک قبیلے کا نام ہے جس کے ساتھ ان کی والدہ محترمہ کا تعلق تھا۔

اسے محمد بن علی کے بجائے محمد بن حنفیہ مشہور کیا گیا.......... اس لئے کہ یہ یزید کے حامی تھے اور کربلا جاتے ہوئے اپنے بڑے بھائی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا اور آخر دم تک یہ یزید کی بیعت پر قائم و دائم رہے! (البدایہ والنہایہ ۱۶۵ جلد: ۸)

حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے انتقال کے وقت اپنے دونوں بیٹوں حسنین کریمین کو وصیت کی تھی کہ محمد تمہارے حقیقی بھائی کی مانند ہے اس کا خیال رکھنا کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں (ابن اثیر ۳۲۹ جلد: ۳)

عمدۃ المطالب کے مصنف نے لکھا:

كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ اَحَدَ رِجَالِ الدَّهْرِ فِي الْعِلْمِ وَالزُّهْدِ وَالْعِبَادَةِ وَالشُّجَاعَةِ وَهُوَ اَفْضَلُ وُلْدِ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ بَعْدَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ۔

محمد بن حنفیہ علم و زہد میں اور عبادت و شجاعت میں ایک بلند ترین شخصیت تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے بعد سب سے افضل تھے۔

(عمدۃ المطالب فی انساب آل ابی طالب ص: ۳۵۲)

واقعہ کربلا کے تقریباً تین سال بعد.......... یزید کی خلافت کے آخری دور میں.......... واقعہ حرہ کے موقع پر حضرت عبداللہ بن مطیع.......... حضرت محمد بن حنفیہ کے ہاں آئے اور ان پر زور دیا کہ وہ یزید کی بیعت توڑ کر ہمارا ساتھ دیں۔

حضرت محمد بن حنفیہؓ نے بیعت توڑنے اور اس معاملہ میں ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

عبداللہ بن مطیع نے کہا! آپ بیعت کیوں نہیں توڑتے حالانکہ یزید شراب پیتا

ہے...........نماز کا تارک ہے اور قرآن کے احکامات کو توڑتا ہے۔

اس کے جواب میں سیدنا علیؓ بن ابی طالب کے ہونہار فرزند اور حسنین کریمینؓ کے پیارے بھائی محمد بن حنفیہ نے فرمایا اور کیا خوب فرمایا:

مَارَأَيْتُ فِيْهُ مَا تَذْكُرُوْنَ وَقَدْ حَضَرْتُهُ وَاَقَمْتُ عِنْدَهُ فَرَأَيْتُ مُوَاظِباً عَلَى الصَّلٰوةِ مُتَحَرِّياً لِلْخَيْرِ يَسْئَالُ عَنِ الْفِقْهِ مُلَازِماً لِلسُّنَّةِ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۳۳ جلد:۸)

میں نے یزید میں وہ باتیں نہیں دیکھیں جو تم بیان کر رہے ہو (یعنی شرابی، بے نماز ہے) میں خود اس کے پاس گیا ہوں میں نے اس کے ہاں قیام بھی کیا ہے میں نے تو اس کو نماز کا پابند، نیک کاموں کا متلاشی، فقہی مسائل دریافت کرنے والا اور سنت نبوی کا پیروکار پایا ہے۔

عبداللہ بن مطیع اور ان کے ساتھی کہنے لگے...........یہ سب کچھ اس نے آپ کو دکھلانے کے لئے کیا ہوگا۔

محمد بن حنفیہ نے فرمایا:

اسے مجھ سے کیا خوف اور لالچ تھا...........اسے کیا ڈر تھا اور مجھ سے کیا طمع تھی کہ اس نے یہ سب کچھ میرے دکھلانے کے لئے کیا؟ تم جو اس کی شراب نوشی کے بارے میں کہہ رہے ہو...........کیا اس نے تمہیں دکھا کر شراب پی ہے اور تم نے اسے شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے؟ اگر تم نے اسے شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے تو پھر تم بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہوئے اور اگر تم نے اسے شراب پیتے ہوئے نہیں دیکھا تو پھر تمہارے لئے جائز نہیں کہ بغیر

جانے شہادت اور گواہی دو۔

وہ لوگ کہنے لگے:

اگر چہ ہم نے شراب پیتے ہوئے آنکھوں سے نہیں دیکھا مگر یہ حقیقی اور سچی بات!

حضرت محمد بن حنفیہؒ نے فرمایا

اللہ رب العزت گواہی دینے والوں کی بات اس طرح قبول نہیں کرتا.........بلکہ قرآن تو کہتا ہے۔

اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (زخرف ۸۶)

ہاں مگر جو لوگ گواہی دیں علم یقین کے ساتھ (ان کی گواہی معتبر ہے)

جاؤ چلے جاؤ میں اس معاملے میں تمہارا ساتھی بننے کے لئے تیار نہیں ہوں!

وہ حضرات کہنے لگے:

شاید آپ اس بات کو ناپسند کر رہے ہیں کہ قیادت وسیادت کسی اور کو ملے.........اگر یہ بات آپ کے ذہن میں ہے تو ہم آپ کو اپنا قائد مانتے ہیں اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے تیار ہیں۔

حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا:

تم جس مقصد کے لئے قتال وجدال کرنا چاہتے ہو میں سرے سے اس کو جائز ہی نہیں سمجھتا اس میں قائد بننے کی یا کسی کا متبوع بننے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

وہ لوگ کہنے لگے:

آپ اس سے پہلے اپنے والد کے ساتھ مل کر یزید کے والد کے

ساتھ بھی تو جنگ کر چکے ہیں حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا:

تم میرے والد جیسا کوئی آدمی اور جن سے انہوں نے جنگ کی تھی اُن جیسے لوگ تو ساتھ ملا کر دکھاؤ پھر میں بھی تمہارے ساتھ مل کر جنگ کرنے کیلئے تیار ہوں۔

وہ لوگ کہنے لگے

چلئے آپ خود اس معاملے سے الگ رہیں اور جنگ نہ کریں مگر اپنے دونوں بیٹوں کو حکم دیں کہ وہ اس معاملہ میں ہمارا ساتھ دیں۔

محمد بن حنفیہؒ نے جواب میں فرمایا:

تم کیسی بات کر رہے ہو.......... میں اگر انہیں تمہارے ساتھ بھیجوں تو یہ بھی خود میری جنگ کرنے کے برابر ہے۔

عبداللہ بن مطیع کہنے لگے

اچھا آپ خود جنگ میں شریک نہ ہوں .... لیکن یزید کے خلاف لوگوں کو آمادہ تو کریں۔

آپ نے فرمایا

یہاں سے چلے جاؤ.......... کیا میں لوگوں کو اس چیز کا حکم دوں جس کو میں خود کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۳۲ جلد:۸)

سامعین گرامی قدر! حضرت محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد پر ایک مرتبہ پھر غور فرمائیے .... یہ ریمارکس یزید کے ایک ہم عصر کے ہے

.........اور ہم عصر بھی ایسا جو فرزند علیؓ ہے.........اور برادر حسنین کریمینؓ ہے.........وہ کہہ رہے ہیں اور بھرے مجمع میں سب لوگوں کے سامنے کہہ رہے ہیں کہ میں یزید کے ہاں کئی مرتبہ گیا ہوں.........وہاں کئی کئی دن تک رہا ہوں.........میں نے وہاں رہ کر یزید کے شب و روز دیکھے ہیں.........اس کے حالات دیکھے ہیں.........میں نے اس کے اندر وہ باتیں نہیں دیکھیں جو تم بیان کر رہے ہو۔

میں نے تو یزید کو دین دار، خدا ترس، پختہ نمازی، اتباع رسول کا حریص اور علمی مجالس قائم کرنے والے پایا ہے۔

حضرت محمد بن علیؓ کے اس بیان کے مقابلے میں بعد میں آنے والوں کی سنی سنائی اور بنی بنائی اوڑ گھڑی گھڑائی باتیں قطعاً قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔

حقیقت یہ ہے اور سچی بات یہ ہے اور دلائل سے یہی بات ثابت کہ یزید کے فسق و فجور کے افسانے.........اور اس کی بدکرداری کی داستانیں یار لوگوں کی اختراع ہے.........سب جھوٹ ہے.........ورنہ

یزید اگر فاسق و فاجر اور بدکردار ہوتا تو سینکڑوں اصحاب رسول اور ہزاروں جلیل القدر تابعین اس کے ہاتھ پر بیعت کبھی نہ کرتے!

یزید اگر فاسق و فاجر اور دشمن دین تھا تو ۵۱، ۵۲، ۵۳ھ میں مسلسل تین سال سینکڑوں اصحاب رسول، ہزاروں تابعین اس کی امارت میں فریضۂ حج ادا نہ کرتے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حَجَّ بِالنَّاسِ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ فِي سَنَةِ إِحْدٰى وَخَمْسِيْنَ وَثِنْتَيْنِ وَخَمْسِيْنَ وَثَلَاثٍ وَخَمْسِيْنَ

(البدایہ والنہایہ صفحہ: ۲۲۹ جلد ۸)

یزید نے ۵۱، ۵۲، ۵۳، ہجری میں لوگوں کو حج کرایا۔

لوگو! یزید اگر فاسق و فاجر ہوتا تو جہاد قسطنطنیہ میں سینکڑوں اصحاب پیغمبر اور ہزاروں تابعین اس کی قیادت و امارت میں اس کی سپہ سالاری اور کمان میں جہاد کے لئے نہ جاتے اور اس کی امامت میں نمازیں ادا نہ کرتے۔

(البدایہ النہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۵۱)

یزید اگر بدکردار اور دشمن دین ہوتا تو قسطنطنیہ کے جہاد کے سفر میں میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کے لئے جید صحابہ کرام اسے امامت کے لئے آگے نہ بڑھاتے! (البدایہ ولنہایہ جلد ۸ صفحہ ۵۸)

یزید اگر فاسق و فاجر ہوتا تو سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اپنی لخت جگر ام محمد کا نکاح اس کے ساتھ کیوں کرتے؟ (جمہرۃ الانساب صفحہ ۶۲)

تعجب بالائے تعجب بلکہ حیرت کی بات یہ ہے کہ یزید کا فسق و فجور........ اور بدکرداری نہ صحابہ کو نظر آئی........ نہ یزید کی بداعمالیاں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھیں........ نہ اس کا فسق و فجور ہزاروں تابعین کو نظر آیا........ نہ یزید کا فسق و فجور اس زمانے کے ہزاروں تبع تابعین کو نظر آیا۔

لے دے کے یزید کا فسق و فجور اور اس کی بدکرداریاں نظر آئیں تو صرف لوط بن یحییٰ کو نظر آئیں........ اس نے بلاسند یزید کی کردارکشی کی........ بعد میں آنے والے ہر طبقہ کے لوگ آنکھیں بند کر کے لوط بن یحییٰ کی زبان بولنے لگے اور یزید کو پلید اور بلادلیل فاسق و فاجر کہنا شروع کر دیا اور آج تک کہتے آ رہے ہیں!

یہ بات میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں براہ راست یزید سے کوئی دلچسپی نہیں

ہے.................اور یہ حقیقت بھی ذہن میں رکھیے کہ دشمنان صحابہ کا مقصد بھی یزید دشمنی نہیں ہے بلکہ یزید کی آڑ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، سینکڑوں اصحاب رسول اور ہزاروں تابعین (جنہوں نے یزید کو ولی عہد مان لیا اور بیعت کرلی) پر تبرا کرنا، ان کے دامن کو داغ دار بنانا..................انہیں ہوس پرست، دنیا دار اور دین سے بے پرواہ ثابت کرنا مقصود ہے۔

ہمارا احساس تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب رسول کی عزت و حرمت اور عظمت و آبرو کی وجہ سے تڑپ اٹھتا ہے۔

اور یقین جانئے! سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت و حرمت ہمیں اس لئے پیاری نہیں کہ وہ اُموی تھے..................بلکہ انکی آبرو اور عزت ہمیں اس لئے محبوب ہے کہ وہ صحابی رسول ہیں..........کاتب وحی ہیں، فاتح شام و قبرص ہیں رسول رحمتؐ کے برادر نسبتی ہیں، اسلامی بحری بیڑے کے موجد ہیں۔ پہلے بحری لشکر کے سالار ہیں، صدیقؓ وعمرؓ کے وزیر عثمانؓ کے معتمد علیہ گورنر اور سیدنا علیؓ کے وزیر ہیں..........امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہادی ومہدی ہونے کی دعائیں دیں..........اور ان کی بصیرت اور حلم کو سراہا۔

یزید کی آڑ لیکر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنا..........اور سینکڑوں اصحاب رسول کے دامن کو داغ دار کرنا ہر لحاظ سے غلط ہے!

البتہ یزید کی منقبت اور بے مثال تعریف..........اہلسنت کی حدیث کی معتبر کتاب بخاری کے اوراق میں آئی ہے..........بخاری کی اس حدیث کو دیکھ اور پڑھ کر ہم تو یزید پر لعنت کے قائل نہیں ہیں۔ اور ان مہربانوں کو بھی خیر خواہانہ مشورہ دینگے..........جو بخاری کے مقام اور عظمت کے قائل ہیں کہ وہ یزید پر لعنت کرنے کا دروازہ نہ کھولیں!

بخاری اہلسنت کے ہاں حدیث کی مستند کتاب ہے......... بخاری کی اس روایت کے مقابلے میں جو روایات پیش کی جائیں گی وہ نا مقبول ہونگی جب تک یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ بخاری کی روایت کی سند کمزور اور مخالف روایات کی سند مضبوط ہے۔

بڑے تعجب اور انتہائی حیرت کی بات ہے کہ بخاری کی روایت کے مطابق تو امام الانبیاء، پیغمبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی اور یزید کے مغفور ہونے کی خبر دیں اور پیش گوئی فرمائیں......... مگر رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا دعویٰ کرنے والے......... اور بخاری کی عظمتوں کا گیت گانے والے تاریخ کی بے سند، موضوع اور من گھڑت روایات کا سہارا لیکر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کرتے پھریں اور یزید کو شیطان اور فرعون سے ملا کر اس پر لعنت کا وظیفہ پڑھتے رہیں!

جہادِ قسطنطنیہ میں یہ حدیث پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خالہ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کے گھر کبھی کبھی دوپہر کے وقت قیام فرمالیا کرتے تھے......... ایک دن آپ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے......... سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے مسکرانے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے ان ایمان افروز مناظر کا ذکر فرمایا......... جو مناظر خواب میں آپ کو دکھلائے گئے ہیں (اور اتنی بات تو آپ کو معلوم ہے کہ انبیاء کے خواب بھی قطعی ہوتے ہیں اور وحی کا درجہ رکھتے ہیں .... رُؤْيَا الْاَنْبِيَآءِ وَحْیٌ۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۲۵) پھر آپ نے فرمایا:

اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِیْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا

میری امت کا پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا ان کے لئے جنت واجب ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے قَدْ اَوْجَبُوْا کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا وَجَبَتْ لَھُمْ بِہِ الْجَنَّۃ یعنی ان سب مجاہدین کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ (فتح الباری)

سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر کہا:

یَارَسُوْلَ اللّٰہ اَنَا فِیْھِمْ .... میں ان میں شامل ہونگی؟

آپ نے فرمایا........اَنْتِ مِنْھُمْ.......... تم ان میں سے ہوگی۔

بخاری ج:۱ص:۳۹۲ کی روایت میں ہے کہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے اس لشکر کے جنتی ہونے کی خوشخبری سن کر عرض کیا:

اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْھُمْ فَدَعَالَھَا

یارسول اللہ! آپ میرے لئے دعائیں فرمائیں کہ اللہ مجھے ان میں سے کردے........آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی!

سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں پھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَۃَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَھُمْ۔

میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا ان سب کی مغفرت مقدر ہو چکی ہے۔

بخاری کے شارح علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ قیصر کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد رومی سلطنت کا دارالحکومت قسطنطنیہ ہے!

(بخاری میں یہ روایت تقریباً سات جگہوں پر آئی ہے۔

(بخاری: جلد:۱ص:۴۱۰) (بخاری: جلد:۱ص:۳۹۲) (بخاری: جلد:۲ص:

۱۰۶۹)(بخاری: جلد:۱ص: ۴۰۹،۴۰۵،۴۰۳)

آیئے دیکھتے ہیں کہ جن دو خوش نصیب لشکروں کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی اور مغفور ہونے کی خوشخبریاں دیں ہیں.................. وہ لشکر کس کی قیادت وسرداری میں روانہ ہوئے اور اس نبوی پیشین گوئی کا مصداق ٹھہرے۔

شارح بخاری ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب فتح الباری میں فرمایا:

قَالَ المهلّبُ فِي هٰذَا الْحَدِيْثِ مَنْقَبَةٌ لِمُعَاوِيَةَ لِاَنَّهُ اَوَّلَ مَنْ غَزَا الْبَحْرَ وَمَنْقَبَةٌ لِوَلَدِهِ يَزِيْدَ لَاَنَّهُ اَوَّلَ مَنْ غَزَا مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ

اس حدیث کے بارے میں محدث مہلب فرماتے ہیں کہ اسمیں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف ہے انہوں نے ہی سب سے پہلے بحری جہاد کیا اور اس حدیث میں ان کے بیٹے (یزید) کی تعریف ہے کیونکہ سب سے پہلے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر اسی نے حملہ کیا تھا۔

کیا اس حقیقت سے کوئی شخص انکار کرسکتا ہے کہ امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں پہلا اسلامی بحری بیڑہ جس میں سینکڑوں کے حساب سے کشتیاں تھیں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بنایا تھا اور ۲۸ ھ میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت اور سپہ سالاری میں پہلا لشکر بحری جہاد کے لئے سمندر پار قبرص پر حملہ آور ہوا اور فاتح بن کر پلٹا..................

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِهَا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيًا اَوَّلَ مَا رَكِبَ الْمُسْلِمُوْنَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ فَلَمَّا انْصَرَفُوْا مِنْ

غَزْوَتِهِمْ قَافِلِين فَنَزَلُو الشَّامَ فَقَرَبَتْ اِلَيْهَا دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا فَصَرَعَتْهَا فَمَاتَتْ

(بخاری جلد ا صفحہ: ۳۹۱، البدایہ النہایہ جلد: ۶۔ صفحہ: ۲۲۲)

حضرت ام حرامؓ اپنے خاوند عبادہ بن صامت کے ہمراہ سمندر پار گئیں جب وہ لوگ جہاد سے فارغ ہو کر شام واپس پہنچے تو سیدہ ام حرامؓ سواری کے جانور سے گر کر شہید ہوگئیں!

سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جس دوسرے لشکر کا اور اس میں شامل ہونے والوں کے مغفور ہونے کا تعلق ہے تو اس خوش قسمت لشکر کی روانگی امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی اور اس لشکر کا سالار اور کمانڈر ان کا بیٹا یزید تھا!

علامہ ابن کثیر نے البدایہ النہایہ ج: ۸، ص ۲۲۷) میں لکھا ہے:

جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کا پختہ عزم کرلیا تو زبان نبوت سے اس لشکر کے مغفور ہونے کی بنا پر یزید نے اپنے والد محترم سے خود درخواست کی تھی کہ اس مقدس اور انتہائی اہم لشکر کی امارت کی ذمہ داری کا شرف مجھے بخشا جائے!

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے ان جذبات کو دیکھتے ہوئے قسطنطنیہ پر حملہ آور ہونے والے پہلے لشکر کی قیادت و امارت کی ذمہ داری اسے سونپ دی!

بخاری کے متن میں موجود ہے (کسی تاریخ یا بے سند کتاب میں نہیں) ذرا سنئے:

قَالَ مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ فَحَدَّثْتُهَا قَوْمًا فِيهِمْ اَبُوْاَيُّوْب الْاَنْصَارِي صَاحِبُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَتِهِ الَّتِي تُوُفِّيَ فِيهَا وَيَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ

بِاَرْضِ الرُّوْم (بخاری ا ص ۱۵۸)

محمود بن الربیع فرماتے ہیں میں نے یہ حدیث لوگوں کے سامنے بیان کی جن میں (میزبان رسول) ابو ایوب انصاری بھی موجود تھے اسی غزوہ قسطنطنیہ میں ان کی شہادت ہوئی اور اس لشکر کے امیر معاویہ کے بیٹے یزید تھے!

سامعین گرامی قدر! حضرت محمود بن الربیع کا یہ ارشاد بخاری کے متن میں موجود ہے......... کہ جس غزوہ میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی شہادت واقعہ ہوئی ہے......... اس غزوہ میں مسلمانوں کے لشکر کی قیادت و سپہ سالاری سیدنا معاویہؓ کے بیٹے یزید کے ہاتھ میں تھی......... بخاری کے اس قول کو ترک کر کے تاریخ وسیرت کی بلا سند روایات کو قبول کر کے یہ کہنا کہ اس مغفور لشکر کا سالار یزید نہیں بلکہ کوئی اور تھا سراسر بے انصافی اور حقیقت کو جھٹلانے کے مترادف ہے!

قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر سمندری راستے سے لشکر اسلام کا یہ حملہ ۴۹ ھ کا واقعہ ہے جونہی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کشی کا حکم دیا تو عالم اسلام میں رہنے والے مسلمان اس مغفور لشکر میں شمولیت کے لئے دیوانہ وار دوڑ پڑے......... اس لئے کہ اس لشکر کے شرکاء کے لئے مغفرت کی بشارت صحابہ کرام نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھی تھی......... اب جب مغفرت اور جنت کے دروازے کھلنے کا وقت آیا تو تمام لوگ ایمان کی شمعیں اپنے سینوں میں روشن کئے دمشق کی طرف چل نکلے۔

اس مغفور لشکر میں شمولیت کیلئے میزبان رسول سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جن کی عمر اسی سال سے تجاوز کر چکی تھی......... وہ بھی دمشق پہنچے......... اگرچہ عمر کے اعتبار سے جہاد کے قابل نہیں تھے مگر جب جنت سامنے آئی تو بڑھاپا ان کا

راستہ نہ روک سکا۔اس مغفور لشکر میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہونہار فرزند عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ.......... عشرہ مبشرہ میں شامل سیدنا زبیر بن عوام کے لائق ترین فرزند عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ.......... امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ.......... عبداللہ بن جعفر.......... عبد اللہ بن جابر رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

علامہ بدر الدین عینیؒ نے عمدۃ القاری ج: ۱۴ ص: ۱۹۸ میں اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری ج: ۶ ص: ۱۰۳ میں لکھا ہے:

اِنَّ یَزِیدَ بنَ مُعَاوِیَۃَ غَزَابِلَادَ الرُّوْمِ حَتّٰی بَلَغَ قُسْطُنْطِنیہ و مَعَہُ جَمَاعَۃٌ مِنْ سَادَاتِ الصَّحَابَۃِ مِنھُمْ ابنُ عُمَروَ ابن عَبَّاسَ وَ ابن الزُّبَیْر وَ اَبُو اَیُّوب الْاِنْصَارِی وَکَانَتْ وَفَاۃُ اَبِی اَیُّوبَ الْاَنْصَارِیْ ھُنَاکَ قَرِیْبًا مِنْ سُوْءِ الْقُسْطُنْطنیہ وَقَبْرہ ھُنَاکَ۔

یزید بن معاویہ رومی علاقوں میں مصروف جہاد رہا یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ تک جا پہنچا، اس کے ساتھ اکابر صحابہ کی ایک جماعت بھی تھی جس میں سیدنا ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ اور ابوایوب انصاری شامل ہیں۔اسی جہاد میں سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور شہر کی فصیل کے نزدیک وہیں ان کی قبر منور بھی ہے!

علامہ عسقلانیؒ نے فرمایا:

قسطنطنیہ پر سب سے پہلے جہاد معاویہؓ کے بیٹے یزید نے کیا اس کے ساتھ بڑے بڑے صحابہ کی ایک جماعت تھی جن میں عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابوایوب

انصاری (رضوان اللہ علیہم اجمعین) شامل تھے۔

(حاشیہ بخاری ا ص ۴۱۰)

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

بڑے بڑے اصحاب رسول کی ایک بڑی تعداد یزید کے ساتھ روانہ ہوئی اور یزید نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کرلیا.......... سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اس لشکر میں شامل تھے جس نے یزید بن معاویہ کے ساتھ قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا (البدایہ النہایہ ج:۸،ص:۱۵۱)

حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:

قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والی فوج کے سپہ سالار یزید تھے اور چونکہ لشکر معین تعداد کو کہا جاتا ہے اس لئے اس فوج کا ہر ہر فرد مغفرت کی اس خوشخبری میں شریک ہے.......... کہتے ہیں کہ یزید نے اسی ارشاد نبوی کو مدنظر رکھ کر قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا۔

(منہاج السنۃ ۲ ص ۲۵۲)

ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ:

یزید بن معاویہ نے روم میں جنگ کی۔ یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک جا پہنچا، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ اور ابو ایوب انصاریؓ جیسے صحابہ اس کے ساتھ تھے۔ (طبری ۵ ص ۸۶ اردو)

شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ نے فرمایا:

یزید کو متعدد معارک جہاد میں بھیجنے اور جزائر ابیض اور بلاد ہائے ایشیائے کوچک کے فتح کرنے، حتیٰ کہ خود استنبول (قسطنطنیہ) پر بڑی بڑی افواج سے حملہ کرنے وغیرہ میں آزمایا جا چکا تھا۔ تاریخ

شاہد ہے کہ معارک عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ا ص ۲۵)

مشہور سیرت نگاہ علامہ سید سلیمان ندوی ؒ لکھتے ہیں!

یہ بشارت سب سے پہلے امیر معاویہ ؓ کے عہد میں پوری ہوئی اور دیکھا گیا کہ دمشق کی سرزمین پر اسلام میں سب سے پہلے تخت شاہی بچھایا جاتا ہے اور دمشق کا شہزادہ یزید اپنی سپہ سالاری میں مسلمانوں کا پہلا لشکر لے کر بحر اخضر میں جہازوں کے بیڑے ڈالتا ہے اور دریا کو عبور کر کے قسطنطنیہ کی چہار دیواری پر تلوار مارتا ہے۔

(سیرت النبیؐ ۳ ص ۶۰۱)

علامہ ذہبی ؒ نے تحریر فرمایا ہے:

قسطنطنیہ پر پہلی مرتبہ حملہ کرنے والے لشکر کو سیدنا معاویہ ؓ نے اپنے بیٹے یزید کی قیادت میں روانہ کیا تھا.......... اور یہ بات صحیح ہے کہ سب سے پہلے قسطنطنیہ پر جہاد کرنے والا لشکر مغفرت شدہ ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس لشکر کا قائد معاویہ کا بیٹا یزید تھا۔ (المنتقی ص ۲۸۸)

سامعین گرامی قدر!! اس تفصیلی گفتگو کے آخر میں بڑی محبت اور بڑے پیار سے ایک سوال اپنے ان دوستوں سے کرنے کی جسارت کرتا ہوں جو دوست دن رات خلوت وجلوت میں اور تقریر وتحریر میں یزید کو شرابی، زانی، بدمعاش، بدکردار، فاسق وفاجر اور نہ جانے کیا کچھ کہتے رہے ہیں کہ تاریخ اسلام کا یہ ایمان افروز واقعہ جس کی خبر اور بشارت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دی تھی.......... اور پورے لشکر کو مغفرت اور بخشش کی خوشخبری سنائی تھی.......... پھر جن لوگوں کو اللہ رب

العزت نے اس لشکر میں شمولیت کا شرف بخشا.......... وہ مقدس لوگ کہ جن کے ذکر سے ایمان کے باغ میں بہار آجاتی ہے.......... جن کی یاد سے دل لذت پاتے ہیں.......... جن کے تصور سے چہرے منور ہو جاتے ہیں.......... جن کا نام سن کر زبانیں رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم پکارنے لگتی ہیں.......... وہ پاکیزہ صفات لوگ کہ دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کرنے لگیں.......... کیا کائنات کے رب نے زمین پر بسنے والے ان پاکیزہ صفات اور مقدس اوصاف عظیم المرتبہ اور رفیع الشان ہستیوں کی سرداری اور امارت کے لئے ایک فاسق وفاجر اور زانی وشرابی کو چنا تھا؟

میں تو اس طرح کے خیال اور اس قسم کے تصور سے بھی پناہ مانگتا ہوں!

اپنے ان دوستوں اور مہربانوں سے کہتا ہوں.......... خدارا کچھ سوچیے.......... فکر وتدبر کیجیے.......... تعصب اور ہٹ دھرمی کی وادی سے نکل کر حقائق کو دلائل اور براہین کے آئینے میں دیکھنے کی عادت ڈالیے۔

فاضل دیوبند مولانا عامر عثمانی مرحومؒ نے کتنی دلنشین اور خوبصورت بات کہی ہے

ہوش کے ناخن لو.......... حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سستی
حمایت اور ظالموں کی بچگانہ نفرت کے چکر میں یہ نہیں سمجھ رہے ہو کہ
غم حسینؓ کا اظہار اور فسق یزید کا پروپیگنڈ ادراصل ایک نقب ہے
عظمت صحابہ کی دیوار میں.......... جس نقب کے راستے صحابہ کرام
کی ناموس اور آبرو لوٹنے اور لٹوانے کی کوششیں صدیوں سے
جاری ہیں.......... یزید فرض کرو اگر عاصی اور گمراہ تھا تو اسے اپنی
آگ میں جلنے دو تم لعنتوں اور صلواتوں سے اس کی تواضع نہیں
کرو گے، تو دوزخ کی آگ ٹھنڈی نہیں ہو جائے گی.......... اور
اگر حضرت معاویہؓ نے اسے خلیفہ بنا کر واقعی کوئی معصیت کی تھی تو

ان سے بھی اللہ نمٹ لے گا.......... ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کو انصاف کرنے کے لئے تمہاری راہنمائی کی حاجت نہیں ہے۔ تم یزید اور معاویہؓ کی قسمتوں کا فیصلہ کرنے کو لئے عدالتیں مت سجاؤ بلکہ اپنی گردن پر مسلط موجودہ حاکموں کو دیکھو وہ کس بے تکلفی سے تمہاری ناکوں میں نکیلیں ڈالے گناہ وطغیان اور ہوا وہوس کی دلدلوں میں ہنکائے لئے جا رہے ہیں.......... تمہاری غیرت حق اور حمیت دینی اگر ایسی ہی ذکی الحس ہے کہ تیرہ سو برس پہلے کے ظالموں کو گالیاں دیئے بغیر تم کو چین نہیں آتا.......... تو ان شیطانوں کے بارے میں تم برف کیوں ہو گئے ہو جو فسق وفجور کی سیاہی سے تمہارا منہ کالا کر رہے ہیں.......... جو گمراہی وضلالت کی گھاٹیوں میں تمہیں غلاموں کی طرح ہنکاتے چلے جا رہے ہیں.......... مُردوں کے لئے تو محشر بکف، اور زندوں کے لئے کچھ بھی نہیں! ماضی پر تو خوردبینی نظر اور حال کے لئے اتنے کور چشم کہ سامنے کا پتھر دکھائی نہیں دیتا.......... سیدنا حسینؓ کے غم میں آنسو تو بہا لوگے ان کی پیروی میں سر نہیں کٹاؤ گے.......... اور سر کٹانا تو کجا اتنا بھی احساس نہیں کرو گے کہ جس مقصد کے لئے سیدنا حسینؓ نے جان دی تھی وہ مقصد آج بھی تمہیں پکار رہا ہے بہرے، بے حس، نادان، بہروپیے! کاش تم سوچتے کہ یزید بے چارہ آج کے ان ابوجہلوں، ابولہبوں اور ابن اُبیوں کی کیا برابری کرے گا جو علم وفن کے ہتھیار سے لیس تمہاری غیرت کو للکار رہے ہیں اور تمہارے سینوں پر مونگ دل رہے ہیں۔

ہمت ہے تو ان کی للکار کا جواب دو.......... ان سے آنکھیں ملاؤ مگر مچھ کے آنسوؤں سے ظلم وطغیان کے پہاڑ نہیں بہیں گے اور یزید پر دانت کٹکٹانے سے شہدائے کربلا کا بدلہ نہیں چک جائے گا۔

وفات ابوایوب انصاریؓ میزبان رسول سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس مغفور لشکر میں ایک فوجی کی حیثیت سے شامل تھے ان کی عمر اس وقت تقریباً اسی ۸۰ سال تھی.......... موسم شدید گرم تھا سفر بے حد طویل تھا.......... پھر زندگی کے آخری کناروں کو چھوتی ہوئی ضعیفی اور کمزوری.......... وہ پیٹ کے مرض میں مبتلا ہو گئے.......... بیماری نے شدید شدت اختیار کر لی اور زندگی نے مایوسی کی نوید سنا دی.......... امیر لشکر یزید عیادت کے لئے آئے.......... سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ نے انہیں وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

میرے جنازے کو دشمن کی سرزمین میں جہاں تک ممکن ہو لے جانا اور پھر دفن کرنا نیز مسلمانوں کو میری طرف سے سلام کہنا اور یہ حدیث بھی لوگوں کو سنانا جو میں نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے کہ..........

مَنْ مَّاتَ وَلَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا جَعَلَهُ اللّٰهُ فِي الْجَنَّةِ......

جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی چیز کو ساجھی اور شریک نہیں ٹھہرایا تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

(البدایہ والنہایہ ج:۸ص:۵۹)

یزید نے میزبان رسول کی وصیت کو پورا کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان کا سلام پہنچایا.......... پھر ان کی بیان کردہ حدیث سنائی.......... پھر ان کی تجہیز وتکفین کے بعد یزید ہی نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے

وَكَانَ اَبُو اَيُّوبَ فِي جَيْشِ يَزِيْدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَ اِلَيْهِ اَوْصٰى وَهُوَ الَّذِي صَلّٰى عَلَيْهِ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۵۸)

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ یزید بن معاویہؓ کے لشکر میں شامل تھے انہوں نے اپنے معاملات کیلئے وصیت بھی یزید کو کی تھی اور یزید نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی تھی!

جنازہ پڑھانے کے بعد قسطنطنیہ کے قلعے کی دیوار کے قریب میزبان رسول کو دفن کر دیا گیا.......... قلعے کی دیوار کے قریب یہ کاروائی ہوتے دیکھ کر رومی سربراہ نے قاصد کے ذریعے پوچھا کہ تم کیا کر رہے ہو؟

یزید نے جواب دیا:

یہ ہمارے پیارے پیغمبر کے صحابی ہیں جنہوں نے وصیت فرمائی تھی کہ انہیں تمہارے ملک میں اندر جا کر دفن کیا جائے اب ہم ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے انہیں یہاں دفن کر رہے ہیں۔

قاصد پیغام لے کر واپس پہنچا تو شاہ روم کی زبان سے یہ تیز و تند اور غرور سے بھرا ہوا گستاخانہ جملہ نکلا کہ:

''تمہارے چلے جانے کے بعد ہم یہ لاش نکلوا کر کتوں کو کھلا دیں گے''

شاہ روم کی زبان سے یہ ناپاک اور خبیث الفاظ سن کر یزید نے بڑے جرأت وشجاعت اور دلیری جوانمردی سے کہا:

يَا اَهْلَ الْقُسْطُنْطُنِيَّة هٰذَا رَجُلٌ مِنْ اَكَابِرِ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ نَبِيِّنَا وَقَدْ دَفَنَّا حَيْثُ تَرَوْنَ وَ اللهِ لَئِنْ

تَعَرَّضْتُمْ لَهُ لَأَهْدِمُ مِنْ كُلِّ كَنِيْسَةٍ فِي أَرْضِ الْإِسْلَامِ وَ لَا يَضْرِبُ نَاقُوْسٌ بِأَرْضِ الْعَرَبِ أَبَدًا

(ناسخ التواریخ ۲ جلد صفحہ ۶۶)

اے قسطنطنیہ کے رہنے والو! (کان کھول کر سنو) یہ ہمارے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ میں سے ایک ہیں اور تم دیکھ رہے کہ ہم نے انہیں یہاں دفن کیا ہے............ مجھے کعبہ کے رب کی قسم ہے اگر تم نے ان کی قبر کو کوئی نقصان پہنچایا تو میں سرزمین اسلام میں ہر کلیسا منہدم کر دونگا اور پھر پورے عرب میں کبھی ناقوس تک نہیں بج سکے گا۔

علامہ ابن عبد ربہ کی روایت کے الفاظ اسطرح ہیں:

اگر مجھے معلوم ہوا کہ ان کی قبر کو اکھیڑا گیا ہے یا کسی قسم کی بے ادبی اور گستاخی کا معاملہ کیا گیا تو کان کھول کر سن لو:

لَا تَرَكْتُ بِأَرْضِ الْعَرَبِ نَصْرَانِيًّا إِلَّا قَتَلْتُهُ وَ كَنِيْسَةً إِلَّا هَدَمْتُهَا (العقد الفرید جلد ۳، صفحہ ۱۳۳)

میں کسی عیسائی کو زندہ نہیں چھوڑونگا اور کسی گرجے کو سلامت نہیں رہنے دونگا۔

سامعین گرامی قدر!............ میں اللہ کا واسطہ دیکر پوچھنا چاہتا ہوں............

قیصر روم کو اس طرح خطاب کرنا............ اور پوری جرأت و دلیری سے اپنا مافی الضمیر بیان کرنا اس کی توقع کسی زانی، شرابی اور فاسق و فاجر شخص سے کی جا سکتی ہے؟ یزید ایسا ویسا ہوتا تو کہتا............ ہمیں کیا ہے لاش کے ساتھ جو سلوک چاہو کرتے پھرو............ مگر یہ غیرت مند باپ کا غیرت مند بیٹا ہے جس نے قسطنطنیہ کے

باشندوں کو ایسے للکارا ہے جیسے للکارنے کا حق ہوتا ہے!

ایک نظر اپنے حکمرانوں پر ڈالیئے جو آج کی نام نہاد سپر طاقت امریکہ کے ہاتھ بندھے غلام بنے ہوئے ہیں.......... امریکی پیشواؤں کا فون آجائے تو احترام میں کھڑے ہو کر یس سر یس سر کی گردان پڑھتے ہیں.......... امریکی ڈرون حملوں میں اکثر بے گناہ اور مظلوم لوگ مارے جاتے ہیں اور یہ خاموشی سے دیکھتے رہتے ہیں.......... بلیک واٹر ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہوتی ہے مگر یہ چپ سادھ لیتے ہیں.......... امریکہ کے سامنے بھیگی بلی.......... بزدل، ڈرپوک اور بے حمیت..........

ادھر اُس زمانے کی سپر طاقت روم کے حکمرانوں کو یزید نے جس طرح للکار ہے.......... وہ اپنی مثال آپ ہے!

سامعین محترم! یزید کے فسق و فجور کو ثابت کرنے کے لئے.......... ایسی ایسی مضحکہ خیز باتیں تراشی گئیں کہ سن کر ہنسی بھی آتی ہے اور رونے کو دل بھی کرتا ہے.......... کہا جاتا ہے کہ امیر معاویہؓ یزید کو کاندھے پر بٹھا کر مسجد نبوی کے سامنے سے گذر رہے تھے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا "جنتی کے کاندھے پر جہنمی سوار ہے"

آپ سن کر یقیناً حیران ہونگے کہ یزید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیدا ہی نہیں ہوا.......... بلکہ یزید کی پیدائش سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۲۲ھ میں ہوئی (البدایہ والنہایہ ج:۷،ص:۱۲۵)

دیکھا آپ نے کہ جس یزید کی پیدائش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پُر ملال سے تقریباً گیارہ سال بعد ہوئی ہے.......... اسے یار لوگوں نے سیدنا معاویہؓ کے کاندھے پر بٹھا کر مسجد نبوی کے سامنے سے گذار دیا اور ایک روایت بھی گھڑ لی!

کبھی کہا جاتا ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ ؓ کو شادی کرنے سے منع فرمایا تھا کہ:

"تیرے خون سے مجھے اپنے خاندان کے افراد کے قتل کی بد بو آتی ہے"

..........اس سے ملتی جلتی کئی اور روایات بھی شاید آپ کے کان میں .... تاریخ و سیرت کی ایسی روایات جن میں یزید کی مذمت اور تنقیص پائی جاتی ہے.......... اس کے فسق و فجور کا تذکرہ موجود ہے.......... ایسی تمام تر روایات کی قلعی کھولنے کے لئے.......... اور ایسی روایات کی حقیقت واضح کرنے کے لئے ایک دو حوالہ پیش کرنا چاہتا ہوں.......... انہیں ذرا غور اور توجہ سے سنئے گا۔

ملا علی قاری حنفی تحریر فرماتے ہیں!

وَمِنْ ذَالِكَ الْاَحَادِيْثِ فِي ذَمِّ مُعَاوِيَةَ وَ ذَمِّ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ وَ ذَمِّ بَنِيْ اُمَيَّةَ كَذَا فِي ذَمِّ يَزِيْدِ وَ الْوَلِيْدِ وَ مَرْوَانَ الْحَكَمِ

اسی طرح حضرت معاویہ ؓ، حضرت عمرو ؓ بن عاص، بنو امیہ یزید، ولید اور مروان کی مذمت اور برائی میں آنے والی تمام روایات جھوٹی اور موضوع ہیں (موضوعات کبریٰ ص ۱۰۷)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب البدایہ والنہایہ جلد: ۸، صفحہ: ۲۳۱) میں لکھتے ہیں:

وَقَدْ اَوْرَدَ ابْنُ عَسَاكِرِ اَحَادِيْثَ فِي ذَمِّ يَزِيْدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ كُلُّهَا مُوْضُوْعَةٌ لَا يَصِحُّ شَيْءٌ مِنْهُ۔

مؤرخ ابن عساکر نے یزید بن معاویہ کی مذمت اور برائی میں جتنی احادیث بیان کی ہیں وہ سب کی سب من گھڑت اور موضوع ہیں ان

میں سے کوئی بات بھی صحیح نہیں ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد بھی سن لیجئے۔

وَلَمْ يَكُنْ مَظْهَرَ الْفَوَاحِشِ كَمَا يَحْكِي عَنْهُ خُصُومُهُ۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ جلد: ۳ صفحہ: ۴۱)

یزید بن معاویہ میں وہ برائیاں بالکل نہیں تھیں جو دشمن ان سے منسوب کرتا ہے!

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

كُلُّ حَدِيْثٍ فِيْهِ ذَمُّ يَزِيْدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ فَهُوَ كَذِبٌ

(المنار المنیف ص ۲۲۰)

ہر وہ روایت جس میں یزید بن معاویہ کی مذمت اور برائی پائی جاتی ہے وہ جھوٹی ہے!

سامعین گرامی قدر! میں نے بڑی تفصیل کے ساتھ .... اور بڑے وزنی دلائل کے ساتھ .... اصل حقائق آپ حضرات کے سامنے بیان کر دیئے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یزید کی اصل تصویر وہ نہیں ہے جو تاریخ کی کتب نے پیش کی ہے .... بلکہ اصل تصویر یہ ہے جو میں نے آپ کو دکھائی ہے کہ وہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والے لشکر کا سالار تھا .... اس نے میزبان رسول حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا .... اس کی کمان میں جلیل القدر اصحاب رسول نے جہاد کیا .... سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی صالحیت کی تعریف کی

حضرت محمد بن علی المعروف بہ حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر لگنے والے الزامات کے جواب دیئے اور اسکی صفائی پیش کی ....

میں نے دلائل سے یہ بات بھی عرض کی کہ یزید کی مذمت میں .... اس

کی شراب نوشی اور فسق وفجور پر مبنی روایات جھوٹ پر مبنی اور موضوع ہیں ورنہ امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے حلیم اور جلیل القدر صحابی اسے اپنا ولی عہد نہ بناتے .... اور اس وقت کے سینکڑوں صحابہ کرام اور ہزاروں تابعین بھی ایسے شخص کی بیعت ہرگز ہرگز نہ کرتے!

حسینؓ و یزید

سامعین محترم! گفتگو کے آخر میں .... میں ایک بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں .... کہ یزید کے بارے میں جو حقائق میں نے بیان کیے ہیں .... ان سب کے باوجود .... اگر ساری دھرتی یزید جیسے لوگوں سے بھر بھی جائے تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مقابلہ نہیں ہوسکتا .... سیدنا حسین رضی اللہ عنہ عظیم ہیں بلکہ عظیم تر ہیں .... وہ نواسہ رسول ہیں .... ان کا نام نبی اکرم ﷺ نے رکھا .... کان میں اذان دی .... پھر گھٹی لگائی .... سیدنا حسین رضی اللہ عنہ عظیم ہیں کہ راکب بردوش رسول ہیں .... اور سب سے بڑی عظمت ان کی یہ ہے کہ صحابی رسول ہیں .... اور صحابیت کا مرتبہ اتنا اونچا ہے کہ بعد میں آنے والی پوری امت (تابعین، تبع تابعین، آئمہ مجتہدین، مفسرین، محدثین، علماء، اتقیا، اصفیا، زاہدین، عابدین) مل کر بھی ایک صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتی!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقام میں معمولی سی گستاخی .... ان کی شان کے متعلق ذرا سی بے ادبی اور توہین انسان کو گمراہی کے راستے پر ڈال سکتی ہے .... سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر تنقید .... ان کے موقف پر تنقید کسی کلمہ گو کو زیب نہیں دیتی .... سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے والا اہلسنت کہلانے کا حق دار نہیں ہے۔

اہلسنت وجماعت کا مدعی وہی ہوسکتا جو تمام اصحاب رسول کی طرح سیدنا حسین

رضی اللہ عنہ کا احترام کرتا ہے............ اور باقی اصحاب رسول کی طرح سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بھی تنقید سے بالا تر سمجھتا ہے۔

جو لوگ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے وکیل صفائی صرف اس لئے بنتے ہیں کہ یہ حضرات صحابیت کے عظیم منصب پر فائز ہیں............ اور صحابیت کا دفاع ہمارا فریضہ ہے............ وہ لوگ یہ بات کیوں بھول جاتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بھی صحابیت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں اور ان کا دفاع کرنا بھی ہمارا فریضہ ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں اپنے فضل و کرم سے ہر قسم کی افراط اور تفریط سے محفوظ فرمائے اور ہر صحابی کے مقام کو پہچاننے کی اور پھر اس کے دفاع کی توفیق مرحمت فرمائے! آمین۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

آٹھویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرہ)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۔

سامعین گرامی قدر: گزشتہ خطبہ میں بڑی تفصیل، وضاحت اور دلائل کیساتھ میں نے آپ کو یہ حقیقت سمجھائی ہے .... کہ امیر معاویہؓ کا یزید کو ولی عہد بنانے کا فیصلہ کسی، مفاد پرستی اور بدنیتی پر مبنی نہیں تھا .... بلکہ انہوں نے یزید کی اہلیت کو دیکھ کر اسے اس منصب پر فائز کیا تھا .... تین چار صحابہ کرام کے علاوہ سب نے

یزید کی ولی عہدی کی بیعت کر لی تھی .... جنہوں نے بیعت ولی عہدی سے انکار کیا تو اس انکار کی وجہ یزید کا کردار یا اہلیت نہیں تھی بلکہ وہ حضرات موروثی خلافت کو صحیح سمجھنے کیلئے تیار نہیں تھے۔

۵۶ھ میں یزید کی ولی عہدی کے قضیے سے فارغ ہونے کے بعد سیدنا امیر معاویہؓ تقریباً چار سال زندہ رہے اور ۶۰ھ ۲۲ رجب کو ان کی وفات ہوئی .... حافظ ابن کثیرؒ نے تحریر فرمایا:

اِنَّہٗ تُوُفِّیَ بِدَمِشْقَ لَیْلَةَ الْخَمِیْسِ لِثَمَانٍ بَقِیْنَ مِنْ رَجَبٍ سَنَةَ سِتِّیْنَ۔

رجب کے مہینے کی آٹھ راتیں باقی تھیں کہ امیر معاویہؓ نے جمعرات کی رات وفات پائی۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ: ۱۴۳ جلد ۸)

انتقال سے پہلے آپ نے اپنے بیٹے یزید کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہنا .... لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا .... غیظ و غضب اور جھگڑنے کی باتوں سے کنارہ کش رہنا .... نیک لوگوں اور بزرگوں کا ہمیشہ خیال رکھنا ان کے ساتھ توہین اور تکبر سے پیش نہ آنا .... جب کسی کام کا ارادہ کرو تو عمر رسیدہ، تجربہ کار لوگوں کو بلا کر ان سے مشورہ کرنے کے بعد کرنا اور ان کی طے شدہ رائے سے اختلاف نہ کرنا۔ اہل مکہ اور اہل مدینہ کی قدر و منزلت میں فرق نہ آنے دینا، کیونکہ وہی تمہاری اصل اور برادری کے لوگ ہیں۔ اہل شام کی عزت و توقیر کرتے رہنا، کیونکہ وہ تمہارے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ بدگو لوگ اور چغل خوروں کی باتوں پر ہرگز دھیان نہ دینا میری رائے میں وہ بدترین مشیر ہوتے ہیں۔

یزید کو نصیحت کرنے کے بعد باقی گھر والوں اور خاندان کے دیگر افراد کو تقویٰ اور نیکی پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی۔ اپنی تجہیز و تکفین کے بارے میں فرمایا:

ایک مرتبہ میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھا۔ میں آپ کو وضو کروایا کرتا تھا، اس وقت میرا کرتہ کندھے سے پھٹا ہوا تھا .... آپؐ نے میرا کرتہ دیکھ کر فرمایا: تجھے کرتہ پہناؤں؟ میں نے عرض کیا میرے باپ آپؐ پر قربان .... زہے نصیب کہ آپؐ اپنا کرتہ مبارک مجھے پہنائیں .... پھر آپؐ نے اپنا کرتہ مجھے عنایت فرمایا .... وہ کرتہ میں نے صرف ایک مرتبہ پہنا .... وہ اسی طرح میرے پاس آج تک موجود ہے ایک دن نبی کریم ﷺ نے اپنے بال ترشوائے۔ میں نے کٹے ہوئے بال اور ناخن اٹھالئے وہ بھی آج تک میرے پاس محفوظ ہیں، جب میرا انتقال ہو جائے تو وہ کرتہ میرے سینے پر رکھ دینا اور ناخن اور بال باریک کتر کر کچھ میرے منہ میں، کچھ میرے ناک میں، کچھ میرے آنکھوں کے حلقوں میں رکھ دینا .... میرا مولا مجھ سے پوچھے گا .... معاویہؓ دنیا سے کیا لائے ہو تو میں کہوں گا مولا! تیرے محبوبؐ کی نشانیاں ساتھ لیکر آیا ہوں۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۴۳ جلد ۸، طبری صفحہ ۱۶۴ جلد ۵)

ان وصیتوں کے بعد ۲۲ رجب ۶۰ھ میں پینسٹھ لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی عظیم الشان اسلامی سلطنت ملت اسلامیہ کیلئے چھوڑ کر یہ آفتاب ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا۔ انکی وصیت کے مطابق ان کی تجہیز و تکفین کی گئی .... ایک روایت کے مطابق حضرت ضحاک بن قیسؓ نے نماز جنازہ پڑھائی جو دمشق کے گورنر تھے ....

یزید اس وقت دمشق سے باہر گیا ہوا تھا۔ حافظ ابن کثیرؒ نے محمد بن اسحاق اور امام شافعی کی روایت سے لکھا:

فَصَلّٰی عَلَیهِ اِبنُهُ یَزِیدُ۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۴۳ جلد ۸)

امیر معاویہؓ کی نماز جنازہ ان کے بیٹے یزید نے پڑھائی۔

سیدنا امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد اور تجہیز و تکفین اور تدفین کے بعد یزید نے حکمران کی حیثیت سے جو پہلا خطبہ دیا اسے حافظ ابن کثیرؒ نے نقل فرمایا ہے یزید نے کہا:

اَیُّهَا النَّاس اِنَّ مُعَاوِیَة کَانَ عبدًا مِن عِبَادِ اللهِ اَنعَمَ اللهُ عَلَیهِ۔

اے لوگو (سیدنا) معاویہؓ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے تھے اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرمایا۔

ثُمَّ قَبَضَهُ اِلَیهِ وَهُوَ خَیرٌ مِمَّن دُونه وَدُونَ مِن قَبله۔

پھر اللہ انہیں اپنے پاس بلا لیا معاویہؓ اپنے بعد والوں سے بہتر اور اپنے پہلوں سے کمتر مقام رکھتے تھے۔

وَلَا اُزَکِّیهِ عَلَی اللهِ فَاِنَّه اَعلَمُ بِهِ اِن عَفَا عَنهُ فَبِرَحمَتِهِ وَاِن عَاقَبهُ فَبِذَنبِهِ وَقد وَلِّیتُ الاَمرَ مِن بَعدِهٖ۔

لیکن میں اللہ کے سامنے ان کی صفائی پیش کرنے کیلئے یہ نہیں کہہ رہا۔ یقیناً اللہ ان کے بارے میں بہتر جانتا ہے اگر وہ ان سے درگذر فرمائے تو یہ اس کی رحمت ہے اور اگر وہ گرفت فرمائے تو یہ ان کی خطاؤں کی وجہ سے ہوگا اور اب ان کے بعد خلافت کی ذمہ داری مجھ پر ڈالی گئی ہے۔

اس خطبہ کے بعد جو یزید نے سیدنا معاویہؓ کے انتقال کے بعد اجتماع عام میں دیا۔ دمشق کے لوگوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی .... یزید اس سے پہلے تقریباً پانچ سال تک ولی عہد کے منصب پر فائز رہ چکا تھا .... دمشق کے مسلمانوں کی بیعت کر لینے کے بعد تمام صوبوں کے گورنروں کے ہاتھ پر وہاں کے ارباب حل وعقد نے یزید کی بیعت خلافت کر لی۔

حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا:

هُوَ يَزِيد بن مُعاوِية اَبُو خَالِد اَمِيرُ الْمُؤمِنِين .... بُويِعَ لَهُ بِالْخِلَافَةِ فِي حَيَاتِ اَبِيهِ اَن يَكُونَ وَلِي الْعَهْد مِن بَعْدِهِ ثُمَّ اُكِّدَ بَعْدَ مَوْتِ اَبِيهِ۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۲۶ جلد ۸)

یزید کیلئے والد کی زندگی میں ولی عہدی کی بیعت ہوئی پھر والد کے انتقال کے بعد (بیعت خلافت کے ذریعہ) اسکی توثیق عمل میں آئی۔

اسلامی ریاست کے چھوٹے بڑے شہروں کی طرح مکہ اور مدینہ کے لوگوں نے بھی وہاں کے گورنروں کے ہاتھ پر یزید کی بیعت خلافت کر لی .... ان بیعت کرنے والوں میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ اور سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بھی شامل تھے (میں گذشتہ خطبات میں بیان کر چکا ہوں اور حوالے بھی پیش کر چکا ہوں) حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما جنہوں نے یزید کو ولی عہد بنائے جانے سے اختلاف کیا تھا .... بیعت خلافت کے وقت زندہ نہیں تھے .... ان کا انتقال بقول ابن حجر عسقلانی ۵۳ھ میں ہوا۔ (تہذیب التہذیب صفحہ ۱۴۷ جلد: ۶)

اور حافظ ابن کثیرؒ نے ان کی وفات کا سن ۵۸ھ تحریر فرمایا ہے۔ صرف دو شخصیات نے بیعت کرنے میں تامل فرمایا .... ان میں سے ایک نواسۂ رسول۔

راکب بردوش رسول سیدنا حسینؓ کی ذات گرامی ہے .... اور دوسرے ہیں حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ۔

یزید نے مدینے کے گورنر ولید بن عقبہ بن ابی سفیان کی طرف لکھا کہ:

امیر المومنین سیدنا معاویہؓ وفات پاچکے ہیں لہٰذا مدینے کے ارباب حل وعقد سے میرے لئے بیعت لی جائے۔ یزید نے اپنے خط میں یہ بھی لکھا کہ سیدنا معاویہؓ نے مجھے وصیت کی ہے کہ سیدنا حسینؓ کے بارے میں نرمی اور صلح جوئی کا معاملہ کیا جائے (طبری)

مدینے کے گورنر نے خط پہنچتے ہی عمائدین مدینہ کو طلب کیا۔ سوائے حضرت عبداللہ بن زبیر کے تمام عمائدین مدینہ تشریف لائے اور بیعت کر لی صرف سیدنا حسینؓ نے مہلت طلب فرمائی۔ ....

گیارہویں صدی کے ایرانی مجتہد ملا باقر مجلسی تحریر کرتے ہیں:

جب سیدنا حسینؓ ولید (گورنر مدینہ) کے ہاں پہنچے تو اس نے معاویہؓ کے انتقال کی خبر سنائی سیدنا حسینؓ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ ولید نے پھر بیعت کا مطالبہ کیا تو سیدنا حسینؓ نے فرمایا کہ میں چھپ کر بیعت کروں یہ بہتر ہے یا اعلانیہ تمام لوگوں کے سامنے بیعت کروں؟

ولید نے کہا سب کے سامنے۔ ....

اس پر سیدنا حسینؓ نے فرمایا:

کل صبح جواب دوں گا: (جلاء العیون صفحہ ۴۲۳)

اس بات کو طبری نے بھی تحریر کیا ہے۔ (طبری صفحہ ۱۸۹ جلد ۶)

ان روایات کا اعتبار کر لیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا حسینؓ کی فرمائش پر

بیعت کا معاملہ موخر کر دیا گیا.......... اور سوچنے کی مہلت دے دی گئی .... اور اسطرح سیدنا حسین ؓ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہوئے اور ایک روایت میں ہے کہ سیدنا حسین ؓ اور سیدنا عبداللہ بن زبیر دونوں اکٹھے مدینے سے نکلے (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۲ جلد ۸)......... اور ایک روایت میں ہے کہ سیدنا زبیر ؓ ایک رات پہلے نکلے اور سیدنا حسین ؓ ایک دن بعد تشریف لے گئے۔

(طبری صفحہ ۱۹۰ جلد ۶)

جس روایت میں ہے کہ یہ دونوں حضرات ایک ہی رات مدینہ منورہ سے نکلے تھے اس روایت کے حوالے سے حافظ ابن کثیرؒ نقل فرماتے ہیں کہ راستے میں انہیں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ عمرہ سے واپس آتے ہوئے ملے اور ان دونوں حضرات سے کہا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ لوٹ چلو تاکہ جو مناسب بات دوسرے لوگ اختیار کریں تم بھی اسی کو اختیار کرو۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۲ جلد ۸، طبری صفحہ ۱۹۱ جلد ۶)

طبری نے لکھا ہے کہ:

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت حسین ؓ کو گلے سے لگایا اور رو پڑے۔

سیدنا ابن عمرؓ، سیدنا حسین ؓ کی دردناک، المناک اور مظلومانہ شہادت کے بعد رنج اور افسوس کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے:

حسین بن علیؓ نے کوفہ کے قصد کے معاملے میں ہماری بات نہ مانی حالانکہ انہوں نے اپنے والد محترم اور برادر بزرگ کا حال دیکھا تھا کہ عین میدان میں ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا گیا۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۳ جلد ۸)

چنانچہ سیدنا حسین ؓ اپنے کنبہ کے کئی افراد کے ساتھ عازم مکہ ہوئے اور ہی

دنوں کے سفر کے بعد ۴ شعبان ۶۰ھ مکہ مکرمہ پہنچے اور اپنے دادا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے مکان میں قیام کیا۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۲ جلد ۸)

مکہ کے لوگ اور دور دراز کے علاقوں سے عمرے کی نیت سے آنے والے لوگ آپ کی تشریف آوری سے بے حد مسرور ہوئے......... صبح شام لوگ آپ کی محفل اور مجلس میں حاضر ہوتے......... سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ جو آپ سے پہلے مکہ مکرمہ میں پہنچ کر بیت اللہ میں پناہ گزیں ہو چکے تھے، وہ بھی آپ کی بخیریت مکہ آمد پر انتہائی خوش ہوئے۔

ناسخ التواریخ کے مصنف نے لکھا ہے کہ سیدنا حسینؓ کے ساتھ مکہ کے سفر میں عبداللہ بن جعفر طیارؓ، عبداللہ بن عباسؓ، بنو ہاشم قبیلے کے کئی لوگ......... مرد اور عورتیں اور کئی دوست واحباب شریک تھے۔

مکہ میں صحابہ کرام، تابعین اور ان کے فرزند آپ کی خدمت میں حاضری دیتے تھے......... علمی مجلسیں بجتی تھیں اور کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے تھے۔

سامعین گرامی قدر: آپ یہ سن کر یقیناً حیران ہوں گے کہ سیدنا حسینؓ مدینہ منورہ سے کوچ فرما کر ۴ شعبان کو مکہ مکرمہ تشریف لائے......... اور تقریباً چار مہینے مکہ مکرمہ میں امن و اطمینان سے رہائش پذیر رہے......... چار مہینے کے اس طویل عرصے میں مکہ کے گورنر نے آپ کو یزید کی بیعت کیلئے مجبور نہیں کیا اور نہ ہی یزید نے کوئی ایسا حکم صادر کیا۔ اور یہ بات سن کر آپ کی حیرت میں مزید اضافہ ہوگا کہ ان چار مہینوں میں حضرت سیدنا حسینؓ نے اپنی خلوت و جلوت کی گفتگو میں......... کسی محفل و میٹنگ میں......... کسی وفد سے ملاقات کے دوران اس بات کی طرف اشارہ تک نہیں فرمایا......... کہ یزید چونکہ زانی و شرابی، بدکردار و بدعمل اور فاسق و فاجر ہے......... وہ اسلام کا دشمن ہے......... اس کے دور حکومت میں میرے نانا کا دین

خطرے میں ہے .... اسکی حکومت میں لاالٰہ الا اللہ کی بنیاد کمزور ہو رہی ہے .... دین کی قدریں تبدیل ہو رہی ہیں .... اسلام فریاد کناں ہے اور یزید کا وجود مذہب وملت اور امت کیلئے خطرہ بنا ہوا ہے .... اس لئے میں اس کی بیعت سے انکاری ہوں .... میں اسے اپنا امیر ماننے کیلئے تیار نہیں .... اور میں اس کی حکومت کا تختہ الٹنا چاہتا ہوں .... لہٰذا اس مشن میں اور اس جہاد میں تم میرا ساتھ دو .... یزید کی بیعت کا پٹہ گلے سے اتار پھینکو اور شمشیر بکف ہو کر میدان عمل میں آجاؤ۔

حقیقی اور سچی بات یہ ہے کہ حضرت سیدنا حسینؓ کو یزید کے کردار وعمل سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ اگر یزید کا کردار واقعی غیر اسلامی ہوتا .... اور دین اسلام کو اس کی ذات سے کوئی خطرہ لاحق ہوتا .... اور دین اس کے دور میں خطرے میں ہوتا اور فریاد کناں ہوتا .... تو ادنیٰ عقل رکھنے والا شخص بھی فیصلہ کرسکتا ہے کہ پھر اس کی مخالفت میں اور اس کے مقابلے میں حضرت سیدنا حسینؓ اکیلے میدان میں نہ آتے .... بلکہ ہزاروں مسلمان آپ کے شانہ بشانہ ہوتے .... تمام صحابہ اور تابعین آپ کی پشت پر ہوتے .... اگر عام مسلمان آپ کے حمایتی نہ ہوتے تو کم از کم آپ کے خاندان کے تمام لوگ۔ آپ کے عزیز واقارب اور بنو ہاشم قبیلے کے افراد اس معاملے میں آپ کے بازو بنتے اور ساتھ دیتے اور حمایت کرتے۔

مگر تاریخ وسیرت کی کتابیں اور حقائق پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اس موقع پر آپ کے اکثر قریبی رشتہ داروں نے بھی آپ کا ساتھ نہیں دیا .... آپ کے چچا زاد بھائی اور بہنوئی سیدہ زینب بنت علیؓ کے شوہر عبداللہ بن جعفرؓ نے بھی آپ کے موقف کی حمایت نہیں کی اور آپ کے چھوٹے بھائی حضرت محمد بن علی المعروف بہ

حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کا ساتھ نہیں دیا۔ ملا باقر مجلسی اور دوسرے شیعی مؤرخین نے لکھا ہے کہ:

> سیدنا حسینؓ جب مدینہ منورہ کو چھوڑ رہے تھے تو آپ کے برادر عزیز محمد بن حنفیہ نے مشورہ کے انداز میں کہا .... فی الحال بیعت یزید سے کنارہ فرمایئے اور شہروں کی بود و باش سے ہٹ کر جنگل کی راہ لیجئے اور لوگوں کے ہاں اپنے ایلچی بھیج کر اپنی بیعت کی دعوت دیجئے .... حضرت حسینؓ نے فرمایا .... بھائی اگر قیام کرنا چاہتا ہوں تو کہاں قیام کروں .... محمد بن حنفیہ نے عرض کیا. قیام کیلئے مکہ مکرمہ سے بہتر کوئی جگہ نہیں۔ اگر مکہ کے حالات آپ کے حق میں بہتر ہوں تو فبہا، ورنہ یمن تشریف لیجائیں .... کیونکہ یمن کے باشندے آپ کے والد محترم کے وفادار اور جانثار ہیں .... اگر وہاں بھی قیام کا موقع نہ ملے تو پھر پہاڑوں اور جنگلوں کا رخ فرمایئے۔ (جلاالعیون صفحہ ۴۲۶، طبری صفحہ ۱۹۰ جلد ۶)

سیدنا حسینؓ نے اپنے کچھ عزیز و اقارب کو لینے کیلئے کسی کو مدینہ منورہ روانہ فرمایا، کچھ مزید حضرات بھی مکہ تشریف لے آئے .... حج کے ایام میں حضرت محمد بن حنفیہ بھی مکہ پہنچے اور محسوس کیا کہ سیدنا حسینؓ اپنے اہل و عیال اور برادران اور برادرزادوں کے ہمراہ کوفہ جانے کی تیاریوں مصروف ہیں .... تو ایک مرتبہ حضرت سیدنا حسینؓ کی خدمت میں عرض کیا۔

إِنَّ الْخُرُوْجَ لَيْسَ لَهُ بِرَائٍ يَوْمَهُ هٰذَا فَأَبَى الْحُسَيْنُ أَنْ يَقْبَلَ

میری رائے میں اس وقت خروج (یعنی حکومت وقت کے خلاف)

قطعاً مناسب نہیں ہے مگر سیدنا حسین نے ان کی رائے کو قبول نہیں کیا

فَحَبَسَ مُحَمَّدُ بْنِ حَنِیْفَةَ وُلْدَہٗ فَلَمْ یَبْعَثْ اَحَدًا مِنْھُمْ

سیدنا حسینؓ کے انکار پر محمد بن حنیفہ نے اپنی اولاد میں سے کسی کو بھی ان کے ساتھ نہیں بھیجا۔

حَتّٰی وَجَدَ الْحُسَیْنُ فِیْ نَفْسِہٖ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَقَالَ تَرْغَبُ بِوُلْدِكَ عَنْ مَوْضِعِ اُصَابُ فِیْہِ

محمد بن حنیفہؒ کے اس رویہ سے سیدنا حسین کو دلی رنج پہنچا اور کہا تم اپنی اولاد کو مجھ سے زیادہ پیارا سمجھتے ہو۔

فَقَالَ وَمَا حَاجَتِیْ اِلٰی اَنْ تُصَابَ وَیُصَابُوْنَ مَعَكَ وَاِنْ كَانَتْ مُصِیْبَتُكَ اَعْظَمُ مِنْھُمْ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۵ جلد ۸)

محمد بن حنیفہ نے کہا مجھے کیا ضرورت ہے تم مصیبت میں پڑو اور تمہارے ساتھ وہ بھی مصیبت کا شکار ہو جائیں اگرچہ تمہاری تکلیف میرے لئے ان کی تکلیف سے بڑھ کر ہے۔

اس تمام تر گفتگو سے واضح ہوا کہ حضرت سیدنا حسینؓ کے اس اقدام اور اس سفر کا پس منظر اور سبب وقت کے حکمران کا کردار، اس کا فسق و فجور............ دین اسلام کو خطرات سے بچانے کیلئے نہیں تھا............ بلکہ اس کا باعث وہ خطوط تھے جو کوفہ کے سرداروں اور ذمہ دار لوگوں نے ہزاروں کی تعداد میں سیدنا حسینؓ کے نام تحریر کئے تھے اور ان خطوط میں انہوں نے اپنی ہمدردی............ تعاون کا یقین دلایا تھا............ انہوں نے بار بار لکھا تھا کہ ہم وقت کے حکمران سے بیزار ہیں............ ہم اس کی بیعت توڑ کر آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے اور آپ کی خاطر جان و مال اور اولاد تک کی قربانی دینے کیلئے تیار ہیں۔

انہوں نے اپنے کئی خطوط میں لکھا کہ:

اگر آپ کوفہ تشریف لائیں تو ایک لاکھ سپاہی آپ کے اشارۂ ابرو پر کٹ مرنے کیلئے تیار ہیں ....

یہ دلفریب اور وفا کے دعوؤں سے بھرپور اور تعاون کی یقین دہانیوں سے معمور خطوط سیدنا حسینؓ کے کوفہ تشریف لیجانے کا سبب بنے تھے۔ ورنہ ہم اہل سنت کعبہ کے رب کی قسم ہے یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ حضرت سیدنا حسینؓ کا یہ اقدام خاندانی رقابت اور برادری تعصب کی بنیاد پر تھا.............. اور ہم اس سوچ پر بھی ان گنت بار لعنت بھیجتے ہیں کہ سیدنا حسینؓ کا یہ جذبہ اور یہ سفر محض دنیاوی مفاد کیلئے تھا۔ حاشا وکلا، ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ سیدنا حسینؓ کا یہ اقدام حکومت واقتدار کے حصول کیلئے تھا۔ سیدنا علیؓ بن ابی طالب کا تربیت یافتہ لختِ جگر ہو........ فاطمہؓ بنت محمدؐ کی گود میں پرورش پانے والا .... رسولِ رحمت ﷺ کا پیارا نواسہ ہو............ جسے گھٹی نبوت کے لعاب سے لگائی گئی ہو........... راکب بردوش رسولؐ ہو........... اور ہزاروں اصحاب رسول کی صحبت میں بیٹھ کر فیض حاصل کرنے والا ہو............ ان خوبیوں اور کمالات سے مالا مال حسینؓ محض حکومت، دنیاوی مفاد اور اقتدار کی طلب میں سفر کرے ہماری اس تصور سے بھی لاکھ بار توبہ........... اور اس خیال پر کروڑوں مرتبہ لعنت! بلکہ اہل سنت کا نظریہ اور خیال یہ ہے کہ حضرت سیدنا حسینؓ کے اس اقدام اور اس سفر کی غرض دنیا پرستی نہیں تھی............ وہ عیش ونشاط کے دلدادہ ہرگز نہ تھے........... وہ حب جاہ واقتدار کے دھارے پر نہیں بہہ رہے تھے۔

بلکہ نیک نیتی سے اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے جذبے کے تحت سیدنا حسینؓ کی سوچ یہ تھی کہ یزید مملکت اسلامیہ کی پالیسی اور خدوخال کو جس حد تک صحیح چلا سکتا ہے اس سے کہیں بہتر میں مملکت کو اسلامی خطوط پر چلا سکتا ہوں........... اور خلافت کو

ٹھیک ٹھیک منہاج نبوت کے راستے پر ڈال سکتا ہوں، سیدنا حسینؓ مدینہ منورہ سے کوچ فرما کر ۴ شعبان کو مکہ مکرمہ پہنچے تھے.......... یہ خبر کوفے کے لوگوں تک بھی پہنچی تو انہوں نے کوفہ میں صلاح مشورے شروع کر دیئے کہ معاویہؓ کے انتقال کے بعد یزید کی بیعت لی جا رہی ہے.......... سیدنا حسینؓ بیعت سے انکار کر کے مدینہ منورہ کو چھوڑ کر مکہ مکرمہ پہنچ چکے ہیں اور ہم سب لوگ حسنین کریمینؓ کے ساتھی ہیں اگر تم سب لوگ سمجھتے ہو کہ سیدنا حسین کی مدد کرو گے اور اپنے جان و مال کے حوالے سے ان کے کچھ کام آسکو گے تو اُن کو اپنی وفاؤں کا یقین دلاتے ہوئے ایک عریضہ بھیجنا چاہئے، اور انہیں کوفہ آنے کی دعوت دینی چاہیے، اور اگر ان کی نصرت اور حمایت کرنے میں سستی اور کاہلی کرنی ہے تو پھر ان کو دھوکہ اور فریب نہ دو اور انہیں ہلاکت میں مت ڈالو۔

کوفہ کے لوگوں نے جو اپنے آپ کو سیدنا علی بن ابی طالبؓ کا محب اور وفادار کہتے تھے کہا۔ اگر سیدنا حسینؓ اس شہر کو اپنے قدموں سے منور فرمائیں تو ہم بھی نہایت خلوص اور دل و جان سے ان کی طرف بڑھیں گے.......... ان کی بیعت کریں گے.......... اور ہر طرح سے ان کی مدد کریں گے اور اُن کے دشمنوں کے شر کو دور کرنے کیلئے ان پر اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔

اس کے بعد انہوں نے ایک عریضہ سیدنا حسین کے نام اس مضمون کا تحریر کیا!

یہ خط سیدنا حسینؓ کی خدمت میں لکھا جا رہا ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے تمام ساتھیوں اور کوفہ کے مسلمانوں کی طرف سے آپ پر اللہ کا سلام ہو ہم اللہ کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے آپ کے اور ہمارے زبردست دشمن کو ہلاک کیا جو امت پر ان کی رضامندی کے بغیر حاکم بن گیا تھا اور ظلم و ستم کے ساتھ حکومت کرتا تھا اور ان کے مال

میں ناحق تصرف کرتا تھا۔ ہم آپ پر یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اس وقت ہمارا کوئی پیشوا اور امام نہیں ہے آپ ہماری طرف توجہ فرمائیں اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمائیں ہم سب آپ کے فرمانبردار اور مطیع ہیں۔

شاید اللہ آپ کی برکت سے حق کو ہمارے ہاتھوں ظاہر کرے ہم کوفہ کے گورنر کی امامت میں نہ جمعہ پڑھتے ہیں اور نہ عید۔ جب ہمیں خبر مل جائے گی کہ آپ کوفہ کی طرف روانہ ہو رہے ہیں تو اسے کوفہ سے نکال دیں گے۔

ایک اور خط اس مضمون کا روانہ کیا گیا۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ یہ خط ساتھیوں اور مخلص مسلمانوں کی طرف سے سیدنا حسین بن علیؓ بن ابی طالب کی خدمت میں ہے، ہم آپ کے منتظر ہیں۔ جلدی ہمارے شہر تشریف لائیے آپ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی طرف ہماری کوئی نسبت نہیں ہے۔

ایک اور خط کا مضمون سنئے:

باغ وصحرا سرسبز وشاداب ہو رہے ہیں، پھل اور میوے تیار ہیں۔ اگر آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں تو آپ کیلئے یہاں لشکر تیار اور مہیا ہے ہم دن رات آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔

حوالہ کے لئے دیکھئے جلا العیون (شیعہ) صفحہ ۴۳۰، البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۵۶ جلد: ۸)

ملا باقر مجلسی تحریر کرتا ہے کہ:

ہر روز اس مضمون کے خطوط مختلف لوگوں کی طرف سے لکھے ہوئے

آپ تک پہنچے تھے .... مگر سیدنا حسینؓ کسی خط کی رسید تک نہیں دیتے تھے۔ پھر ہوا یوں کہ ایک ایک دن میں چھ چھ سو خطوط پہنچنے کا تانتا بندھ گیا۔ پھر قاصدوں کی لائن لگ گئی اور خطوط کی تعداد بارہ ہزار اور ایک روایت کی بنا پر اٹھارہ ہزار تک پہنچ گئی تو پھر سیدنا حسینؓ نے ان کا جواب دیا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم یہ خط حسینؓ بن علی کی طرف سے ہے تمام مومنین اور شیعان کوفہ کے نام تمہارے بے شمار خطوط جو مختلف قاصدوں کے ذریعہ مجھ تک پہنچے .... میں تمہارے سب خطوط کے مضامین سے مطلع ہوا، تم نے سب خطوط میں مجھے لکھا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے، لہٰذا آپ بہت جلد ہمارے پاس تشریف لائیں۔ واضح ہو کہ تمہارے پاس اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں اگر وہ مجھے لکھیں گے کہ جو کچھ تم نے مجھے اپنے خطوط میں لکھا ہے وہ سب صحیح ہے، اس وقت میں بہت جلد تمہارے ہاں چلا آؤں گا۔ (جلاالعیون صفحہ ۴۳۱، ناسخ التواریخ صفحہ ۱۳۱ جلد ۶)

اہل کوفہ کے ہزاروں کی تعداد میں پہنچے والے خطوط (جن میں اپنی وفاداریوں کے وعدے کئے گے تھے) اور آنے والے قاصدوں کے باجود حضرت سیدنا حسینؓ کو کوفیوں کے قول وقرار اور زبانی عہدو پیمان پر .... اور وفاداریوں کے وعدوں پر اعتماد نہیں تھا .... کبھی دل کرتا کہ کوفہ چلے جائیں اور کبھی ارادہ فرماتے کہ کوفیوں سے دور ہی رہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ نے فرمایا:

کبھی خیال فرماتے کہ کوفہ چلا جاؤں اور کبھی ارادہ فرماتے کہ ان

سے کنارہ کش رہوں۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۱ جلد ۸)

کوفہ کے لوگوں نے اپنے دو وفد بھی سیدنا حسین کی خدمت میں بھیجے تاکہ وہ لوگ ملاقات کر کے آپ کو یقین دہانی کروائیں کہ کوفہ کے لوگ آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کے وفادار ہیں .... مگر ان کی یقین دہانی کے باوجود سیدنا حسینؓ کوفہ جانے کیلئے تیار نہیں ہوئے۔

پھر کوفیوں نے تیسرا وفد بھیجا جو ساٹھ تجربہ کار، ہوشیار، دانا اور بے حد عیار افراد پر مشتمل تھا......... وہ مکہ مکرمہ پہنچے اور انتہائی عیاری اور چرب زبانی سے سیدنا حسینؓ کو قائل اور کوفہ تشریف لیجانے کیلئے مائل کرنے کی کوشش کی۔

انہوں نے سیدنا حسین کو اللہ کے نام کا واسطہ......... اور دینِ اسلام کا واسطہ دیکر کہا:

اگر آپ ہمارے ساتھ تشریف نہ لائے اور ہماری قیادت و امارت نہ سنبھالی تو ہم قیامت کے دن آپ کی شکایت آپ کے نانا جان کے سامنے کریں گے۔

اس وفد نے اللہ کے نام کی جھوٹی قسمیں کھا کھا کر آپ کو یقین دلایا کہ کوفہ میں بھاری تعداد میں لشکر آپ کے ساتھ تعاون کرنے کیلئے تیار ہے۔

ان عیار لوگوں نے کچھ اس انداز سے باتیں کیں، منتیں اور سماجتیں کیں رب کے نام کے واسطے دیئے اور اپنی مظلومیت کے رونے روئے......... کہ حضرت سیدنا حسینؓ ان کے ہمراہ تشریف لیجانے کیلئے تیار ہو گئے......... کچھ ساتھیوں نے اور احباب نے مشورہ دیا کہ خود تشریف لیجانا مناسب نہیں ہے......... بلکہ کسی کو صحیح صورتِ حال کی تحقیق کیلئے اپنا نمائندہ بنا کر کوفہ روانہ فرمائیے......... وہ کوفہ جائے حالات دیکھے......... خطوط تحریر کرنے والوں سے ملاقات کرے اور صحیح صورت

حال سے آگاہ کرے۔

مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی

احباب وعزیزوں کے مشورے کے مطابق حضرت سیدنا حسینؓ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ فرمایا اور انہیں سمجھایا کہ........ اگر دیکھو اور محسوس کرو کہ کوفی اپنے دعویٰ وفا میں اور اپنے اقرار وعہد میں سچے اور پکے ہیں تو مجھے اطلاع دینا پھر میں بھی کوفہ آجاؤں گا۔اور اگر انہیں ایسا نہ پاؤ تو عَجِّلِ الْاِنْصِرَاف........ فوراً واپس پلٹ آنا۔

(اخبار الطوال صفحہ ۲۴۴)

طبری کی روایت کے مطابق حضرت سیدنا حسینؓ نے اپنے نمائندہ حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھ ایک مکتوب بھی اہل کوفہ کے نام تحریر فرمایا جس میں لکھا کہ میں اپنے چچازاد بھائی مسلم کو بھیج رہا ہوں........ میں ان کو اپنا نمائندہ بنا رہا ہوں کہ یہ کوفہ کے حالات وواقعات کو دیکھیں اور صحیح صورتِ حال کے بارے میں مجھے مطلع کریں۔اگر انہوں نے تمہارے حالات اور جو کچھ تم نے لکھا ہے اس پر اطمینان کا اظہار کیا تو میں فوراً تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ (طبری صفحہ ۱۹۸ جلد ۶)

حضرت مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے تو کوفہ کے لوگوں نے بڑی گرم جوشی سے ان کا فقید المثال استقبال کیا اور اپنی مسرت وخوشی کا اظہار کیا........ دراصل یہ سازشی اور عیار لوگ ہر صورت میں حضرت سیدنا حسینؓ کو کوفہ بلانا چاہتے تھے اسی لئے یہ فریبی اور مکار گروہ در گروہ حضرت مسلم بن عقیل کے ہاں پہنچنا شروع ہوئے........ حضرت مسلم بن عقیل انہیں سیدنا حسینؓ کا مکتوب گرامی پڑھ کر سناتے اور یہ خط کا مضمون سن کر آنکھوں سے مگرمچھ کے آنسو بہاتے اور حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت کرتے جاتے........ یہاں تک کہ بیعت کرنے والوں کی تعداد اٹھارہ ہزار تک جا پہنچی اور اس طرح بیعت کر کے کوفی اپنے طے شدہ منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک

پہنچانے کیلئے مستعد اور منظم ہو گئے۔

حضرت مسلم عقیل نے جب امید سے بڑھ کر اپنی پذیرائی اور کامیابی دیکھی اور اہل کوفہ کی (نام نہاد) وفاداری دیکھی تو سیدنا حسینؓ کو خط تحریر کیا کہ:

کوفہ کے لوگ اپنے عہدو اقرار میں سچے ہیں تقریباً اٹھارہ ہزار کوفی مؤکد بہ قسم مجھے اپنی وفاداری اور آپ کے ساتھ جان و مال کے تعاون کا یقین دلا چکے ہیں .... میرے خط کے پہنچتے ہی آپ کوفہ تشریف لے آئیں۔

(جلاالعیون شیعہ صفحہ ۴۳۲، ناسخ التواریخ صفحہ ۱۲۳، البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۵۲ جلد ۸)

ناسخ التواریخ نے ابومخنف لوط بن یحییٰ کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت مسلم کے ہاتھ پر تقریباً اسی ہزار کوفیوں نے بیعت کی تھی۔ (ناسخ التواریخ صفحہ ۱۲۳)

سیدنا حسینؓ کی روانگی

حضرت سیدنا مسلم بن عقیل کا تحریر کردہ خط ذی قعدہ کے آخری دنوں میں پہنچا اور حضرت سیدنا حسینؓ نے کوفہ تشریف لیجانے کی تیاریاں شروع فرمادیں۔ آپ حضرات اس حقیقت کو سن کر یقیناً حیران ہونگے کہ اس سفر کیلئے آپ کے ساتھ آپ کے خاندان کے چند قریبی افراد ہی تیار ہوئے .... خاندان کے کچھ لوگوں نے بھی اس سفر میں نکلنے کے بارے میں آپ کا ساتھ نہیں دیا .... مکہ مکرمہ میں بسنے والے مسلمانوں میں سے کوئی شخص بھی آپ کا شریک سفر نہیں تھا بلکہ یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ آپ کے بعض قریبی رشتے داروں نے اور چند جلیل القدر صحابہ کرام نے آپ کو کوفہ تشریف لیجانے سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

تاریخ کی کتب کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا حسینؓ اپنے کنبہ کے افراد کے ساتھ جن میں مستورات بھی تھیں اور معصوم بچے بھی .... ذی الحجہ کی ۸ تاریخ کو مکہ سے روانہ ہوئے .... اور یہ بات آپ جانتے

ہیں کہ ۸ ذی الحجہ کو یوم الترویہ کہا جاتا ہے اسی دن حاجی حضرات مکہ مکرمہ سے میدان منیٰ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔

سیدنا ابن عباسؓ نے روکا

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ حضرت علیؓ اور امام الانبیاء ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں اور والد کی نسبت سے سیدنا حسینؓ کے چچا اور نبی کریمؐ کی نسبت کو دیکھا جائے تو سیدنا حسینؓ کے نانا لگتے ہیں...... پھر یہ سیدنا علیؓ کی فوج کے کمانڈر انچیف میں رہے ہیں...... سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی خالہ سیدہ میمونہؓ ازواجِ مطہرات میں شامل ہیں...... وہ کئی راتیں اپنی خالہ کے ہاں بسر کرتے...... رات کو اٹھ کر امام الانبیاء کو وضو کروانے کیلئے پانی لاتے...... آپ کے ساتھ نمازِ تہجد ادا کرتے اور نبی کریم ﷺ کی دعائیں لیتے...... ان ہی دعاؤں کی بنا پر حبر امت (امت کا بڑا عالم) کے لقب سے مشہور ہو کر ترجمان القرآن کہلائے۔

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

فَکَانَ ابْنِ عَبَّاسٍ مِنْ کُبَّارِ اَھْلِ الْبَیْتِ وَاَعْلَمُھُمْ بِتَفَاسِیْرِ الْقُرْاٰنِ۔ (منہاج النبوۃ صفحہ ۱۱۸ جلد ۲)

سیدنا ابن عباسؓ اہل بیت کے بڑے لوگوں میں سے ہیں اور ان سب میں قرآن کی تفسیر کے حوالے سے سب سے بڑے عالم ہیں۔

یہ بات بھی میں بیان کر آیا ہوں کہ حضرت سیدنا حسینؓ مدینہ منورہ سے سفر کر کے مکہ مکرمہ پہنچے تو قیام سیدنا ابن عباسؓ کے گھر میں فرمایا تھا۔ انہیں معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا حسینؓ اپنے اہل وعیال کے ہمراہ کوفہ جانے کیلئے بالکل تیار ہیں تو انہیں سمجھانے کیلئے تشریف لائے...... اور مختلف طریقوں سے سمجھانے کی کوشش کی...... کبھی کوفیوں کی بے وفائی...... بدعہدی اور غداری کی تصویر دکھائی

۔ ....واضح فرمایا کہ کوفیوں نے آپ کے والد محترم سے بے وفائی کی.........
آپ کے برادر بزرگ سے غداری اور بدعہدی کی..........سیدنا ابن عباس نے فرمایا۔

اِنَّ اَهْلَ الْعِرَاقِ قَوْمٌ غَدَرٌ فَلَا تَغْتَرَّنَ بِهِمْ

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۰ جلد ۸)

یقیناً عراق کے رہنے والے غدار لوگ ہیں ان کی وجہ سے آپ دھوکہ نہ کھائیں۔

سیدنا عبداللہ ابن عباس ؓ نے سیدنا حسین ؓ کو مشورہ دیتے ہوئے فرمایا:
اگر مکہ سے جانا ہی چاہتے ہو تو یمن کی طرف چلے جاؤ وہ ایک وسیع و عریض ملک ہے وہاں آپ کے والد محترم کے وفادار ساتھی موجود ہیں۔ (طبری صفحہ ۲۱۸ جلد ۲)

مگر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عباس ؓ کے مشورے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم اگر میں سمجھتا کہ میں تیرے بال پکڑ کر اور تمہاری گردن پکڑ کر روک لونگا (یعنی تجھ سے دست و گریباں ہو کر) تو میں یہ کام بھی کر لیتا۔ (طبری صفحہ ۲۱۷ جلد ۶)

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ سیدنا ابن عباس ؓ نے فرمایا:
اگر یہ بات توہین پر مبنی نہ ہوتی تو آپ کے سر کے بالوں سے پکڑ کر آپ کو روک لیتا..........آپ کس طرف جانا چاہتے ہیں..........
ان لوگوں کی طرف جنہوں نے آپ کے بابا کو قتل کیا اور آپ کے بھائی کو نیزے کا وار کر کے زخمی کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ ۹۶ جلد ۵)

جب سیدنا حسین ؓ کسی طور پر بھی حضرت ابن عباس ؓ کے مشورے کو ماننے

کیلئے تیار نہیں ہو رہے تھے تو ابن عباسؓ نے اس انداز سے سمجھایا۔

وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ سَتُقْتَلُ غَداً بَیْنَ نِسَآئِكَ وَبَنَاتِكَ كَمَا قُتِلَ عُثْمَانُ بَیْنَ نِسَآءِہٖ وَبَنَاتِہٖ۔

اللہ کی قسم میرا گمان کہتا ہے کہ تم کل اپنی عورتوں اور بیٹیوں کے سامنے اسی طرح قتل کر دیئے جاؤ گے جیسے عثمانؓ کو قتل کر دیا گیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۴ جلد ۸)

حضرت سیدنا حسینؓ نے سیدنا ابن عباسؓ کی بات ماننے میں ہچکچاہٹ کا اظہار کیا اور فرمایا.........

اِنَّكَ شَیْخٌ قَدْ كَبُرْتَ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۴ جلد ۸)

آپ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں

سیدنا ابن عباسؓ نے آخر کار فرمایا:

فَاِنْ كُنْتَ سَائِرًا .... اگر آپ میری بات تسلیم نہیں کرتے اور کوفہ جانے کیلئے مصر ہی ہو.........تو میری ایک بات مان لو کہ اپنی مستورات کو اور بچوں کو ساتھ نہ لیجاؤ۔

وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَخَائِفٌ اَنْ تُقْتَلَ كَمَا قُتِلَ عُثْمَانُ وَنِسَآءُہٗ وَوُلْدُہٗ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْهِ۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۰ جلد ۸، طبری صفحہ ۲۱۷، جلد ۶)

اللہ کی قسم مجھے خوف ہے کہ کہیں تمہیں اسی طرح قتل نہ کر دیا جائے جس طرح عثمان کو ان کی بیوی اور بچوں کے سامنے قتل کر دیا گیا۔

حضرت سیدنا حسینؓ نے اپنی سوچ اور اپنی فکر کے مطابق کوفہ جانب چلنے میں بہتری سمجھی اور حضرت ابن عباس کا یہ مشورہ بھی قبول نہ کیا.........مگر سیدنا ابن

عباس ؓ کا یہ حکیمانہ اور خیر خواہانہ مشورہ سیدنا حسین ؓ کو اس وقت یاد آیا جب کربلا میں خواتین اور بچوں کے رونے کی آوازیں سنیں .... تو فرمایا: اللہ کی قسم ابن عباس ؓ نے کس قدر صحیح اور درست بات کی تھی!

سیدنا ابن جعفر ؓ نے روکا

گذشتہ کسی خطبہ میں بیان کر چکا ہوں کہ مشہور صحابی رسول حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ نے بھی سیدنا حسین ؓ کو مدینہ منورہ سے مکہ جاتے ہوئے راستے میں سمجھایا تھا کہ اس طرح کا رویہ مناسب نہیں .... واپس مدینے پلٹیئے .... مشورہ کرنے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھائیے۔

حافظ ابن کثیر ؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ کو جب معلوم ہوا کہ سیدنا حسین ؓ حج سے پہلے کوفہ کیجانب روانہ ہو گئے ہیں تو آپ تین راتوں کی مسافت طے کر کے ان سے ملے اور سمجھایا کہ کوفہ کی طرف سفر کرنے سے رک جائیے .... کوفی دھوکہ باز ہیں آپ ان کے دھوکہ اور فریب میں نہ آئیں .... مگر ان کا سمجھانا بھی مفید ثابت نہ ہوا۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۳ جلد ۸)

یہاں ایک بات کا بیان کرنا فائدہ سے خالی نہ ہو گا کہ شہادت سیدنا حسین ؓ کے بعد سیدنا ابن عمر ؓ مکہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ کیا احرام باندھنے والا شخص مچھر کو مار سکتا ہے اور اگر مار دے تو اس پر کیا حکم لگے گا۔

سیدنا ابن عمر ؓ نے اس شخص سے پوچھا

تم کہاں سے آئے ہو؟

اس نے کہا............ میں عراق سے آیا ہوں۔

اس پر ابن عمر ؓ نے فرمایا:

لوگو! اس شخص کو دیکھو مجھ سے مچھر کے خون بہا کا مسئلہ پوچھتا ہے حالانکہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی اولاد کو قتل کیا اور ان کا خون

بہایا.......... میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے یہ میرے دونوں نواسے (سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ) دنیا میں میرے پھول اور میرے لئے خوشبو ہیں (مشکوۃ ص:۵۶۹)

حضرت حسینؓ کے تایازاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفرؓ.......... جو آپ کے بہنوئی تھے اور سیدہ زینب بنت علیؓ کے شوہر نامدار تھے.......... وہ اس وقت غالباً فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے مکہ مکرمہ آئے ہوئے تھے.......... انہیں جب معلوم ہوا کہ سیدنا حسینؓ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ بجانب کوفہ روانہ ہو گئے ہیں تو انہوں نے اپنے بیٹوں (عون و محمد) کو تیز رو سواریوں پر روانہ فرمایا کہ:

سیدنا حسینؓ کو میرا پیغام پہنچاؤ کہ پہلی تجویز تو یہ ہے کہ مکہ واپس پلٹ آئیے.......... اور اگر یہ بات وہ منظور نہ فرمائیں تو جہاں ہیں وہیں ٹھہریں اور میرا انتظار کریں۔

طبری کی روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ خود گورنر مکہ عمرو بن سعید کے ہاں پہنچے اور کہا کہ تم ایک تحریر لکھ دو کہ اگر سیدنا حسینؓ واپس پلٹ آئیں تو تم ان کے ساتھ حسن سلوک کرو گے اور صلہ رحمی کا معاملہ کرو گے.......... اور ان کے خلاف کسی قسم کی کاروائی نہیں ہوگی۔

گورنر نے یہ سن کر کہا.......... آپ جو تحریر لکھنا چاہتے ہیں خود ہی لکھ لیجئے اور مجھ سے اس پر دستخط کروا لیجئے.......... چنانچہ تحریر لکھی گئی.......... پھر حضرت ابن جعفرؓ نے کہا آپ میرے ہمراہ اپنے بھائی یحیٰ بن سعید کو بھی بھیجئے.......... تمہاری یہ تحریر سیدنا حسینؓ کے حوالے وہ خود کریں.......... یہ دونوں حضرات سیدنا حسینؓ کو جا کر ملے.......... مگر سیدنا حسینؓ نے ان کی پیشکش کو قبول کرنے سے انکار فرما دیا۔

(طبری صفحہ ۲۱۹، جلد ۶)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روکا

مشہور و معروف صحابیِ رسول جن سے ۱۱۷۰ احادیث مروی ہیں۔ حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفیوں پر بھروسہ کرتے ہوئے کوفہ جانے سے روکا اور کہا:

اِتَّقِ اللّٰهَ فِيْ نَفْسِكَ وَالْزَمْ بَيْتَكَ وَلَا تَخْرُجْ عَلٰى إِمَامِكَ۔ (البدایہ والنہایہ ص: ۱۶۳، ج: ۸)

اپنے دل میں اللہ سے ڈریئے اور اپنے گھر میں بیٹھے رہیے اور اپنے امام کے خلاف نہ نکلئے۔

میں اس پر کتنے حوالے پیش کروں...... کتنے بڑے بڑے لوگ اور اونچے درجے کے بزرگ تھے جو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ جانے سے منع کر رہے تھے......... سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے برادرِ اصغر حضرت محمد بن علی (المعروف بہ حنفیہ) نے ہر ممکن طریقے سے روکنے کی کوشش کی......... مشہور صحابی سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری نے بھرپور طریقہ سے منع کیا۔

یہ جتنے حضرات کے بارے میں میں نے بیان کیا ان تمام حضرات نے کبھی سختی سے کبھی نرمی سے اور کبھی منت سماجت کر کے ہر ممکن طریقے سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ تشریف لیجانے سے روکا اور منع کیا......... ان حضرات کا پختہ خیال اور ماضی کا تلخ تجربہ تھا کہ کوفہ کے رہنے والے لوگوں کی اکثریت بے وفا اور غدار ہے.........

یہی لوگ تھے جنہوں نے خاندانِ علی رضی اللہ عنہ سے ہمیشہ بدعہدی اور غداری کی......... یہ حضرات اپنے ماضی کے تجربہ کی روشنی میں سمجھتے تھے کہ کوفی وفا کے لفظ سے بھی آشنا نہیں ہیں.........

وہ کہتے تھے:

تم کو ان سے وفا کی ہے امید   جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

مگر حضرت سیدنا حسینؓ نے ان تمام جلیل القدر اصحاب رسول اور اپنے رشتے داروں اور عزیزوں کے خیر خواہانہ مشورے کو اپنے لئے مفید نہ سمجھا اور مکہ مکرمہ سے اپنے اہل وعیال، عزیزوں اور ان ساٹھ کوفیوں سمیت جو آپ کو لینے کیلئے آئے ہوئے تھے.......... بجانب کوفہ روانہ ہوئے.......... یہ روانگی باختلاف روایات ۸ ذی الحجہ یا ذی الحجہ کی ۱۰ تاریخ تھی۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۸ جلد ۸)

اُدھر مسلم بن عقیل کے ساتھ کیا ہوا؟

اب ذرا اُدھر دیکھئے کہ کوفہ میں کیا ہوا؟ حضرت مسلم بن عقیل نے اپنی غیر معمولی پذیرائی دیکھی.......... ہزاروں کوفیوں کے منہ سے سیدنا حسینؓ سے محبت کے کلمات سنے، اور جب انہوں نے حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت کرلی.......... تو انہوں نے سیدنا حسینؓ کو لکھا کہ:

جو کچھ کوفیوں نے اپنے خطوط میں تحریر کیا تھا وہ سو فیصد درست ہے آپ فوراً کوفہ پہنچنے کی تیاری فرمائیں۔

حضرت مسلم بن عقیل کی سرگرمیاں زیادہ دن مخفی نہ رہ سکیں.......... کوفہ کے گورنر حضرت نعمان بن بشیرؓ نے اس سلسلہ میں ایک خطبہ دیا کہ لوگو! فتنہ فساد اور تفرقہ بازی سے بچو اس میں خون ناحق بہتا ہے اگر تم نے بیعت کو توڑا اور خلیفہ وقت کے خلاف کھڑے ہوئے تو میں تلوار سے فیصلہ کرونگا.......... آپس میں اتحاد اور اتفاق سے رہو اور سنت کی پیروی کرو۔ (طبری صفحہ ۱۹۹ جلد ۶، البدایہ والنہایہ ۱۵۲ جلد ۸)

کوفیوں کی سرگرمیاں جب حد سے زیادہ منفی ہونے لگیں اور معاملہ اور حالات حضرت نعمان بن بشیرؓ کے قابو سے باہر ہونے لگے تو یزید نے ان کی جگہ بصرہ کے گورنر عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کے حالات کنٹرول کرنے کیلئے.......... کوفہ کی گورنری کا اضافی چارج بھی دے دیا۔

ابن زیاد نے گورنری کا منصب سنبھالنے کے بعد کوفیوں کو وارننگ دی:

تمہارے شہر کا انتظام میرے سپرد کیا گیا ہے.......... میں مظلوم کے ساتھ انصاف کرونگا.......... محروم کو اس کا حق واپس دلواؤں گا .... اچھے لوگوں کے ساتھ میں مہربان والد کی طرح ہونگا اور فرمانبرداروں کیلئے ہمدرد بھائی.......... میری تلوار صرف اس کیلئے ہے جو حکم سے اعراض کرے گا لہٰذا ہر شخص اپنا بھلا برا خوب سوچ لے۔ (ابن اثیر صفحہ ۲۴ جلد ۲)

ابنِ زیاد کی یہ تقریر مؤثر ثابت ہوئی.......... علاوہ ازیں اس نے شہر کے ذمہ دار لوگوں کے ذریعے دوسرے لوگوں کو سمجھانے کا گر استعمال کیا.......... بزرگوں کو سمجھایا کہ اپنی اولاد کو سمجھائیں ورنہ نتائج کے ذمہ دار خود ہونگے۔

ابن زیاد کے اعلان اور سمجھانے کی حکمتِ عملی کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو کوفی کچھ دیر پہلے حضرت مسلم کے ہاتھ پر دوڑ دوڑ کر بیعت کر رہے تھے.......... وہ سب ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی حضرت مسلم سے علیحدگی اختیار کرنے لگے اور ابن زیاد کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کیلئے تیار ہو گئے.......... چند گھنٹوں میں اٹھارہ ہزار کی وہ جماعت ایسی تتر بتر ہوئی کہ آخر کار حضرت مسلم تنہا رہ گئے۔

صاحبِ ناسخ التواریخ نے لکھا ہے:

بیعتِ حسین ؓ را بشکستند و بہ متابعت یزید پیوستند۔

انہوں سیدنا حسین ؓ کی بیعت کو توڑ دیا اور یزید کی پیروی اختیار کر لی۔

سیدنا مسلم بن عقیل ایک مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے داخل ہوئے تو صرف دس آدمی مقتدی تھے..........

ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں لکھا ہے کہ

جب مسجد کے دروازے سے باہر تشریف لائے تو اس وقت ایک شخص بھی ان کے ہمراہ نہیں تھا۔

ناسخ التواریخ کے مصنف نے لکھا ہے:

جب مسجد سے آپ نے قدم باہر رکھا تو اپنے آپ کو تنہا پایا، شہر کوفہ دشمنوں سے بھرا ہوا تھا اور رات کا وقت تھا راستہ دکھانے کیلئے گلی کوچوں اور بازار سے گزرنے کیلئے کوئی راہنما نہیں تھا۔

(ناسخ التواریخ صفحہ ۱۴۸ جلد ۶)

ناسخ التواریخ کے مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

کوفہ کے شریر اور بدعہد لوگوں نے حضرت مسلم بن عقیل پر سنگ باری شروع کر دی تب انہوں نے فرمایا......... کوفیو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ مجھ پر سنگ باری کر رہے ہو، حالانکہ میں اہل بیت ہی میں سے ہوں۔ کیا تم نبی کریم ﷺ کی اولاد کا بھی لحاظ نہیں کرتے ہو۔

کوفیوں نے بے حیائی اور بے وفائی کی انتہا کر دی تھی .... سیدنا مسلم بن عقیل بڑی بے کسی اور بے بسی اور مظلومیت کے عالم مین ان کے نرغے میں پھنسے ہوئے تھے .... جنہوں نے ابتداء میں سبز باغ دکھا کر انہیں تسلی و تشفی دی اور عین وقت پر دغا دے گئے۔

حضرت مسلم کو افسوس و دکھ اس بات کا تھا کہ وہ کوفیوں کی طرف سے ابتدائی پذیرائی دیکھ کر حضرت سیدنا حسین ؓ کو خط تحریر کر چکے تھے کہ آپ فوراً کوفہ کیلئے کوچ فرمائیں......... انہیں دکھ تھا کہ سیدنا حسین ؓ کوفہ پہنچیں گے تو یہ بے وفا اور بدعہد لوگ ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ کریں گے۔

حضرت مسلم کی تمنا اور آرزو یہ تھی کہ سیدنا حسین ؓ تک کسی نہ کسی طریقے

اطلاع پہنچائی جائے کہ وہ کوفہ تشریف نہ لائیں اس لئے کہ کوفہ کے لوگ آپ کے ہمدرد وفادار، اور حامی نہیں ہیں بلکہ یہ اسی طرح آپ کے مخالف اور دشمن ہیں جس طرح یہ بے حیا سیدنا علیؓ بن ابی طالب ؓ اور سیدنا حسن بن علیؓ کے دشمن اور ویری تھے۔

سیدنا مسلم اس خیال کے آنے پر رو پڑے.......... آنکھوں سے آنسو نہ تھمتے .... لوگ پوچھتے کہ بہادر لوگوں کی اولاد ہو کر روتے کیوں ہو؟

وہ جواب میں فرماتے اللہ گواہ ہے میں اپنی جان اور ذات کیلئے نہیں رو رہا ہوں.......... بلکہ اسلئے پریشان اور افسردہ ہوں اور رو رہا ہوں کہ میں سیدنا حسین ؓ کو تمہاری نام نہاد وفاداریوں کے متعلق لکھ کر انہیں کوفہ آنے کی دعوت دے چکا ہوں.......... وہ میرے کہنے پر مکہ مکرمہ سے کوفہ کی جانب سفر شروع کریں گے اور کوفہ کے بے وفا لوگوں کے نرغے میں پھنس جائیں گے۔

آخر کار حضرت مسلم بن عقیل نے عمر بن سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ تجھے اس قرابت اور رشتے کا واسطہ ہے جو میرے اور تیرے درمیاں ہے، میری ایک وصیت کو پورا کر دے۔

عمر بن سعد نے وصیت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔

پہلی وصیت یہ ہے کہ میں اس شہر میں سات سو درہم اور ایک روایت میں ہے کہ ایک ہزار درہم کا مقروض ہو گیا ہوں میری تلوار اور زرہ فروخت کر کے یہ قرضہ اتار دینا۔ دوسری وصیت یہ ہے کہ میرے قتل ہو جانے کے بعد میری تجہیز تکفین کرنی ہے اور تیسری وصیت یہ ہے کہ سیدنا حسین ؓ کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرنے کیلئے خط تحریر کر دینا کہ وہ کوفہ نہ آئیں اور واپس مکہ پلٹ جائیں۔

(جلاالعیون شیعہ صفحہ ۴۴۳)

ناسخ التواریخ کے مصنف نے تیسری وصیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے

لَا یَغُرَّنَّكَ اَهْلُ الْكُوفَةِ فَاِنَّهُمْ اَصْحَابُ اَبِیْكَ الَّذِیْ كَانَ یَتَمَنّٰی فِرَاقَهُمْ بِالْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ اِنَّ اَهْلَ الْكُوفَةِ قَدْ كَذَبُوْكَ۔ (ناسخ التواریخ صفحہ ۱۴۹ جلد ۶، طبری صفحہ ۲۱۱ جلد ۶)

آپ کوفیوں کے دھوکے اور فریب میں مت آیئے گا یہی وہ لوگ ہیں جو آپ کے والد گرامی کے ساتھی کہلاتے تھے اور جن سے نجات پانے کیلئے آپ کے والد محترم مرجانے یا شہید ہو جانے کی تمنا کرتے تھے ان کوفیوں نے آپ سے بھی جھوٹ بولا اور مجھ سے بھی جھوٹ بولا۔

جلاء العیون میں ملا باقر مجلسی تحریر کرتے ہیں کہ مسلم بن عقیل نے یہ وصیت محمد بن اشعث کو کی تھی۔ (جلاالعیون صفحہ ۴۴۱)

یوں کوفہ کے ان لوگوں کی مخبری اور بے وفائی اور بدعہدی سے جو اپنے آپ کو سیدنا علی بن ابی طالبؓ کے ساتھی اور ہمدرد کہلاتے تھے مسلم بن عقیلؓ شہید کر دیئے گئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ...... یہ واقعہ ذی الحجہ کی آٹھ یا نو تاریخ کو پیش آیا۔

سیدنا حسینؓ کوفہ روانہ

ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ کو حضرت مسلم بن عقیل شہادت کے درجے پر فائز ہوئے اور اسی دن حضرت سیدنا حسینؓ نے مکہ مکرمہ سے کوفہ جانے کیلئے کوچ فرمایا .... آپ کو حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کا اور کوفیوں کی پرلے درجے کی بدعہدی اور بے وفائی کا ابھی تک علم نہیں تھا (اس سے معلوم ہوا کہ علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ (عالم الغیب ہونا) یہ منصب سیدنا حسینؓ کا نہیں

بلکہ اللہ رب العزت کا ہے)

سفر کرتے کرتے جب سیدنا حسینؓ ثعلبیہ نامی مقام پر پہنچے تو دو آدمیوں نے آپ کو اطلاع دی کہ ہمیں کوفہ سے آنے والے ایک شخص نے اطلاع دی ہے کہ آپ کے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا ہے............حضرت حسینؓ اس غمناک اور پریشان کن خبر کو سن کر بہت غمگین ہوئے اور بار بار اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے لگے۔ (جلاالعیون صفحہ ۴۵۱)

طبری کی روایت ہے کہ اس مقام پر آپ کو وہ قاصد ملا جو سیدنا مسلم بن عقیل کی وصیت کے مطابق خط لیکر آرہا تھا۔ (طبری صفحہ ۲۱۱، جلد ۶)

مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر پہنچنے کے بعد آپ نے اپنے ساتھ آنے والوں سے فرمایا:

> مجھے اطلاع ملی ہے کہ میرے بھائی مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو شہید کر دیا گیا ہے اور ہمارے ساتھ محبت کا دعویٰ کرنے والوں نے ہماری مدد کرنے سے ہاتھ اٹھالیا ہے............تم میں سے جو واپس جانا چاہتا ہے وہ واپس جاسکتا ہے۔
>
> (جلاالعیون صفحہ ۴۵۲، ناسخ التواریخ صفحہ ۱۶۳ جلد ۲)

مشہور شیعہ عالم شیخ مفید نے لکھا ہے کہ:

> جب سیدنا حسینؓ کو مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنے ہم سفر لوگوں کو جمع کر کے فرمایا ....ہمارے ساتھ محبت کا دعویٰ کرنے والوں نے ہمیں رسوا کر دیا ہے لہذا تم میں سے جو شخص واپس جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے اسپر کوئی اعتراض نہیں

سیدنا حسینؓ واپسی کا ارادہ بعض کتب تاریخ میں یہ بات بھی ملتی ہے کہ مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر سن کر حضرت سیدنا حسینؓ نے مکہ مکرمہ پلٹ جانے کا ارادہ فرمالیا تھا مگر برادرانِ مسلم نے واپس جانے سے انکار کر دیا کہ ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے .... جب تک اپنے بھائی کے خون انتقام اور بدلہ نہیں لے لیتے۔

برادرانِ مسلم بن عقیل نے کہا

فَقَالَ لَهُ بَنُوْ عَقِيْلٍ لَا نَرْجِعُ وَاللّٰهِ اَبَداً

فرزندانِ عقیل کہنے لگے واللہ ہم واپس نہیں جائیں گے یا تو مسلم کا انتقام لیں گے یا ہم سب کے سب اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔

(مقاتل الطالبین شیعہ صفحہ ۱۱۰)

عمدۃ المطالب کے مصنف نے لکھا کہ:

وَاتَّصَلَ بِهٖ خَبَرَ قَتْلِ مُسْلِمْ بِنْ عَقِيْلٍ فِي الطَّرِيْقِ فَاَرَادَ الرُّجُوْعَ فَامْتَنَعَ بَنُوْ عَقِيْلٍ مِنْ ذَالِكَ۔

سیدنا حسین کو جب مسلم بن عقیل کے قتل کی اطلاع ملی تو انہوں نے واپس پلٹ جانے کا ارادہ فرمایا مگر فرزندانِ عقیل واپس جانے کیلئے تیار نہ ہوئے۔ (عمدۃ المطالب صفحہ ۱۷۹)

ناسخ التواریخ کے مصنف نے کہا کہ:

سیدنا حسینؓ کو جب مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے برادرانِ مسلم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مسلم تو شہید ہو گئے ہیں، اب تمہارا کیا مشورہ ہے برادرانِ مسلم نے کہا ہم سے جو ہو سکے گا ہم کریں گے۔ یا شہادت کا جو شربت مسلم نے نوش کیا ہے ہم بھی

وہی شربت پی لیں گے۔ (ناسخ التواریخ (شیعہ) ص ۲۱۶، ج:۲)

(البدایہ والنہایہ ص:۱۶۹، ج:۸) (طبری صفحہ ۲۲۵ جلد ۶)

اخبار الطوال کے مصنف نے لکھا کہ برادرانِ مسلم نے کہا:

مَا لَنَا فِی الْعَیْشِ بَعْدَ اَخِیْنَا مُسْلِمٍ حَاجَۃٌ بِرَاجِعِیْنَ حَتّٰی نَمُوْتَ......

ہمارے بھائی مسلم کے شہید ہو جانے کے بعد ہمیں بھی زندہ رہنے کی کوئی ضرورت وحاجت نہیں ہے، ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے یہاں تک کہ موت کا جام پی لیں۔

برادرانِ مسلم بن عقیل کی یہ جذبات سے بھرپور بات سن کر سیدنا حسین بن علیؓ نے فرمایا:

فَمَا خَیْرٌ فِی الْعَیْشِ بَعْدَ هٰؤُلَآءِ ......(اخبار الطوال صفحہ ۳۱۰)

ان لوگوں کے بعد پھر زندگی کا کیا مزہ اور کیا لطف رہ جائے گا۔

برادرانِ مسلم نے بدلے اور انتقام کے جذبے کے تحت ضد کی اور آگے جانے پر مصر رہے.......... اور سفر کو جاری رکھنے پر زور دیا.......... ورنہ سیدنا حسینؓ کی مدبرانہ رائے یہ تھی کہ مکہ مکرمہ کی طرف پلٹ جانا چاہیے۔

سیدنا حسینؓ کے قافلہ میں ساٹھ کے قریب کوفی بھی تھے جو مکہ مکرمہ سے آپ کے ساتھ ساتھ آرہے تھے.......... بلکہ سیدنا حسینؓ کو لا رہے تھے.......... انہوں نے یہ صورتِ حال دیکھی تو کہنے لگے:

اِنَّکَ وَاللّٰہِ مَا اَنْتَ مِثْلُ مُسْلِمِ بْنِ عَقِیْلٍ وَلَوْ قَدِمْتَ الْکُوْفَۃَ لَکَانَ النَّاسُ اَسْرَعَ اِلَیْکَ۔ (طبری صفحہ ۲۲۵ جلد ۶)

اللہ گواہ ہے کہ آپ کی تو بات ہی اور ہے آپ مسلم بن عقیل کی طرح

تو نہیں، آپ جونہی کوفہ پہنچیں گے تو سب لوگ (حکومت وقت کو چھوڑ کر) آپ کی طرف دوڑ پڑیں گے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

نویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْیَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرہ)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔

سامعین گرام! میں پچھلے خطبے میں بیان کر چکا ہوں کہ ثعلبیہ کے مقام پر سیدنا حسین ؓ کو حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی.............. تو انہوں نے واپس پلٹ جانیکا ارادہ کر لیا مگر برادرانِ مسلم نے آگے جانے کی ضد کی.............. اور ساتھ کوفیوں نے زور دیا تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے بامر مجبوری سفر جاری

رکھنے کا فیصلہ فرمایا۔

ثعلبیہ سے کچھ منزلوں کے فاصلے پر القرعاء تک کا سفر تذبذب اور اس کشمکش میں کٹتا رہا کہ آگے جانا چاہیے یا پیچھے پلٹ جانا چاہیے۔

القرعاء سے دو راستے نکلتے ہیں.......... ایک کوفہ کی جانب اور دوسرا دمشق کی طرف جاتا ہے.......... سیدنا حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے دمشق جانے کا راستہ اختیار فرمایا۔ (عمدۃ المطالب ص:۱۷۹)

اور چلتے چلتے کربلا تک آن پہنچے.......... ابن زیاد نے عمر بن سعد کی قیادت میں فوج کا ایک دستہ روانہ کیا.......... اس طرح عمر بن سعد کربلا پہنچ گئے۔

آگے بڑھنے سے پہلے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ عمر بن سعد کون ہے؟

عمر بن سعد کون ہے

عمر بن سعد.......... سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ کے لختِ جگر ہیں.......... اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ رشتے میں.......... امام الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموں لگتے ہیں.......... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ ان دس صحابہ میں شامل ہیں جن کو رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام لے کر جنت کی بشارت دی ہے۔

یہ ان چھ آدمیوں میں شامل ہیں جن کو حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے بعد خلافت کے لیے نامزد کیا تھا.......... فاتح ایران ہونے کا شرف رکھتے ہیں.......... بہت دلیر، بہادر اور تیر اندازی میں بے حد مشاق تھے۔

غزوۂ احد میں ان کی تیر زنی دیکھ کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

اِرْمِ یَا سَعْدُ فِدَاكَ أَبِي وَ أُمِّي......

سعد تیر چلاؤ تجھ پر میرے ماں باپ قربان..........

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لسانِ نبوت سے سعد بن ابی وقاص کے علاوہ کسی شخص کے لیے فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ کا مبارک جملہ نہیں سنا۔ (ترمذی ۔ بخاری)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے:

هٰذَا خَالِيْ فَلْيَاْتِ كُلُّ رَجُلٍ بِخَالِه ....

سعد میرے ماموں ہیں کوئی دوسرا شخص ایسا ماموں لائے۔

اس رشتے سے عمر بن سعد نبی اکرم ﷺ کا ماموں زاد بھائی ہوا اور سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رشتے میں نانا ٹھہرا۔

عمر بن سعد نے بڑی ہمدردی اور دلجوئی سے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سمجھایا.......... اور کوفیوں کا اصل چہرہ دکھایا.......... کوفیوں نے حضرت مسلم بن عقیل کے ساتھ کس طرح غداری کی اور کتنا بھیانک سلوک کیا اس کے بارے وضاحت سے بتایا.......... انہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ماضی میں جھانکنے اور غور کرنے کا مشورہ دیا.......... اور یاد دلایا کہ انہی غداروں نے آپ کے والدِ گرامی سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے وفائی کی اور پھر شہید کر دیا .... پھر یہی لوگ تھے جنہوں نے آپ کے برادر بزرگ سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھ دیے، خنجر کے وار کیے، ان کی ران کو زخمی کیا، گالیاں دیں، مصلیٰ ان کے نیچے سے کھینچ لیا.......... اور بالآخر زہر دیکر ان کو شہید کر دیا۔

ان ہی غداروں میں سے چند غدار، بد عہد اور شرارتی لوگ آج آپ کو بھی استعمال کر کے اسلام کی مضبوط بنیادوں کو ہلا دینا چاہتے ہیں.......... اور متحد امتِ مسلمہ کو انتشار و افتراق اور اختلاف کی بھٹی میں جھونک دینا چاہتے ہیں.......... خدا کے لیے آپ ان شرارتی عنصر کی تدبیروں اور سازشوں کو سمجھئے گا.......... اور اپنے

اس فیصلے سے ان کی تدبیروں کو ناکام بنا دیجئے۔

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر بن سعد کے درمیان ملاقات کا ذکر فریقین کی معتبر کتب میں موجود ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے الارشاد شیخ مفید صفحہ ۲۳۷، بحارالانوار مجلسی صفحہ ۴۴۶، جلد ۱)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد کی ناصحانہ گفتگو سنی .... اور پھر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کوفہ کے جن مشہور و معروف سرداروں نے انہیں وفا کے وعدوں سے بھرپور خطوط تحریر کیے تھے ان میں سے اکثر سردار آج غداری کے مرتکب ہو کر ابن سعد کے دستے میں موجود تھے۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے تحریر کردہ خطوط کا تذکرہ ان کے سامنے کیا .... اور پھر ایک ایک سردار کا نام لے کر پکارا .... اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں کیا یہ خطوط تمہارے تحریر کردہ نہیں؟ کیا ان میں سے ہر خط پر سینکڑوں لوگوں کے دستخط نہیں؟

تم نے ہی خطوط لکھ کر مجھے یہاں بلایا .... دعوت دی .... اور اب تم ہی میرا ساتھ دینے سے بھی انکاری ہو اور مخالف دستے میں شامل ہو۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس بیان پر وہ غدار اور بدعہد اور شرارتی لوگ قسمیں کھا کر صاف انکاری ہو گئے کہ ہم نے آپ کی طرف کوئی خط نہیں لکھا۔ ع

ہائے ہم پر کب کھلا ان ناخداؤں کا فریب
جب سفینے بڑھتے بڑھتے درمیاں تک آ گئے

طبری نے لکھا ہے کہ عمر بن سعد کو اس لئے بھیجا گیا تھا کہ وہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو کر کے انہیں یزید کی بیعت کرنے پر آمادہ کریں .... عمر بن سعد نے بات شروع کی تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان

کے سامنے تین شرطیں پیش فرمائیں (واقعہ کربلا کے عنوان سے جتنی کتابیں جس زبان میں بھی آج تک تحریر کی گئی ہیں یہ تین شرطیں ان میں موجود ہیں .... ان تین شرطوں کا انکار کوئی سلیم الطبع شخص نہیں کرسکتا)

پہلی شرط یہ ہے :

"فَاصْرِفْ مِنْ حَيْثُ جِئْتُ ....

میں جہاں سے آیا ہوں وہاں پلٹ جانے دیا جائے (یعنی میرا راستہ چھوڑ دو اور مجھے واپس جانے دو)

دوسری شرط یہ ہے:

کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو

اور تیسری شرط یہ ہے کہ .

مجھے سرحدوں کی طرف جانے دو (جہاں میدان جہاد گرم ہے)

(طبری ج ۶ ص ۲۲۰)

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر بن سعد کی جو گفتگو ہوئی اس کے متعلق مشہور شیعہ عالم شریف المرتضیٰ اپنی شہرہ آفاق کتاب .... کتاب الشافی میں تحریر کرتے ہیں:

رُوِيَ اَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِعُمَرَبْنِ سَعْدٍ اِخْتَارُوْا مِنِّي اَمَّا الرُّجُوعُ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ اَقْبَلْتُ مِنْهُ وَ اَنْ اَضَعَ يَدِيْ عَلَى يَدِ يَزِيْدَ فَهُوَ ابْنُ عَمِّيْ لِيَرَى فِيَّ رَايَه وَ اَمَّا اَسِيْرُ اِلَى ثَغْرٍ مِنْ ثُغُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاَكُوْنَ رَجُلًا مِنْ اَهْلِه

. روایت ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر بن سعد کے سامنے تین

بائیں رکھیں۔

۱۔ مجھے اس جگہ پلٹ جانے دو جہاں سے میں آیا ہوں۔

۲۔ یا میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دوں وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔ وہ میرے بارے میں اپنی رائے خود قائم کرے گا۔

۳۔ یا مجھے مسلمانوں کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر بھیج دو تو میں وہیں کا باشندہ اور رہائشی بن جاؤں گا۔ (کتاب الشافی جلد ۱ صفحہ ۱۷۴)

ناسخ التواریخ کے مصنف نے عمر بن سعد کا وہ خط اپنی تصنیف میں درج کیا ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے ابن زیاد کو تحریر کیا تھا اس خط میں آخری شرط کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

"اَوْ يَأْتِيَ يَزِيْدَ فَيَضَعُ يَدَهُ فِي يَدِهٖ فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فَيَرٰى رَأْيَهُ وَفِي هٰذَا لَكَ رِضىً وَلِلْاُمَّةِ صَلَاحٌ۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کے پاس چلے جائیں اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دیں اور وہ دیکھے کہ کیا کرنا چاہتا ہے اس میں تیری خوشی بھی ہے اور امت کی بہتری بھی ہے۔

(ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۳۷)

ایک حوالہ اور سنئے گا.......... کتاب کا نام ہے "الامامت والیاست" جسے ابن قتیبہ دینوری کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے (حالانکہ یہ کسی شیعہ عالم کی تصنیف ہے) اس میں بھی ان تین شرائط کا تذکرہ موجود ہے.......... اور آخر میں لکھتا ہے:

فَاَرْسَلَ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ اِلَى ابْنِ زِيَادٍ بِذٰلِكَ فَهَمَّ اَنْ يَّسِيْرَ اِلٰى يَزِيْدَ

(الامامۃ والسیاسہ جلد ۲ ص ۶)

عمر بن سعد نے یہ تین تجویزیں کوفہ کے گورنر ابن سعد کو بھیج دیں تو اس

نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یزید کے پاس بھیجنے کا ارادہ کرلیا۔

ماضی قریب کے ایک مشہور و معروف دیوبندی عالم دین مولانا ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا:

عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو بھیجا تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تین باتوں میں سے میرے لیے ایک بات مان لو یا تو مجھے چھوڑ دو جیسے آیا ہوں واپس جاؤں اگر اس سے انکار کرتے ہو تو مجھے یزید کے پاس لے چلو اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں وہ جو پسند کرے فیصلہ کرے (المرتضیٰ ص ۳۷)

سامعین گرامی قدر! سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصالحت کے لیے پیش کی جانے والی ان تین شرطوں کو فریقین کی معتبر کتب نے نقل کیا ہے...... یہ حوالہ اتنی کتب میں ہے کہ کوئی ذی ہوش اور منیب شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا ......صاحب ذوق اور وسعتِ مطالعہ کے شوقین مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۔ الارشاد، شیخ مفید (شیعہ) صفحہ ۲۱۰

۲۔ تلخیص الشافی، ابوجعفر طوسی (شیعہ) جلد ۴ صفحہ ۱۸۶

۳۔ اعلام الوری باعلام الہدیٰ علامہ طبرسی (شیعہ) ۲۲۳

۴۔ ناسخ التواریخ، مرزا محمد تقی (شیعہ) جلد ۶، ۷، ۲۳

۵۔ بحار الانوار، ملا باقر مجلسی (شیعہ) جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۶

۶۔ تنزیہ الانبیاء والائمہ، شریف مرتضیٰ (شیعہ) صفحہ ۱۷۷

۷۔ مقاتل الطالبین، ابوالفرج اصفہانی (شیعہ) ۷۵

۸۔ منتہی الآمال، شیخ عباس قمی (شیعہ) جلد ۱ صفحہ ۳۳۴

۹۔ کتاب الشافی، شریف مرتضیٰ (شیعہ) جلد ا صفحہ ۴۷۱

۱۰۔ الامامہ والسیاسہ، (جلد ۲ صفحہ ۶)

ان کتب کے علاوہ اہلسنت کی کتب میں بھی ان تین شرائط کا تذکرہ موجود ہے:

۱۔ البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۷۰

۲۔ ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۲۴

۳۔ تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۰۴

۴۔ ابن عساکر جلد ۴ صفحہ ۳۲۵

۵۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ابن حجر عسقلانی جلد ا صفحہ ۳۳۳

۶۔ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۶

۷۔ تاریخ الخلفاء، سیوطی صفحہ ۱۲۴

۸۔ سیر اعلام النبلاء، ذھبی جلد ۳ صفحہ ۲۰۹

ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ عمر بن سعد نے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک سے زیادہ بار ملاقاتیں کیں............ ابن سعد چاہتا تھا کہ خون خرابہ اور فساد کی آگ نہ بھڑکے............ ان ملاقاتوں کے بعد جو خط عمر بن سعد نے ابن زیاد کو تحریر کیا اس میں ابتداء ان الفاظ سے کی:

"فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَطْفَاءَ النَّائِرَةَ وَجَمَعَ الْكَلِمَةَ وَاَصْلَحَ اَمْرَ الْاُمَّةِ"

''اللہ رب العزت نے (فتنہ واختلاف) کی آگ کو بجھا دیا ہے اور باہمی اتحاد کی فضا پیدا ہو گئی ہے اور اللہ نے امت کے معاملہ کی بہتری اور اصلاح کر دی ہے۔''

عمر بن سعد نے یہ الفاظ بطور شکرانہ تحریر کرنے کے بعد وہ تین شرطیں یا

تجویزیں بھی تحریر کر دیں جن کا تذکرہ میں کر چکا ہوں۔

طبری نے لکھا ہے کہ یہ خط پڑھ کر ابن زیاد نے کہا:

"هٰذَا كِتَابُ رَجُلٍ نَاصِحٍ لِلْاَمِيْرِهٖ وَ مُشْفِقٍ عَلٰى قَوْمِهٖ نَعَمْ قَبِلْتُ (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۶،۲۳۵)

یہ خط ایک آدمی کی طرف سے ہے جو اپنے امیر کا خیر خواہ اور اپنی قوم کا مشفق ہے .... ہاں تو میں نے قبول کیا۔

طبری کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن سعد کی طرح عبید اللہ بن زیاد بھی ان .... تجویزوں اور شرائط کے ماننے پر آمادہ ہو گیا تھا .... تا کہ صلح و آشتی کا ماحول بنے اور انتشار و افتراق کی کیفیت سے دامن بچا لیا جائے اور خونریزی کی نوبت نہ آئے (مگر باوجود اس کے شہادت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ فاجعہ اور حادثۂ عظیمہ ہو گیا .... اس کی وجوہات کیا تھیں؟ اس کو کچھ دیر کے بعد بیان کرونگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ العزیز)

فی الحال تو انصاف کے نام پر ایک بات آپ سے کرنا چاہتا ہوں .... اور پھر آپ ہی سے فیصلے کا متمنی ہوں۔

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر بن سعد کے مابین جو مذاکرات ہوئے .... ان میں سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے سامنے تین شرائط پیش فرمائیں .... ان شرائط میں سے ہر شرط پر .... تعصب اور جذباتی محبت و عقیدت سے کنارہ کش ہو کر انابت اور انصاف کی نگاہ سے غور کریں .... تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے پیش ہونے والی ہر شرط روز روشن کی طرح اس حقیقت کو اور اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقام پر ایک مرتبہ پھر نیک نیتی سے اور اپنی پاکیزہ خصلت کی بنا پر .... اور خداداد فہم و

فراست کی وجہ سے اپنے مؤقف سے رجوع فرما رہے ہیں اور جس ارادے سے یہ طویل ترین سفر فرما رہے تھے اس ارادے کو بدل رہے ہیں۔

ان شرائط کے پیش کرنے سے پہلے بھی حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مؤقف سے رجوع فرمانے کا عندیہ دے چکے تھے.......... جب انہیں اطلاع ملی تھی کہ کوفیوں نے مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا ہے.......... فَاَرَادَ الرَّجُوْعَ .... تو انہوں نے واپس جانے کا ارادہ فرمالیا.......... مگر برادران مسلم اور ساتھ کوفی آڑے آگئے اور انہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلم بن عقیل کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے آگے بڑھنے پر مجبور کر دیا.......... اس واپسی کے ارادے کے اظہار سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ سفر کفر کی سرکوبی کے لیے یا وقت کے حکمران کی بداعمالیوں کو ختم کرنے کے لیے نہیں تھا .... اور ان کا سفر اس مقصد کے لیے بھی نہیں تھا کہ میرے نانا ﷺ کا دین اور شریعت خطرے میں ہے یا اسے بدلنے کی سازشیں ہو رہی ہیں اور میں نے اس کا سدباب کرنا ہے.......... اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ حضرت مسلم کی شہادت کی خبر ملتے ہی جب حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ کوفیوں کے خمیر میں وفا نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں.......... اور وہ اپنی پرانی روش اور قدیم عادت کے مطابق دھوکہ، فریب، دغابازی اور بدعہدی کا مظاہرہ کر چکے ہیں.......... وہ میرے بھائی کا ساتھ نہ دے سکے.......... مسلم شہید ہو گئے.......... یہ بے وفا اور بدعہد لوگ آئندہ بھی یہی کچھ کریں گے اور وقت پر مجھے دغا دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ .... تو انہوں نے وہاں سے واپسی کے ارادے کا اظہار فرمایا مگر مسلم بن عقیل کے بھائی راستے کی دیوار بن گئے!

آپ کا وجدان کیا کہتا ہے؟ اگر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ سفر کفر کی

سرکوبی کے لیے ہوتا.......... دین کو فتنے سے بچانے کے لیے ہوتا.......... تو مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر سن کر وہ واپسی کا ارادہ نہ فرماتے.......... بلکہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا دلیر اور بہادر فرزند یہ اعلان کرتا کہ میرا بھائی مسلم شہید ہو گیا ہے تو کوئی پرواہ نہیں.......... میں نے جو اقدام کیا ہے.......... اور میں جس ارادے سے نکلا ہوں اس پر قائم اور دائم ہوں.......... ایک بھائی تو کیا میں اپنا پورا کنبہ اور اپنے عزیز و اقارب.......... اپنے پیارے بچے تک ہر چیز دین کی سربلندی کے لیے قربان کر دونگا اور جب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو جاتا اس اقدام سے رجوع نہیں کرونگا۔

مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملنے کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپسی کا ارادہ فرمایا لیا مگر برادرانِ مسلم راستے کی دیوار بن گئے.......... اس سے یہ حقیقت ثابت ہو رہی ہے کہ اس مقام سے آگے جو سفر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا.......... اس کا مقصد صرف مسلم بن عقیل کے قتل کا بدلہ لینا تھا.......... اس کے سوا اس سفر کا دوسرا کوئی مقصد نہیں تھا۔

آئیے اب غور کرتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر بن سعد کے مابین مصالحتی گفتگو ہو جانے کے بعد.......... اور تین تجویزیں زیرِ غور آنے کے بعد.......... صلح و اصلاح کی فضا پیدا ہونی چاہیے تھی.......... مگر دو قوتیں صلح اور اصلاح کے راستے میں رکاوٹ تھیں۔

ایک برادران مسلم بن عقیل وہ چاہتے تھے کہ اپنے مقتول بھائی کا بدلہ اور انتقام لیے بغیر واپس نہیں جائیں گے چاہے اس کے لیے ہمیں اپنی جانوں کی قربانی دینی پڑے اور حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کریم باپ کے کریم بیٹے تھے.......... وفادار باپ کے وفادار بیٹے تھے.......... وہ برادرانِ مسلم کا ساتھ نہیں چھوڑ

سکتے تھے کیونکہ مسلم بن عقیل ان ہی کے قاصد اور نمائندے بن کر کوفہ گئے تھے اور پھر کوفیوں نے غداری کر کے انہیں شہید کر دیا تھا۔

دوسری قوت جو راستے کی دیوار بن رہی تھی اور جن کی طرف سے بہت زیادہ مزاحمت کا مظاہرہ ہو رہا تھا وہ ساٹھ کوفی تھے جو مکہ مکرمہ سے آپ کے ہمراہ آ رہے تھے......... وہ جانتے تھے کہ تصفیہ اور صلح کی صورت میں......... اور مصالحت کی صورت میں ان کی خیر نہیں......... کیونکہ وہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لینے کے لیے کوفہ سے مکہ پہنچے تھے......... انہیں یقین تھا کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی کی صورت میں......... اور سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یزید کے ہاں تشریف لے جانے کی صورت میں ہمارے پلے کچھ نہیں بچتا......... بغاوت کے جرم میں یزید ہماری چمڑی ادھیڑ دے گا......... ہماری خیر اور بچت اسی میں ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی طور بھی یزید کے ہاں دمشق نہ پہنچ پائیں۔ (ان ساٹھ کوفیوں نے آگے کیا کردار ادا کیا اور کس طرح سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غداری کی......... اسے تھوڑی دیر میں بیان کرتا ہوں......... مگر اس سے پہلے ایک ضروری اور انتہائی اہم نکتے کی طرف آپ حضرات کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں) آپ سن چکے ہیں کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر بن سعد کے سامنے تین شرطیں اور تین تجویزیں پیش فرمائیں......... مجھے واپس جانے دو......... یا یزید کے ہاں جانے دو میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھنے کے لیے تیار ہوں......... یا مجھے اسلامی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر بھیج دو......... ادنیٰ شعور رکھنے والا منیب شخص ادنیٰ سی توجہ کر کے غور کرے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان شرطوں میں سے ایک ایک شرط اس بات کا ثبوت ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں پہنچ کر اور کوفیوں کی بے وفائی، بدعہدی اور غداری کو دیکھ کر اپنے موقف

سے رجوع فرمالیا تھا.......... اور جس ارادے اور عزم سے اس سفر پر نکلے تھے اس ارادے کو بدل دیا تھا.......... نیز سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیش ہونے والی ہر شرط اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ سفر کفر کی سرکوبی کے لیے نہیں تھا.......... یا اپنے نانا ﷺ کے دین کو بچانے کے لیے نہیں تھا.......... ورنہ مکہ و مدینہ میں بیٹھ کر جو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت کے لیے تیار نہیں تھا.......... اور جس حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اکابر صحابہ روک رہے تھے .... اور منتیں کر رہے تھے اور سمجھا رہے تھے مگر وہ کسی کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں تھے.......... وہی حسین ؓ آج یکا یک.......... کوفہ سے چند میل دور پہنچ کر کہتا ہے کہ مجھے یزید کے ہاں لے چلو میں اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے تیار ہوں.......... سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یزید واقعی بد کردار اور دشمن اسلام تھا .... اگر یزید نے واقعی اسلام کا حلیہ بگاڑ دیا تھا.......... اور شریعت کو بدل کر رکھ دیا تھا.......... تو علی المرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دلیر فرزند.......... سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مبارک گود میں پلنے والا غیرت مند سپوت.......... امام الانبیاء ﷺ کے مقدس کاندھوں پر سواری کرنے والا نواسہ اور نواسہ بھی وہ کہ جس کی زبان کو رحمت عالم ﷺ نے فرط محبت میں اس طرح چوستے تھے جس طرح اہل عرب کھجور کی گٹھلی چوسا کرتے ہیں.......... اور پھر صحابی رسول! کیا وہ ایک ظالم، بد کردار، دین کے دشمن کی بیعت پر آمادہ ہو سکتا ہے.......... کیا عظمتوں والا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمن اسلام کی بیعت کر سکتا ہے؟ کیا رفعتوں والا حسین کسی زانی اور شرابی کی بیعت کر سکتا ہے.......... کیا اونچے درجوں والا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی فاسق و فاجر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ سکتا ہے؟

حاشا و کلا ہم اہلسنت اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے!

بلکہ آپ حضرات تعصب اور دھڑے بندی سے ہٹ کر تاریخ وسیرت کی کتابیں پڑھیں.......... اور حقائق کی دنیا میں آئیں تو آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی.......... کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی میں کبھی بھی یزید کو بدکردار اور بدعمل نہیں کہا وہ تقریباً چار مہینے مکہ مکرمہ میں رہے.......... دنیا کا کوئی شخص ان کا کوئی خطبہ، کوئی بیان، کوئی تقریر، کوئی تحریر، کوئی خط یا ان کی نجی محفل کی گفتگو ثابت نہیں کرسکتا کہ انہوں نے فرمایا ہو کہ یزید کافر ہے یا بدکردار ہے .... وہ فاسق وفاجر ہے اس لیے وہ خلافت کے لائق نہیں ہے اور میں اس کے خلاف لشکرکشی کر کے دین اسلام کو بچانے کی کوشش کرونگا۔

آپ حضرات خدا کے لیے تھوڑا سا غور فرمائیں.......... جب مکہ مکرمہ میں اکابر صحابہؓ اور آپ کے کچھ قریبی رشتے دار آپ کو کوفہ جانے سے روک رہے تھے .... تو اس وقت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی روکنے والے سے یہ نہیں فرمایا.......... کہ میرا راستہ چھوڑ دو اور مجھے کوفے جانے دو اس لیے کہ میرے نانا کا دین خطرے میں ہے.......... ایک کافر شخص اقتدار پر قابض ہو گیا ہے.......... اس نے اسلام کا نقشہ بدل دیا ہے.......... شریعتِ اسلامیہ کے ضابطے تبدیل ہو رہے ہیں.......... وہ شرابی اور زانی ہے.......... لہٰذا میں اس کے مقابلے کے لیے ضرور جاؤنگا اور باطل کو نیست و نابود کر کے چھوڑوں گا.......... میں پھر عرض کرونگا کہ جذبات سے کنارہ کش ہو کر اور تعصب کی فضا سے نکل کر سنجیدگی کے ساتھ حقائق کی دنیا میں آئیے اور حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش فرمودہ پہلی شرط پر غور فرمائیے.......... کہ مجھے واپس جانے دو.......... انصاف سے فیصلہ کیجیے کیا اسی ایک شرط نے تمام مسائل حل نہیں کر دیے کہ آپکا یہ سفر کفر کی سرکوبی اور بے دین حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے نہیں تھا۔

کیونکہ اگر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ سفر اسلام کو بچانے اور زندہ کرنے کی خاطر تھا.........تو پھر یہ معمہ کوئی شخص حل کر کے ہمیں سمجھائے کہ پھر سیدہ فاطمہؓ کا جگر گوشہ.........بدر و احد کے غازی اور یمن کے قاضی کا لخت جگر.........امام الانبیاء ﷺ کا پیارا اور محبوب نواسہ اور راکب بر دوش رسول کے شرف سے مزین.........ہزاروں اصحاب رسولؐ سے فیض یافتہ.........بہت بہادر اور دلیر.........جرأت و ہمت کا پیکر.........اخلاص و ایثار کا مجسمہ.........سخاوت و شرافت کا معدن.........شجاعت و بہادری میں یکتا.........بے باکی اور جواں ہمتی میں بے مثال.........سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقام سے واپس لوٹنے کی تجویز کیوں پیش فرما رہے ہیں؟

کیا یزید اب پارسا ہو گیا تھا؟.........کیا وقت کا حکمران عادل و منصف ہو گیا تھا؟.........کیا حاکمِ وقت اب اسلام پر کاربند ہو گیا تھا؟.........کیا اب دین سے خطرات ٹل گئے تھے؟.........کیا اب ملک کے قوانین شریعت اسلامیہ کے مطابق ہو گئے تھے؟ خدا کے لیے کوئی اس ڈور کو سلجھائے اور اس معمے کو حل فرمائے!

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جذباتی محبت اور جنون کی حد تک عشق کا دعویٰ رکھنے والے احباب کی خدمت میں ہاتھ جوڑ کر درخواست اور گزارش ہے کہ جو مؤقف تم پیش کرتے ہو (کہ یہ معرکہ کفر و اسلام کا اور حق و باطل کا معرکہ تھا) اگر میں اس مؤقف سے اتفاق کر لوں تو پھر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صاف، شفاف اور اجلا اور اجلیٰ دامن داغ دار ہوتا ہے اور میں سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے عیب اور اجلے دامن پر ایک چھینٹا بھی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں!

اگر یہ معرکہ کفر و اسلام کا معرکہ ہوتا.........اور حضرت حسینؓ کا سفر اس مقصد کے لیے ہوتا کہ میں نے ڈوبتے ہوئے اسلام کو بچانا ہے.........تو پھر اس مقام پر

آ کر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کیوں فرماتے کہ مجھے واپس جانے دو؟
میں آپ تمام حضرات سے پوچھنا چاہتا ہوں .... دل پر ہاتھ رکھ کر اور اپنے اللہ رب العالمین کو گواہ بنا کر جواب دیجیے!

اگر سامنے کفر ناچ رہا ہوتا .... اگر اسلام خطرے میں ہوتا .... اگر دین محمدیؐ کا حلیہ بگڑ رہا ہوتا .... تو بتایئے اور اللہ کو حاضر و ناظر جان کر بتایئے کہ علیؓ کا بہادر اور غیرت مند بیٹا اور امام الانبیاءؐ کا پیارا نواسہ آگے بڑھتا یا پیچھے ہٹتا؟

میرا خیال تو یہ ہے کہ اگر حالات وہی ہوتے جو عام طور پر مشہور ہیں تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مر جاتے، کٹ جاتے .... ذبح ہو جاتے مگر "مجھے واپس جانے دو" کی شرط کبھی پیش نہ فرماتے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیارا نواسہ ہو .... امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاندھوں پر سواری کرنے والا ہو .... سیدنا علیؓ کا جگر گوشہ ہو .... اس کے آگے کفر ناچ رہا ہو اور وہ کہے مجھے واپس جانے .... نہیں ہرگز نہیں .... ہم یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

ارے وہ تو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے .... اس نے اپنا موقف کیوں بدلا؟ واپسی کی شرط کیوں لگائی؟ ہم تاریخ اسلام میں دیکھتے ہیں تو ہمیں کئی ہستیاں ایسی ملتی ہیں .... جن پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے .... غموں اور دکھوں کی آندھیاں چلیں .... ظالم حکمرانوں سے ٹکر لی .... تشدد اور بربریت کا مظاہرہ کیا گیا .... انہیں ڈرایا اور دھمکایا گیا .... مگر وہ اپنے موقف سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹے .... بلکہ آگے بڑھے .... ظالموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی اور اپنے موقف پر پہاڑ سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ جم گئے .... کیا تم بلالؓ کو نہیں جانتے ہو .... ان کا مالک انہیں سارا سارا

دن جلتے ہوئے انگاروں پر لٹاتا.......... نمک ملا پانی ان کے زخموں پر چھڑکا جاتا
.... مکہ کی نوک دار زمین پر انہیں گھسیٹا جاتا.......... دوسرے دن پھر انہیں
تپتے ہوئے فرش پر لٹا کر.......... ان کا مالک امیہ پوچھتا اب بھی اللہ اور محمد کا نام
لے گا.......... بلال مسکرا کے کہتا.......... ظالم ان کو ماننے کا جتنا مزہ آج آیا ہے
وہ مزہ آج تک آیا ہی نہیں.......... بلال تپتے ہوئے فرش پر لیٹ کر احد احد کے
نعرے لگاتا.......... وہ ایک انچ بھی اپنے مؤقف سے پیچھے نہیں ہٹا۔

علامہ محمد اقبال مرحوم نے کتنی سچی اور دل لگتی بات کہی ہے۔ ع

چمک اٹھا جو ستارہ تیرے مقدر کا
حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
اسی میکدہ سے ہوئی تیرے غم کدہ کی آبادی
تیری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
وہ آستان نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لیے
کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لیے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزہ ہی نہیں

بلال کوئلوں پر تڑپتا رہا مگر اس نے اپنے مؤقف میں تبدیلی کا اشارہ تک
نہیں دیا!

جانتے ہو اسلام کی اس پہلی خاتون کو جس نے اسلام میں سب سے پہلے
شہادت کا مرتبہ پایا.......... عمارؓ کی والدہ محترمہ اور یاسرؓ کی رفیقہ حیات حضرت سیدہ
سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو.......... ابو جہل نے ظلم و تشدد کے سارے ریکارڈ توڑ ڈالے
.... رسیوں سے باندھا.......... مکہ کے چوراہوں میں گھسیٹا.......... نیزے کی

انیوں سے جسم میں سوراخ کئے .... دو اونٹوں سے باندھ کر انہیں مخالفت سمتوں میں دوڑانے سے کچھ ہی دیر پہلے ابو جہل نے سمیہؓ سے کہا .... تیرے دو ٹکڑے ہونے میں چند لمحے باقی ہیں .... اگر اب بھی محمدؐ کا ساتھ چھوڑ دے تو تیری جان بخشی ہو سکتی ہے .... مصیبت کے عین ان لمحات میں سمیہؓ اپنے مؤقف سے .... ہاں صنف نازک سمیہؓ اپنے مؤقف سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹی بلکہ کہنے لگی .... سمیہ کے جن نازک ہاتھوں نے محمد عربی ﷺ کے دامن کو پکڑا ہے یہ ہاتھ کٹ سکتے ہیں محمد عربی ﷺ کے دامن کو چھوڑ نہیں سکتے!

جانتے ہو میرے نبی مکرم ﷺ کی ایک ماننے والی کو .... جسے زنیرہؓ کہتے ہیں .... لونڈی ہے مگر توحید کی متوالی ہے .... لوہے کی گرم سلاخیں اس کی آنکھوں میں پھیر دی گئیں .... آنکھوں کا نور جاتا رہا .... مگر زنیرہؓ اپنے مؤقف سے رائی برابر پیچھے نہیں ہٹی!

سمیہؓ کے بیٹے عمار کو دیکھو .... بدن پر سفید اور چت کبرے داغ ہی داغ ہیں .... یہ برص والی بیماری کے داغ نہیں ہیں .... یہ ان دہکتے ہوئے انگاروں کی فصل بہار ہے جن پر عمار کو لٹایا جاتا تھا .... چربی پگھل کر کوئلوں کو راکھ بنا دیتی مگر عمار اپنے مؤقف کو چھوڑنے کے لیے تیار نہ ہوتے!

حضرت خبابؓ کو دیکھو .... انہیں آگ پر لٹا دیا گیا .... اور یہ بھی دیکھو کہ ان کے سینے پر ایک وزنی پتھر رکھا ہوا ہے تاکہ خباب کروٹ نہ بدل سکے .... ان کی کھال جل رہی ہے اور چربی پگھل رہی ہے .... مگر خبابؓ اپنائے ہوئے مؤقف سے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہے!

صہیبؓ اور ابو فکیہہؓ کی حالت زار بھی تو ذرا دیکھو .... کھردرے اور وزنی لوہے کی ہتھکڑیاں .... تنگ اور آگ میں تپائی ہوئی .... ان کے

ہاتھوں میں ہیں .... پھر انہیں گرم ریت پر اوندھے منہ گرا دیا جاتا ہے .... پھر وزنی پتھر ان کی پیٹھ پر رکھ دیا جاتا ہے .... ابو فکیہہؓ کے جسم پر بدمعاش کودنے لگتے ہیں اور ان کی پسلیاں توڑ دی جاتی ہیں .... مگر وہ اپنے مؤقف سے پیچھے ہٹنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے!

سامعین گرامی قدر! یہ تو وہ لوگ تھے جنہوں نے امام الانبیاء ﷺ کے چہرۂ پر انوار کو دیکھنے کا شرف حاصل کیا اور صحابیت کے منصب پر فائز ہوئے .... اور قرآن نے جنہیں اللہ کی رضا کے سرٹیفکیٹ اور جنت کے پروانے عطا کیے۔

ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ اصحاب رسولؐ کی مقدس جماعت کے بعد آنے والے لوگوں نے مصائب و تکالیف کے دریا عبور کیے .... وقت کے حکمرانوں کے ظلم و تشدد کا شکار رہے مگر اپنے مؤقف سے پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔

جانتے ہیں آپ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو؟ انہیں خلق قرآن کے مسئلے پر گرفتار کیا گیا .... جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں ڈالا گیا .... پابجولاں بازاروں میں پھرایا گیا .... ان کی پیٹھ پر کوڑوں کی بارش برسائی گئی .... کچھ کوڑے مارنے کے بعد پوچھا جاتا .... اب بھی مانتے ہو یا نہیں کہ قرآن اللہ کی مخلوق ہے؟

زخمی اور نڈھال امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جرأت و بہادری سے جواب دیتے .... کوڑے برسا کر نہ منواؤ۔

اِیْتُوْنِیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ وَبِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ

مجھ سے اپنی بات منوانا چاہتے ہو تو اللہ کی کتاب پیش کرو یا محمد عربی ﷺ کا فرمان پیش کرو۔

پھر ان کا جنازہ جیل سے نکلا .... مگر انہوں نے اپنے مؤقف سے پسپائی

اختیار نہیں کی!

امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا وقت کے حکمران سے اختلاف ہوا
......انہیں جیل کی کوٹھڑوں کے حوالے کر دیا گیا......جنازہ جیل سے نکلا
......مگر امام اعظمؒ پہاڑ سے بڑھ کر مضبوطی کے ساتھ اپنے موقف پر قائم رہے!

میں امت مرحومہ کے کس کس بہادر، دلیر اور شجاع شخص کا ذکر کروں! جنہوں نے اپنے موقف کو مضبوطی سے تھامے رکھا......وقت کے حکمرانوں سے انہوں نے ٹکر لی......جان دے دی......مصائب اٹھائے، نقصان برداشت کیے مگر اپنا موقف نہیں بدلا۔

آیئے میں آپ کو ایک ایسی شخصیت سے ملواتا ہوں جس کا نام سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت و عقیدت کی وجہ سے "حسین احمد" رکھا گیا تھا......بعد میں یہی حسین احمد......شیخ العرب والعجم کے لقب سے معروف ہوا اور دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔

انہوں نے انگریز کی حکومت میں یہ فتویٰ جاری فرمایا تھا کہ انگریز کی فوج میں بھرتی ہونا حرام ہے۔

ان پر مقدمہ قائم ہوا اور خالق دینا ہال کراچی میں عدالت بجی......جج نے پوچھا تم نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ انگریز کی فوج میں بھرتی ہونا حرام ہے؟ مولانا مدنیؒ نے بے نیازی سے فرمایا......فتویٰ دیا ہے، کیا ہوتا ہے......میں تیری عدالت میں کھڑے ہو کر اب بھی کہتا ہوں کہ انگریز کی فوج میں بھرتی ہونا حرام ہے۔

جج نے کہا......اس کی سزا جانتے ہو؟......سزائے موت ہے
......یہ بغاوت کا مقدمہ ہے۔

مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے سفید کپڑا بغل میں سے نکال کر سامنے

پڑی ہوئی میز پر پھیلایا اور فرمایا: "سزا جانتا تھا اسی لیے دیوبند سے کفن ساتھ لایا ہوں!"

سامعین گرامی قدر! یہ سب واقعات جو میں نے آپ کو سنائے .... ان کے سنانے کا مقصد یہ ہے کہ امت مرحومہ کے بہادر اور غیور لوگ کفر کے مقابلے میں اور طاغوتی طاقتوں کے مقابلے میں .... وقت کے حکمرانوں کی دھمکیوں سے خائف ہو کر اپنے مؤقف سے اور اپنے مشن سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹے۔

میری اس گفتگو سے یہ بات واضح ہوئی کہ اگر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سفر اسلام کے بچانے کے لیے اور کفر کی سرکوبی کے لیے فرمایا ہوتا .... تو وہ کٹ جاتے .... سب کچھ قربان کر دیتے مگر یہ شرط ہرگز پیش نہ فرماتے کہ مجھے واپس جانے دو .... امام الانبیاء ﷺ کا محبوب نواسہ ہو، حیدر کرار ؓ کا پیارا لخت جگر ہو، فاطمہ ؓ کا نور نظر .... بہادر باپ کا بہادر بیٹا ہو .... شجاع باپ کا خون جس کی رگوں میں دوڑ رہا ہو .... غیرت وحمیت کا سپوت ہو .... خودداری و دلیری جس کے لہو میں شامل ہو .... جس کی زبان رسول رحمت نے چوسی ہو .... وہ زبان کفر کے مقابلے میں کہے مجھے واپس جانے دو .... کوئی اسے تسلیم کرتا ہے تو کرے .... میرا ضمیر، اور میرا دل اور میرا ذہن اسے ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہے!

میری اس گفتگو کا خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے کہ اگر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بھی کفر اور باطل کی کوئی قوت ہوتی تو وہ بھی یقیناً کٹ جاتے، جان قربان کر دیتے مگر یہ شرط کبھی پیش نہ فرماتے کہ مجھے واپس جانے دو۔

آیئے میں آپ حضرات کو حقیقی بات بتاؤں .... اور اندر کی کہانی سناؤں .... دراصل بات یہ ہے کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے

باسیوں کے مکروفریب اور دھوکے سے بھرپور خطوط اور ان کی چاپلوسانہ باتوں اور وعدوں کا شکار ہو کر یہاں تک پہنچ گئے تھے۔

یہاں آکر جب حقائق ظاہر ہونے لگے .... پوشیدہ رازوں سے پردے سرکنے لگے .... مکروہ چہرے بے نقاب ہونے لگے .... اندرون خانہ تیار ہونے والی سازشیں ظاہر ہونے لگیں .... مسلم بن عقیل کے ساتھ اہل کوفہ کے سلوکِ ظالمانہ کا راز کھلنے لگا .... اور خط تحریر کر کے بلانے والے سرداروں کو مخالف دستے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا .... تو حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ایک کر کے وہ سارے دوست و احباب اور بزرگ یاد آنے لگے جنہوں نے مکہ مکرمہ سے نکلتے ہوئے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کے لوگوں کی بدعہدیاں اور مکاریاں بتا کر کوفہ جانے سے روکا تھا۔

ان حالات کو دیکھ کر اور وقت کی نزاکتوں کو محسوس کر کے یہاں حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ اپنا موقف بدل لیا اور عمر بن سعد کے سامنے .... واپس جانے کی شرط پیش فرمائی۔

یا یزید کے ہاں پہنچانے کی تجویز دی .... اور تیسری تجویز یہ پیش فرمائی کہ اسلامی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر پہنچا دو۔

ذرا اسلامی سرحدوں کے الفاظ پر غور فرمائیے .... یزید کی حکومت میں .... یزید کے اقتدار کے دوران سرحدوں کو اسلامی سرحدیں کہہ کر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حقیقت واشگاف کرنا چاہتے ہیں کہ وقت کی حکومت کفر کی اور باطل کی حکومت نہیں ورنہ ان کے زیر اقتدار سرحدیں اسلامی کیوں کہلاتیں؟

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکمرانِ وقت کی بیعت پر رضامند ہو جانا اور اس کا اظہار کرنا کوئی عجیب اور انوکھی بات نہیں ہے .... کیا ان سے پہلے ان

کے والد گرامی قدر حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ بخوشی و رضا............ امیر المومنین خلیفۂ اول بلا فصل، صاحب الغار و المزار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ............ اور امیر المؤمنین خلیفۂ ثانی لا ثانی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ............ اور امیر المؤمنین، خلیفۂ ثالث، مظلوم مدینہ، دوہرے داماد نبی سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالی عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر چکے تھے............ ان تینوں خلفاء کی اقتداء میں نمازیں بھی پڑھتے رہے............ اور ان کے وزیر و مشیر بھی رہے اور چیف جسٹس کے عظیم منصب پر فائز بھی رہے۔ مشہور شیعہ عالم محمد بن حسن طوسی نے اپنی تصنیف ''الامالی'' میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ فرمان تحریر کیا ذرا سنئے!

''میں نے ابوبکر کی اس طرح بیعت کی تھی جس طرح تم نے کی تھی میں نے ناپسند کیا کہ مسلمانوں کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کروں............ پھر ابوبکرؓ نے اپنے بعد عمرؓ کو نامزد کیا............ پھر میں نے عمرؓ کی بیعت بھی کر لی جس طرح تم نے بیعت کی پھر میں نے ان کی بیعت کا پورا پورا حق ادا کیا''

(کتاب الامالی ج ۲ ص ۱۲۱)

اہل تشیع کے ایک دوسرے معتبر عالم شیخ ابو منصور احمد بن علی الطبرسی نے لکھا ہے کہ:

''حضرت اسامہ بن زید مدینہ منورہ واپس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ لوگ ابوبکرؓ پر اژدہام کئے بیٹھے ہیں............ انہوں نے سیدنا علیؓ سے دریافت کیا یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے فرمایا تم دیکھ تو رہے ہو کہ کیا ہو رہا ہے............ حضرت اسامہؓ نے پھر پوچھا فَهَلْ بَايَعْتَهُ .... کیا آپ نے بھی حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: نَعَمْ .... ہاں میں نے بھی بیعت کر لی ہے"

(کتاب الاحتجاج ص ۵۶)

اہل تشیع کے ایک اور بڑے عالم شریف مرتضیٰ "علم الہدیٰ" .... تحریر کرتے ہیں۔

ثُمَّ مَدَّ يَدَهُ فَبَايَعَهُ (کتاب الشافی ص ۳۹۸)

پھر سیدنا علیؓ نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور حضرت ابو بکرؓ سے بیعت کر لی۔

علامہ طبری (شیعہ عالم) نے لکھا ہے:

ثُمَّ قَامَ وَ تَهَيَّا لِلصَّلٰوةِ وَ حَضَرَ الْمَسْجِدَ وَ صَلّٰى خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ (کتاب الاحتجاج ص ۶۰)

پھر حضرت علی کھڑے ہوئے، نماز کی تیاری فرمائی مسجد میں تشریف لائے اور حضرت ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھی۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد .... خلافت کا معاملہ جب دو شخصیات سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آ کر اٹک گیا) .... تو دونوں سے کہا : میں دونوں میں سے افضل شخص کا انتخاب کروں گا اور جو فیصلہ میں کرونگا تم دونوں اسے تسلیم کرو گے!

فَلَمَّا اَخَذَ الْمِيْثَاقَ قَالَ ارْفَعْ يَدَكَ يَا عُثْمَانُ فَبَايَعَهُ فَبَايَعَ لَهُ عَلِيٌّ (بخاری ج ۱ ص ۵۲۵)

جب حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں سے یہ عہد لے لیا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اپنا ہاتھ بڑھائیے اور پھر عبد الرحمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عثمان رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لی پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ان کی بیعت کر لی۔

پھر ہمیں نظر آتا ہے کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادر بزرگ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت سے دستبردار ہو کر خلیفہ راشد، کاتب وحی، فاتح قبرص وشام، بادشاہ تدبر، صاحب سیاست وفراست، امیر المؤمنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی .... تا زندگی ان کے ہاں تشریف لے جاتے وہ انہیں وظیفے اور ہدایاسے نوازتے۔

اسی طرح حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے برادر بزرگ کے ساتھ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی تھی .... اور سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں اور ان کے انتقال پر ملال کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تشریف لے جاتے وہ ان کی پذیرائی فرماتے، عزت وتکریم سے نوازتے، اکرام فرماتے اور ہدایاسے نوازتے!

اسی طرح فروع کافی کتاب ''الروضہ'' ص ۱۱۰ میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لائق ترین فرزند حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ (المعروف بہ زین العابدین) نے بھی یزید بن معاویہ کی بیعت پر رضامندگی کا اظہار فرمایا تھا!

باقی صحابہؓ کیوں نہ نکلے

سامعین گرامی قدر! ایک بات بیان کرنے سے رہ گئی ہے .... یہ بات مجھے کچھ دیر پہلے بیان کرنی چاہیے تھی .... مگر ابھی ذہن میں آئی تو بیان کر دیتا ہوں .... لیکن اس بات کے بیان کرنے سے پہلے میں آپ حضرات سے ہاتھ جوڑ کر دردمندانہ اور خیر خواہانہ اپیل کرونگا کہ اصحاب رسول ﷺ کی حمیت وغیرت اور دین کے لیے ان کا جذبہ سرفروشانہ آپ کے ذہن میں

رہے......... اور تعصب اور عناد سے ہٹ کر میری اس بات کو سنا جائے!

اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد یزید کا دورِ حکومت سیدھے راستے سے ہٹ گیا تھا......... اگر یزید نے اسلام کے قوانین کو بدل کے رکھ دیا تھا......... اگر وقت کا حکمران ظالم، جابر، زانی اور شرابی تھا......... اگر حکومت لادین عناصر کے کنٹرول میں تھی......... اگر شریعت اسلامیہ کا حلیہ بگاڑ دیا گیا تھا......... اگر اسلام خطرے میں تھا اور دین وانصاف اور عدل وشریعت موت کے منہ میں پہنچ گئے تھے......... تو پھر اس حکومت کے خلاف اور وقت کے حکمران کے خلاف اکیلے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں نکلے؟......... آپ کے ساتھ دوسرے صحابہ کرامؓ کیوں نہیں نکلے؟ باقی صحابہ نے آواز کیوں نہیں اٹھائی؟ باقی صحابہ نے صدائے احتجاج بلند کیوں نہیں کی؟ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے......... امام الانبیاء ﷺ کے چچازاد بھائی اور سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ تھے......... حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے بھائی سیدنا جعفر طیارؓ کے لختِ جگر عبد اللہ بقیدِ حیات تھے۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے......... نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ تھے اور ابن زیاد سے پہلے کوفہ کے گورنر تھے (یزید کی حکومت میں انہوں نے ایک صوبہ کی گورنری کا منصب قبول فرمایا تھا)

سیدنا جابر بن عبد اللہ زندہ تھے......... ثابت بن ضحاکؓ زندہ تھے.........
انس بن مالک، بلالؓ بن حارث، جابرؓ بن سمرہ، نافع بن خدیج، سعد بن زید انصاریؓ، عدی بن حاتمؓ، عقبہ بن نافعؓ، مالک بن حویرث، محمود بن ربیعؓ، (رضی اللہ عنہم اجمعین) تقریباً دو سو سے زیادہ صحابہ کرام اس وقت موجود تھے......... مگر سوائے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوئی صحابی بھی وقت کے حکمران کے

خلاف نہیں نکلا..........

کیا محمد عربی ﷺ کے جانثار صحابہ العیاذ باللہ ایسے بے حمیت تھے کہ انہوں نے خاموشی کے ساتھ کفر کے ساتھ مفاہمت کر لی.......... کفران کے آگے ناچتا رہا اور وہ چپکے سے اسے برداشت کرتے رہے (العیاذ باللہ) ایسے ہوسکتا ہے؟

وقت کے حکمران نے دین کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا.......... اور صحابہ کرام چپ سادھے گھروں میں دبکے بیٹھے رہے (العیاذ باللہ)

وقت کے حکمران نے بدکرداری، زنا کاری اور شراب نوشی کو رواج دے رکھا تھا.......... اور صحابہ کرام ٹس سے مس نہیں ہوتے تھے (العیاذ باللہ) اسلام، سنت رسولؐ، دین کے احکام خطرے میں تھے اور صحابہ کرام اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے۔

دین کو بچانے کے لیے، اسلام کے تحفظ کے لیے، حکمران کی بدکرداریوں کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کے لیے اصحاب رسول کی مقدس جماعت میں سے کوئی بھی باہر نہیں نکلا.......... سب نے چپ سادھ لی، خاموشی اختیار کر لی، کسی کو کوئی پرواہ نہیں تھی۔

اگر کوئی جہاد کا جھنڈا لے کر نکلا اور وقت کے حکمران کو للکارا تو وہ صرف اور صرف سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ گرامی تھی (یہی بات دشمنان صحابہ ثابت کرنا چاہتے ہیں)

حالانکہ ہم تاریخ اسلام کا اور سیرت کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اصحاب رسول کی مقدس جماعت دین کی سربلندی کے لیے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہر قربانی دینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے.......... وہ کفر کے خلاف دودھاری تلوار تھے.......... وقت کا حکمران شریعت کے خلاف چلے

اور وہ خاموشی کے ساتھ گھروں میں دبکے بیٹھے رہیں .... یہ ہرگز نہیں ہو سکتا!

وہ تو ایسے تھے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک روز بطور امتحان جمعۃ المبارک کے خطبے میں کہا:

لوگو! اگر میں کوئی ایسی بات کہوں جو تم نے اپنے پیارے رسولؐ سے نہ سنی ہو .... یا میں کوئی بات نبی اکرم ﷺ کے خلاف تم سے کہوں .... تو کیا تم میری بات کو مانو گے؟

لوگ سن کر حیران ہو گئے .... امیر المومنین کیسی بات کہہ رہے ہیں؟ مجمع میں سناٹا چھا گیا (شاید سوچنے لگے کہ ہم امیر المومنین کا مطلب نہیں سمجھے) .... لیکن پھر صفوں میں سے ایک نادار اور غریب صحابی کھڑا ہوا .... غربت کا یہ عالم تھا کہ تلوار کے لیے نیام تک اس کے پاس نہیں تھی .... کھجور کے چھلکوں میں اس نے تلوار کو لپیٹ رکھا ہے۔

اس نے تلوار ننگی کی .... اس کی تیز دھار پر انگلی رکھی اور کہا:

امیر المومنین یہ وہ تلوار ہے جو دین اسلام کی حمایت میں .... اور کفر کی سرکوبی کے لیے امام الانبیاء ﷺ کی معیت میں کفار کے سر پر موت بن کر چمکتی رہی .... اس تلوار کے جوہر فضاؤں نے بدر و احد میں دیکھے .... سنو! .... اگر آپ نے بھی میرے محبوب پیغمبرؐ کے خلاف کوئی بات کی تو اس تلوار سے آپ کی گردن بھی اڑا دونگا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا جارحانہ جواب سن کر فرمایا .... الحمد للہ ابھی کچھ لوگ دنیا میں ایسے موجود ہیں کہ عمرؓ اگر غلط راستہ اختیار کرے تو وہ اسے سیدھا کر سکتے ہیں۔

وہ لوگ ایسے تو نہیں تھے کہ وقت کا حکمران شریعت اسلامی کا مذاق بنا رہا ہو اور وہ خاموشی اختیار کریں۔

وقت کا حکمران ظالم ہو .... بے انصاف ہو اور وہ گھروں میں آرام سے بیٹھے رہیں .... نہیں ہرگز نہیں .... بلکہ وہ تو ایسے لوگ تھے جو فاروق اعظمؓ جیسے دبدبے والے حکمران کو خطبہ کے دوران کہتے تھے:

ہم اس وقت تک تیری بات نہیں سنیں گے جب تک اس بات کی وضاحت نہیں کرو گے کہ جو کرتہ آپ نے پہن رکھا ہے یہ کیسے بنا .... کپڑا تو ہمیں بھی ملا تھا مگر ہمارے کرتے کے لیے وہ کپڑا ناکافی تھا ...... آپ کا کرتہ کیسے بن گیا؟

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

میرا بیٹا عبداللہؓ موجود ہے؟

انہوں نے جواب دیا .... بابا موجود ہوں ....

فرمایا: اسے اس کے سوال کا جواب دو۔

عبداللہ بن عمرؓ نے کہا

میں نے اپنے حصے کا کپڑا اپنے بابا کو دے دیا تھا، تب بابا کا کرتہ بنا۔

لوگوں نے کہا ....

.... امیر المومنین اب جو کہو ہم سنیں گے بھی اور مانیں گے بھی

وہ تو ایسے لوگ تھے .... وہ کفر سے، ظلم سے، باطل سے، الحاد سے اور بے دینی سے مفاہمت کرنے والی ہستیاں ہرگز نہیں تھیں۔

اگر اس وقت کے حکمران اور برسر اقتدار طبقہ ایسے ہی بے دین اور ظالم و جابر ہوتے جیسے تاریخ نے مشہور کر دیئے اور آج عام لوگوں کا خیال ہے .... تو پھر

ایک مسلمان کا وجدان یہ کہتا ہے کہ ان حکمرانوں کے مقابلے میں اکیلے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقابلے کے لیے نہ آتے .... بلکہ باقی اصحاب رسول ﷺ اور اس وقت کے ہزاروں تابعین عظام ؒ بھی کمر کس کر میدان جہاد سجاتے!

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت جتنے اصحاب رسول زندہ تھے .... وہ حکومتِ وقت کے خلاف نکلنا تو دور کی بات ہے وہ تو حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی منع فرما رہے تھے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينَ

دسویں تقریر

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرہ)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۔

سامعین گرامی قدر! گزشتہ خطبے میں .... میں بڑی وضاحت اور تفصیل سے بیان کر چکا ہوں کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر بن سعد کے ساتھ مذاکرات کرتے ہوئے تین شرائط پیش فرمائیں تھیں .... عمر بن سعد نے آپ

کی تین شرطیں قبول کر کے کوفہ کے گورنر عبید اللہ بن زیاد کو اطلاع بھیجی ...... تاریخ کی ایک روایت بتاتی ہے کہ

ابن زیاد نے جواب میں کہا ...... لَا وَلَا كَرَامَةَ حَتّٰى يَضَعَ يَدَهٗ فِيْ يَدِيْ نہیں بلکہ انہیں کہو کہ وہ دمشق جانے سے پہلے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھیں ......

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا:

لَا وَاللّٰهِ لَا يَكُوْنُ هٰذَا اَبَدًا (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۰)

نہیں اللہ گواہ ہے یہ کبھی نہیں ہو سکتا!

ایک مطالبہ ابن زیاد کی طرف سے یہ ہوا کہ پہلے میرے ہاتھ پر بیعت کی جائے جسے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیور طبیعت نے گوارا نہیں فرمایا۔

اور دوسرا مطالبہ یہ ہوا کہ قافلہ حسینی سے تمام اسلحہ اور ہتھیار لے لیے جائیں تاکہ یہ لوگ حکومت وقت کے خلاف کوئی کاروائی نہ کر سکیں۔

ابن زیاد کے اس مطالبے نے برادران مسلم بن عقیل کے جذبات کو مزید مشتعل کر دیا ...... وہ پہلے ہی کوفیوں کے خلاف غصے میں اور انتقام کے جوش میں بپھرے ہوئے تھے ...... انہیں اپنے بھائی کی حالت سفر میں مظلومانہ شہادت کا دکھ تھا۔

جلتی پر تیل ڈالنے کا کام ان سائھ کوفیوں نے پورا کر دیا جو مکہ مکرمہ سے اس مقدس قافلے کے ساتھ آ رہے تھے ...... اور جنہیں سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش کردہ مصالحانہ شرائط کے منظور ہونے کا خوف کھائے جا رہا تھا اور صلح کی صورت میں انہیں اپنی عبرتناک موت سامنے ناچتے ہوئے نظر آ رہی تھی ...... انہوں نے سابقہ جنگوں (جنگ جمل، اور جنگ صفین) کی طرح ہوتی ہوئی صلح کو جنگ میں بدلنے۔ کے لیے اشتعال کو شدت کے ساتھ بھڑکا دیا۔

جو فوجی اور حکومتی اہلکار اسلحہ اور آلات حرب رکھوانے کے لیے قصبہ آ رہے ہوئے تھے۔ ان پر اچانک حملہ کر دیا گیا اور اس طرح جنگ شروع ہوگئی جس کے نتیجے میں حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کنبہ کے کئی افراد کے ساتھ انتہائی بے دردی اور ظلم کے ساتھ شہید کر دیے گئے۔

اور دوسری روایات بتاتی ہیں کہ جب عمر بن سعد نے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش فرمودہ تین شرائط ابن زیاد کو بھیجیں تو اس نے رضامندی کا اظہار کیا ظاہر بات ہے کہ قافلہ حسینی کربلا میں تھا اور یہاں سے دارالخلافہ دمشق زیادہ دور نہیں تھا .... تو یہی طے پایا کہ کوفی بجائے دمشق پہنچایا جائے۔

قافلہ حسینی کے ساتھ عمر بن سعد کا فوجی دستہ بھی تھا .... اور وہ سازشی کوفی بھی ہمراہ تھے جو مکہ مکرمہ سے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آ رہے تھے .... بلکہ بڑی چاپلوسی، عیاری سے انہیں ساتھ لا رہے تھے!

ان سازشی کوفیوں کا مقصد تو یہ تھا کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو استعمال کر کے بطور ڈھال سامنے رکھا جائے اور مسلمانوں کی متفقہ طاقت اور قوت کو آپس میں لڑوا کر پارہ پارہ کر دیا جائے! مسلمانوں کے مابین انتشار و افتراق کا بیج بو دیا جائے .... اور انہیں اختلاف کے راستوں میں الجھا دیا جائے۔

یہ سازشی کوفی بار بار حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دمشق جانے سے روکتے .... اور انہیں مجبور کرتے کہ آپ کوفہ آئیں اور کوفہ کے لوگوں سے بیعت لے کر اپنی خلافت کا اعلان کریں۔ اور وقت کے حکمرانوں کے خلاف جنگ میں ہماری قیادت کریں۔

مگر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اب اہل کوفہ کی دغابازیوں، غداریوں، کذب بیانیوں، اسلام دشمنیوں اور مکر و فریب سے کماحقہ باخبر ہو چکے تھے

............اس لیے برابر ان کی بات ماننے سے انکار کرتے رہے۔

یہاں تک کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن کوفیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''افسوس تم وہی لوگ ہو جنہوں نے میرے والد سیدنا علیؓ کو دھوکے میں رکھا اور پھر شہید کر دیا پھر میرے بھائی حضرت حسنؓ کو زخمی کیا اور میرے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفے بلا کر قتل کرایا۔ سچ ہے جو بھی تمہارے دھوکے میں آئے وہ بڑا احمق ہے۔''
(جلاء العیون، ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۱۷۰)

طبری نے لکھا ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

کوفیو! تم نے اپنے وعدوں کو توڑ دیا پھر میری بیعت سے منہ موڑ لیا، اللہ کی قسم یہ بات کوئی باعثِ تعجب نہیں تم اس سے پہلے میرے والد، میرے بھائی (حسنؓ) اور میرے چچازاد بھائی (مسلم) سے اس طرح کا سلوک کر چکے ہو۔''

(طبری ج ۶ ص ۲۲۸)

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ کوفہ کے جن سرداروں نے مجھے خطوط تحریر کیے تھے ان میں سے اکثر آج ابن سعد کے دستے میں موجود ہیں............حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سرداروں اور چوہدریوں کو مخاطب کر کے ان کے تحریر کردہ خط انہیں دکھائے اور فرمایا:

''ظالمو! تم نے وفا کے دعوؤں سے بھرپور یہ خط لکھ لکھ کر دھوکے سے مجھے بلایا اور اب بے وفائی اور غداری کر کے میرے قتل پر آمادہ ہو گئے ہو۔''
(خلاصۃ المصائب)

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوفہ کی بجائے دمشق تشریف لے جانے کے عزم کو دیکھ کر اور کوفیوں کی بدعہدی اور غداری پر اظہار افسوس کو بھانپ کر

ساتھ آنے والے ساٹھ کوفیوں نے .... اور ان سینکڑوں کوفی غداروں نے جو ابن سعد کے دستے میں شامل تھے .... اور جن بدعہدوں کے تحریر کردہ اور دستخط شدہ خطوط سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھے ان سب غداروں نے سوچا کہ اگر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح سلامت اور بخیریت دمشق پہنچ گئے اور یزید سے ان کی صلح ہو گئی .... تو پھر ہمارے یہ خطوط یزید کے سامنے آ جائیں گے .... ہماری منفی کاروائیوں سے پردہ اٹھ جائے گا .... ہماری سازشیں بے نقاب ہو جائیں گے .... ہماری غداریاں سامنے آ جائیں گی .... ہمارا بنا بنایا جال تار تار ہو جائے گا .... اور پھر یزید ہمارا کیا حشر کرے گا؟ اس کے تصور سے بھی وہ کانپ اٹھتے تھے!

انہیں اچھی طرح علم تھا کہ پھر ہم پر غداری کا مقدمہ قائم ہوگا اور بطور ثبوت یہی خطوط پیش ہونگے اور غداری اور بغاوت کی سزا میں جلاد کی تیز تلوار سے ہماری گردنیں قلم کر دی جائیں گی۔

ان تمام خدشات کو سامنے رکھ کر انہوں نے مشورہ کیا کہ ہماری جان کی امان اور زندگی کی سلامتی اس میں ہے کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی حالت میں بھی یزید تک نہ پہنچنے دیا جائے .... صلح کی یہ تجویز کامیابی سے ہم کنار نہ ہو سکے .... اگر اسی جگہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دیا جائے اور تمام خطوط جلا دیئے جائیں .... تو اس واقعہ اور حادثہ کی تمام تر ذمہ داری یزید اور اس کی فوج پر عائد ہوگی اور ہم صاف بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے .... یعنی ایک تیر سے دو شکار!

کوفہ کے یہ بے وفا اور بدعہد لوگ جنگ جمل کے موقع پر ایسی خباثت اور ایسی شرارت کر چکے تھے۔

جنگ جمل کے موقع پر امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے مابین صلح کی بات چیت مکمل ہو چکی تھی .... اسی وقت مالک الاشتر، ابن سبا اور دوسرے سبائیوں نے مشورہ کیا .... کہ اگر ان کے مابین صلح ہوگئی تو ہمارا زندہ بچنا مشکل ہے۔

لہذا کوئی ایسا حربہ استعمال کیا جائے کہ یہ صلح نہ ہو اور آپس میں جنگ و جدال کی کیفیت پیدا کر دی جائے .... مختلف لوگوں نے مختلف تجاویز پیش کیں ....

.... بالآخر اس تجویز پر اتفاق ہوگیا کہ اس سے پہلے کہ امیر المومنین ؓ اور ام المومنین ؓ پھر مل بیٹھ کر صلح اور اتفاق پر مزید غور کریں تم لوگ رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر خود جنگ چھیڑ دو .... جب جنگ کی ابتداء ہو جائے گی تو دونوں لشکر اپنے اپنے دفاع کے لیے جنگ پر مجبور ہو جائیں گے۔

سب مسلمان اس رات چین اور سکون اور اطمینان اور بے خوفی کی نیند سوئے .... مگر یہ غدار اور سازشی تمام رات بے آرامی میں باہم مشورے کرتے رہے .... اور رات کے پچھلے پہر ان لوگوں نے ام المومنین ؓ کے خیموں پر حملہ کر دیا .... ام المومنین ؓ کے لشکر نے سمجھا کہ سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ کے لشکر نے صلح کے باوجود دھوکہ سے ہم پر حملہ کر دیا ہے .... سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ کی فوج نے سمجھا کہ ام المومنین ؓ کی فوج نے حملہ کرنے میں پہل کی ہے۔

اصل صورتِ حال اور حقیقتِ حال سے دونوں طرف کے لوگ بے خبر تھے .... وہ تو اپنی اپنی مدافعت میں لڑنے لگے اور یوں ان شرارتیوں کی شیطنت سے صلح کا ماحول میدانِ جنگ میں تبدیل ہو گیا (تفسیر قرطبی ج ۱۲ ص ۳۱۸)

یہی معاملہ میدانِ کربلا میں بھی ہوا .... حکومت کے نمائندے صلح پر آمادہ تھے اور بات چیت آخری مراحل میں تھی کہ ان ساٹھ کوفیوں نے .... اور

ابن سعد کے دستے میں شامل کوفہ کے سرداروں نے اپنے مذموم مقاصد میں اپنی ناکامی کو دیکھتے ہوئے اور اپنی جانوں کو بچانے کے لیے دفعتاً حسینی قافلہ پر حملہ کر دیا .... وہ اچانک خیموں پر ٹوٹ پڑے .... اور حسینی قافلہ میں شامل مردوں کو اٹھنے اور سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا .... جو سامنے آیا یہ ظالم اسے کاٹتے چلے گئے .... ان غداروں نے بڑوں اور چھوٹوں کا کوئی امتیاز روا نہ رکھا .... پھر ان شرارتیوں نے خطوط کو ضائع کرنے کے لیے خیموں کو آگ لگا دی .... ہر طرف ہڑبونگ، شور شرابا ہوا اور حسینی قافلہ میں شامل عزت مآب خواتین آگ لگے خیموں سے باہر آ گئیں .... اور اس طرح قافلہ حسینی پر قیامت ٹوٹ پڑی۔

اس شوروغل اور ہڑبونگ کی آواز اور خیموں سے نکلتی ہوئی آگ جب دور ڈیرہ ڈالے ہوئے (حسینی قافلہ میں مقدسہ خواتین بھی تھیں اسی لیے ابن سعد کے دستے نے اپنے خیمے کچھ فاصلے پر نصب کئے کیے تھے) ابن سعد کے دستے نے سنی اور دیکھیں تو وہ حسینی قافلہ کی طرف دوڑے تاکہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی مدد کرسکیں مگر وہ کفِ افسوس ملتے رہ گئے کہ کوفی غداروں اور بد عہدوں کی سازش اور شرارتِ اور مذموم تدبیر اپنا کام دکھا چکی تھی .... سیدنا علیؓ کے نورِ نظر .... سیدہ فاطمہؓ کے لختِ جگر .... امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسے کئی زخم اپنے مقدس وجود پر برداشت کر کے .... شہادت کے عظیم مرتبے پر پہنچ چکے تھے .... اور حقائق بول بول کر کہہ رہے تھے۔

اے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند .... یہ کوفیوں کی پہلی غداری اور فریب کاری نہیں ہے .... بلکہ اس سے پہلے آپ کے والد مکرم بھی ان غداروں کے زخم سہہ چکے ہیں۔

آپ کے برادرِ بزرگ سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے دھوکے اور

فریب کا شکار ہو چکے ہیں!

سامعین گرامی قدر! حادثۂ کربلا کی حقیقت آپ حضرات نے سن لی کہ کوفہ کے سرداروں نے جب محسوس کیا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے ہاتھوں سے نکل رہے ہیں اور یزید کے ہاں جا کر اس سے صلح کرنے اور بیعت کرنے کے لیے آمادہ ہو چکے ہیں تو ان خبیثوں کو اپنی تمام تدبیریں الٹی ہوتی نظر آئیں .... سازشوں کا بنا ہوا جال تار تار ہوتا نظر آیا .... وہ دیکھ رہے تھے کہ مسلمانوں میں انتشار و اختلاف کا بیج جو حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو استعمال کر کے ہم بونا چاہتے تھے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اپنی کمال فراست و دانائی اور نور ایمان سے اتحاد و اتفاق کی راہ پر گامزن ہو گئے ہیں .... اور اگر وہ یزید کے ہاں پہنچ گئے تو ہمارے خفیہ راز، سازشیں اور کرتوت ایک ایک کر کے اس پر ظاہر ہو جائیں گی اور ہمارے خطوط بھی اس کے پاس پہنچ جائیں گے .... پھر ہو سکتا ہے بغاوت کے مقدمے میں ہماری کھال کھینچ دی جائے اور ہمیں سولیوں پر لٹکا دیا جائے .... ان بدمعاشوں کو اپنی بھلائی اور خیریت اسی میں نظر آئی کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راستے ہی میں شہید کر دیا جائے اور خطوط کو جلا کر ضائع کر دیا جائے .... اس طرح قتل حسین عنہ کا الزام یزید اور اس کے حواریوں پر عائد ہو گا اور ہم بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

پھر وہ مکار اور فریبی اپنی مذموم تدبیر اور گھناؤنی سازش میں کافی حد تک کامیاب رہے کہ کربلا کے میدان میں انہوں نے انتہائی ظلم و شقاوت، بے دردی اور بے رحمی سے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے کنبہ کے اکثر افراد کے ساتھ شہید کر دیا اور اس کا تمام تر الزام وقت کے حکمران کے سر تھوپ دیا جو دمشق میں بیٹھا ہوا تھا۔

سامعین گرامی قدر! یہ ہے واقعہ کی صحیح اور حقیقی تصویر .... جسے اندیشۂ عجم نے فقط زیبِ داستان کے لیے بڑھا چڑھا کر بیان کیا اور اپنے مذموم مقاصد پورے کیے ہماری تاریخ کی بعض غیر معتبر کتب نے مجہول اور کذاب و وضاع راویوں کے سہارے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے واقعات کو اور واقعہ کربلا کو بہت مبالغہ آمیزی سے بیان کیا ہے............ جھوٹ کی جتنی آمیزش اس واقعہ میں ہوئی اس کا عشر عشیر بھی کسی اور واقعہ میں نہیں پایا جاتا۔

بعض واقعات تو ایسے بیان کیے جاتے ہیں کہ انسانی عقل حیران اور دنگ رہ جاتی ہے............ مثلاً سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان کربلا میں تین لاکھ افراد کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا............ مشہور شیعہ عالم استاد شہید مرتضیٰ مطہری نے کہا کہ:

> میں نے حساب لگایا کہ اگر تلوار ایک گردن ایک سیکنڈ میں کاٹے اور متواتر اور مسلسل بلا توقف چلتی رہے تو تین لاکھ گردنیں کاٹنے کے لیے تو اسی گھنٹے اور بیس منٹ درکار ہونگے۔

(تحریفات واقعہ کربلا صفحہ ۲۵)

تاریخ کی کچھ کتب نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ ایسے خطبات بھی نقل کیے ہیں جو بقول ان کے انہوں نے لشکر مخالف کو خطاب کر کے دیئے تھے .... ان خطبات میں کچھ ایسی باتوں کا تذکرہ بھی ہے کہ .... حیدر کرارؓ کے بہادر اور غیور فرزند سے اس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا............

کچھ لوگوں نے بیان کیا کہ کربلا میں جنگ کی ابتداء مبارزت طلبی سے ہوئی .... یعنی لشکر حسینی سے ایک شخص باہر نکل کر مخالفین کو مقابلے میں آنے کا چیلنج دیتا اور اس طرح وہ سینکڑوں لوگوں کو اپنی تلوار کے جوہر دکھا کر قتل کرتا اور پھر خود جام شہادت نوش کرتا............ ایک ایک کر کے قافلہ حسینی میں شامل افراد شہید ہوتے

چلے گئے .... یہاں تک کہ صبح سے سہ پہر تک سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان جنگ سے ان شہداء کو اٹھاتے اٹھاتے تھک گئے .... قافلہ حسینی کا ایک ایک فرد .... (ان میں سیدنا حسینؓ کے بیٹے بھی تھے، بھائی بھی اور بھتیجے بھی) میدان جنگ میں ہر شخص سیدنا حسینؓ کی اجازت سے دادِ شجاعت دے کر شہید ہوتا رہا .... جب سب شہید ہو گئے صرف بیمار زین العابدین رہ گئے .... تب سب سے آخر میں سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار اٹھائی اور میدانِ جنگ میں آئے۔

سامعین گرامی قدر! ایک لمحہ کے لیے تاریخ کے بیان کردہ اس واقعہ پر غور فرمائیے .... کیا آپ کی عقل یہ ماننے کے لیے تیار ہے؟ کہ ایک شفیق باپ اپنے بیٹوں کو .... اپنے چھوٹے بھائیوں کو .... اور اپنے بھتیجوں کو اپنے سامنے میدان میں ایک ایک کر کے بھیج سکتا ہے؟

شفیق والد تو اپنے بچوں سے پہلے خود میدان میں جائے گا .... اور اگر بچوں کو بھیجے گا تو ایک ایک کر کے نہیں بھیجے گا .... یکبارگی حملہ کرے گا یا تخت یا تختہ!

یہ جنگ کا انوکھا اور نرالہ انداز ہمارے راویوں نے اور ہماری تاریخ نے بیان کیا کہ والد خود خیمے میں موجود ہے اور اپنے عزیزوں کو ایک ایک کر کے باری باری میدانِ جنگ میں بھیج رہا ہے! کم از کم ہم اسے ماننے کے لیے تیار نہیں .... حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بہادر، غیور، دلیر، دانا، خوددار، وفا شعار، جفاکش، صابر، شاکر، ایثار پسند شخصیت سے اس طرح کی توقع نہیں کی جا سکتی یہ سب جھوٹے راویوں کی بیان کردہ روایات ہیں۔

پھر کچھ باتیں ایسی بیان کی جاتی ہیں جو اعتبار کے لائق نہیں ہیں .... قافلہ حسینی کے افراد کا ایک ایک کر کے میدان میں تڑپنا .... سیدنا حسین

رضی اللہ تعالٰی عنہ کا دوڑ دوڑ کر انہیں اٹھا کے لانا.......... غم و دکھ سے بھرے ہوئے بول بول کر انہیں اگلی منزل کی طرف رخصت کرنا.......... یا شہید ہونے والوں کے جسموں کو ایک طرف لا کے لٹا دینا.......... سیدہ زینب ؓ کا تڑپتے ہوئے اور روتے ہوئے بار بار میدانِ جنگ میں نکل آنا.......... قاسم کی شادی اور شادی کے لیے مہندی بنانا.......... مہندی بنانے کے لیے پانی کا نہ ملنا تو آنسوؤں سے مہندی کو تر کرنا.......... یہ سب بے سرو پا قصے ہیں.......... واقعہ میں درد بھرنے کے لیے کہانیاں بنائی گئی ہیں.......... یہ سب بے اصل واقعات ہیں۔

واقعہ.......... صحیح اور عقل و نقل کے مطابق وہی ہے جو میں نے بڑے محتاط انداز میں آپ کے سامنے بیان کر دیا ہے۔

یقین جانئے! نہ قافلہ حسینی پر پانی کی بندش ہوئی.......... نہ سیدنا عباس کو فرات کے چکر لگانے پڑے.......... نہ قاسم کی شادی کے افسانے اور نہ مہندی بنانے کے چکر.......... نہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھوں ہزاروں بلکہ لاکھوں فوجیوں کا قتل.......... نہ حسینی قافلہ کے شہداء کے جسموں کی پامالی.......... نہ ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور نہ پاؤں میں بیڑیاں.......... نہ عزت مآب خواتین کی گرفتاریاں اور نہ درباروں میں پیشیاں.......... نہ ان کے سروں سے چادروں کا اتارنا، نہ بالوں کو نوچنا.......... نہ مستورات کی اونٹوں کی ننگی پیٹھوں پر سواری.......... نہ گھوڑے کی اداسیاں اور آنسو.......... نہ آسمان سے خون کی بارش نہ زمین پر زلزلہ.......... نہ افق پر خون کی سرخی اور نہ چاند کی بے نوری.......... نہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مخالف فوج سے خطاب اور نہ منتیں.......... نہ پانی پلانے کی اپیلیں.......... نہ مخالفین کو بد دعائیں.......... یہ سب جھوٹ اور بے سرو پا کہانیاں اور افسانے ہیں جسے سب سے پہلے ابو مخنف لوط بن یحیٰی نامی شخص نے اپنی کتاب ''مقتل

حسین''میں بیان کیں۔

اور آپ تعجب کریں گے کہ یہ واقعات اور کربلا کے حالات جو اس شخص نے بیان کیے............ اس کے چشم دید نہیں بلکہ سنے سنائے ہیں۔

مگر بعد میں آنے والے مؤرخین نے آنکھیں بند کر کے دل و دماغ کو ابو مخنف کذاب کے حوالہ کر دیا............ اور اس نے اس سلسلے میں جو کچھ بھی کہا وہ بغیر پرکھے اسے مانتے چلے گئے .... اور یہ تک سوچنے کی زحمت گوارا نہ کی کہ ابو مخنف کس قماش کا آدمی ہے؟ اور جن سے یہ روایت کر رہا ہے وہ کس قماش کے لوگ تھے؟ کیا یہ لوگ اعتماد اور اعتبار کے لائق ہیں بھی ہی یا نہیں؟

یہی لوط بن یحییٰ ہے جس نے سب سے پہلے مقتل حسینؓ نامی کتاب لکھ کر واقعہ کربلا پر''تاریکی''ڈالی اور بے سر و پا، بے سند اور بے اصل داستانیں بیان کیں .... اور بعد کے تقریباً تمام مؤرخین بلا سوچے اور بلا سمجھے اس کے خوشہ چین بنے .... حالانکہ بعد میں آنے والے مؤرخین یہ بھی جانتے تھے کہ لوط بن یحییٰ واقعہ کربلا کے تقریباً چالیس سال بعد پیدا ہوا ہے .... اور اس کے آباء کوفہ کے شرارتی لوگوں میں شامل تھے .... اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے اور نفرت پیدا کرنے میں گھناؤنا اور مکروہ کردار رکھتے تھے۔

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ابو مخنف لوط بن یحییٰ کے متعلق تقریباً تمام ائمہ رجال برملا کہتے ہیں کہ وہ متعصب شیعہ اور کذاب تھا۔

علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۲۶۰ میں تحریر فرمایا:

ابو مخنف اعتماد کے لائق نہیں ہے۔

امام دارقطنیؒ نے فرمایا: وہ ضعیف اور کمزور راوی ہے۔

ابن معینؒ فرماتے ہیں۔

وہ اعتماد کے لائق نہیں ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں:

ابومخنف کٹر شیعہ ہے اور شیعوں ہی کی خبریں روایت کرتا ہے!

اب ذرا میں آپ کو ان راویوں کا تعارف کراؤں جن سے ابومخنف روایت کرتا ہے یعنی محمد بن سائب کلبی اور اس کا بیٹا ہشام............ ان دونوں کے متعلق علماء کی رائے سنیے کہ یہ کس حیثیت کے لوگ تھے؟

ابن حبانؒ فرماتے ہیں:

کلبی سبائی تھا اور اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ سیدنا علیؓ پر موت نہیں آئی اور قیامت سے پہلے وہ لوٹ کر دنیا میں آئیں گے۔ (میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۱۲)

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ابومخنف، ہشام بن محمد اور ان جیسے دوسرے راویوں کا جھوٹا ہونا اہل علم کے نزدیک مشہور و معروف ہے۔ (منہاج السنہ جلد ا صفحہ ۱۳)

بہرکیف ایسے کذاب اور بے اعتماد راویوں کی وساطت سے ایک متعصب سبائی نے جو داستان گوئی میں پوری مہارت رکھتا تھا............ سب سے پہلے کربلا میں پیش آنے والے واقعات پر ''مقتل حسین'' نامی کتاب لکھی............ اور اس میں بے سروپا جھوٹی کہانیاں، اور بے سند داستانیں بیان کیں............ بعد میں آنے والے تمام مؤرخین اور مصنفین نے اسی ابومخنف کی کتاب کو بنیاد بنا کر واقعہ کربلا پر کتابیں تحریر کیں اور اس واقعہ فاجعہ کو حقیقت سے زیادہ افسانوی رنگ دینے کی کوشش کی (العیاذ باللہ)

اگر میری یہ بات میرے کسی عزیز اور بھائی کو اچھی نہیں لگی............ یا وہ

میرے ساتھ اس بات میں اپنے ذہن کو متفق نہیں پاتا.........تو میں دورحاضر کے ایک مشہور شیعہ مصنف جناب شاکر حسین امروہوی کی مشہور تصنیف مجاہد اعظم ص ۱۷۸ سے ایک اقتباس آپ کے سامنے رکھتا ہوں سنئے اور پھر فیصلہ کیجیے کہ اس واقعہ کے بیان کرنے میں اور لکھنے میں کتنا مبالغہ ہوا.........وہ لکھتے ہیں:

''واقعہ کربلا کے متعلق صدہا باتیں طبع زاد تراشی گئیں واقعات کی تدوین عرصہ دراز کے بعد ہوئی، رفتہ رفتہ اختلافات کی اس قدر کثرت ہوگئی کہ سچ کو جھوٹ سے اور جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کرنا مشکل ہوگیا.........ابومخنف لوط بن یحییٰ ازدی خود کربلا میں موجود نہیں تھا اس لیے یہ سب واقعات اس نے سماعی (سنے ہوئے) لکھے ہیں لہٰذا اس کی کتاب پر بھی پورا وثوق نہیں.........پھر لطف یہ کہ "مقتل حسین" ابومخنف کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف البیان ہیں اور ان سے صاف پتہ چلتا ہے کہ خود ابومخنف واقعات کا جامع نہیں بلکہ کسی اور شخص نے ان کے بیان کردہ سماعی واقعات کو قلم بند کردیا ہے۔ مختصر یہ کہ شہادت حسین کے متعلق تمام واقعات ابتداء سے انتہاء تک اس قدر اختلافات سے پر ہیں کہ اگر ان کو فرداً فرداً بیان کیا جائے تو کئی ضخیم دفتر فراہم ہو جائیں۔ اکثر واقعات مثلاً اہل بیت پر تین شبانہ روز پانی کا بند رہنا مخالف فوج کا لاکھوں میں ہونا.........''

جناب شاکر حسین مشہور شیعہ عالم نے اپنی تصنیف مجاہد اعظم میں واضح طور پر تحریر کیا ہے کہ:

اہل بیت پر کربلا میں تین دن رات پانی کا بند رہنا غلط اور من گھڑت

واقعہ ہے۔

ہمارا بھی خیال یہی ہے کہ اور فریقین کی معتبر کتابیں بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں.........گیارہویں صدی کے نامور شیعہ عالم ملا باقر مجلسی اپنی معروف تصنیف جلاء العیون میں تحریر کرتے ہیں:

''سات محرم الحرام کو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں پر پانی کی تنگی ہوئی تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہاتھوں میں بیلچہ لے کر خیمہ کی پشت پر گئے اور انیس قدم گن کر قبلہ کی جانب گئے اور اپنے ہاتھ سے زمین کھودی۔''

ناگاہ آب زلال وگوار بجوشید و اصحاب آنحضرت بنوشیدند و مشک پر آب کردند۔

اچانک صاف اور میٹھے پانی کا ایک چشمہ بہنے لگا جس کو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے تمام ساتھیوں نے پیا اور اپنی مشکیں وغیرہ بھی بھر لیں پھر وہ چشمہ غائب ہوگیا اور اس کا اثر (نشان) بھی کسی نے نہ دیکھا (جلاء العیون صفحہ ۴۵، ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۳۵)

جلاء العیون اور ناسخ التواریخ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۷ محرام الحرام کو میٹھے اور صاف پانی کا چشمہ جاری ہوا.........قافلہ میں شامل سب لوگوں نے سیر ہو کر پانی نوش فرمایا اور آئندہ کام میں لانے کے لیے مشکیں بھی بھر لیں۔

شیعہ عالم شیخ عباس قمی اپنی شہرہ آفاق کتاب ''منتہی الآمال'' میں تحریر کرتے ہیں:

''دسویں محرم کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیس سواروں اور بیس پیادوں کو بھیجا تو وہ پانی کی چند مشکیں بھر کر لائے چنانچہ آپ نے وضو فرمایا اور لوگوں سے کہا وضو اور غسل کر لو۔''

(منتہی الآمال جلد ۱ صفحہ ۳۰۹)

ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں ایک اور روایت نقل کی ہے کہ:

''۱۰ محرم کی رات کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرات سے پانی منگوایا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا یہ پانی پیو یہ تمہارا آخری توشہ ہے وضو اور غسل کرو اور اپنے کپڑوں کو خوشبو لگاؤ وہی تمہارے کفن ہونگے۔''

خلاصۃ المصائب کے مصنف نے صفحہ ۱۴۳ پر ایک عجیب وغریب روایت نقل کی ہے ذرا اسے سنیے!

''حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی تھے اس حالت میں انہوں نے ابن سعد کی فوج کو آواز دی اور فرمایا کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو مجھ پیاسے کو پانی پلائے۔''

(میرے خیال میں یہ راوی کی غلط بیانی ہے......... اس لیے کہ خود دار اور غیرت مند باپ کا بہادر بیٹا پیاس سے مر سکتا تھا مگر مخالف فوج کی منت اور سماجت ہرگز نہیں کر سکتا) ابن سعد کی فوج میں سے ایک درویش نکلا اس کے ہاتھ میں پانی کا ڈول تھا اس نے پانی پیش کیا......... حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس درویش کو اللہ کی قدرت دکھانے کے لیے اپنے خیمے کی طرف لے کر گئے اور بصورت کنواں ایک گڑھا کھودا اس میں سے پانی نکلا......... یہ دکھا کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم پانی کے محتاج نہیں صرف ظالموں پر اتمام حجت کرتے ہیں!

طبری نے ایک روایت ابو مخنف کے حوالے سے نقل کی ہے:

"۱۰ محرم کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ حضرت زینبؓ بے ہوش ہوگئیں تھیں تو ان کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مار کر ہوش میں لایا گیا۔"

سامعین گرامی قدر! میرے اس بیان سے ثابت ہوا کہ میدان کربلا میں سیدنا حسینؓ کے قافلہ پر پانی کی بندش کی داستان محل نظر ہے.......... روایات سے واضح ہوتا ہے کہ ۷ محرم الحرام حتیٰ کہ ۱۰ محرم الحرام کو بھی قافلہ حسینی کے ہاں پانی وافر مقدار میں موجود تھا۔

پانی کی بندش کی یہ داستان اس لیے گھڑی گئی کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے سامنے امیر المؤمنین، دوہرے داماد نبی، خلیفہ ثالث اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خالو سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ المناک اور دردناک شہادت ماند پڑ جائے جہاں ان پر چالیس دن تک پانی اس کنویں سے بند رکھا گیا تھا جو کنواں انہوں نے اپنی جیب سے خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیا تھا۔

مشہور شیعہ عالم جناب شاکر حسین امروہی واقعہ کربلا میں مبالغہ آمیزی کے بارے میں تحریر کرتے ہوئے کچھ اور غلط بیانیوں اور مبالغہ آمیزیوں کا تذکرہ کرتے ہیں مثلاً......

حضرت زینبؓ کے بیٹوں کا نو دس برس کی عمر میں شہادت پانا۔ فاطمہ کبریٰ کا عقد روز عاشورہ قاسم بن حسن کے ساتھ ہونا، عباس علمبردار کا اس قدر جسیم اور بلند قامت ہونا کہ باوجود سواری اسپ و رکابہ آپ کے پاؤں زمین تک پہنچتے تھے، جناب سید الشہداءؓ کی شہادت کے موقع پر آپ کی ہمشیرہ حضرت زینب کا سر و پا برہنہ

خیمہ سے نکل کر مجمع عام میں چلے آنا.......... شمر کا سینہ مطہر پر بیٹھ کر سرتن سے جدا کرنا.......... آپ کی لاش مبارک سے کپڑوں تک کا اتار لینا.......... نعش مطہر کو گھوڑوں کے سموں سے روندنا.......... نبی زادیوں کی چادریں تک چھین لینا.......... شمر کا سکینہ بنت حسینؓ کے منہ پر طمانچہ مارنا.......... سکینہ کی عمر کا تین سال ہونا.......... روانگی اہل بیت کے وقت حضرت زینبؓ کی پشت پر درے لگائے جانا.......... اہل بیت رسالت کو بے پردہ ننگے اونٹوں پر سوار کرنا.......... سید الساجدین (زین العابدین) کو طوق وزنجیر پہنا کر ساربانی کی خدمت دیا جانا.......... قید خانہ دمشق میں عرصہ دراز تک نبی زادیوں کا قید رہنا.......... ہند زوجہ یزید کا قید خانہ میں آنا یا اس کا اہل بیت کی روبکاری کے وقت محل سرائے شاہی سے سر بازار نکل کر آنا.......... سکینہ کا قید خانہ میں رحلت فرمانا.......... سید الساجدین کا سرہائے شہداء لے کر اربعین (چالیسویں دن یعنی ۲۰ صفر) کو کربلا واپس آنا اور چالیسویں روز سرہائے شہداء کو سپرد خاک کرنا وغیرہ وغیرہ نہایت مشہور اور زبان زد خاص وعام ہیں۔

حالانکہ ان میں سے بعض سرے سے غلط، بعض مشکوک، بعض ضعیف، بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں۔

(مجاہد اعظم صفحہ ۱۷۷،۱۷۸) مؤلفہ شاکر حسین نقوی امروہوی)

اہل تشیع کے مشہور عالم شاکر حسین نقوی کے اس اقتباس اور بیان سے واضح ہوتا ہے کہ واقعات کربلا کے بیان کرنے میں راویوں نے بہت غلط بیانی اور مبالغہ

آمیزی سے کام لیا ہے.......... بعد میں آنے والے غیر محتاط لوگوں نے عجیب و غریب قسم کی روایات اپنی کتابوں میں بھر دی ہیں۔

کوئی راوی بے سند بیان کرتا ہے شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زمین ہلنے لگی، آسمان کانپنے لگا، دریا ابل پڑے، پہاڑ اپنی جگہ سے سرک گئے، آسمان سے تازہ خون کی بارش ہونے لگی، جنات اور ان کی بیویاں بین کرنے لگے.......... ان ہی باتوں کے متعلق علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بارے میں کچھ لوگوں نے بہت جھوٹی اور باطل باتیں لکھی ہیں اور گھڑ لی ہیں .... اس بارے میں جن باتوں کا تذکرہ میں نے کیا ہے اور جو کچھ میں نے لکھا ہے اس کا بعض حصہ محل نظر ہے، اگر ابن جریر طبریؒ نے وہ روایات نہ لی ہوتیں تو میں بھی ترک کر دیتا۔ ان میں سے اکثر روایات ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے مروی ہیں اور ائمہ کے نزدیک وہ ضعیف اور کمزور راوی ہے، اسی سے ہی ایسی ایسی باتیں مروی ہیں جو دوسروں کے یہاں نہیں ملتیں۔''

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۰۲)

اللہ رب العزت ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم کھوٹے اور کھرے میں امتیاز کر سکیں اور حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ اور دردناک شہادت کی حقیقت کو اور فلسفہ کو سمجھ سکیں۔ آمین

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

گیارہویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ (البقرہ)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔

سامعین گرامی قدر! حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے کنبے کے عزیز واقارب کے ہمراہ دردناک اور المناک شہادت کو میں گذشتہ جمعہ کے خطبے میں بیان کر چکا ہوں۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اس لیے بھی مظلومانہ ہے کہ انہیں

مسافری کی حالت میں.........بے گناہ شہید کر دیا گیا۔

ہر باشعور شخص کے دل و دماغ میں یہ سوال شدت سے ابھرتا ہے
.........اور ہر ذی عقل شخص سوچتا ہے کہ اس واقعہ فاجعہ کا اصل ذمہ دار کون ہے؟

یہ کن لعنتی اور بد بخت لوگوں کی کارستانی تھی جس کے نتیجے میں خاندانِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ہنستا بستا چمن اجڑ گیا.........اولادِ سیدہ فاطمہؓ کو ذبح کر دیا گیا
.........اور وہ بدنصیب کون تھے جنہوں نے مستورات کے خیموں کو آگ لگائی
جن سنگ دل لوگوں نے معصوم علی اصغر تک کو نہ بخشا۔

کیا تمام تر کاروائی یزید اور اس کی فوج نے کی؟ یا کوفہ کے باسیوں نے جو محبانِ علی ہونے کے مدعی تھے؟.........جنہوں نے ہزاروں خطوط لکھ کر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی وفاؤں کا یقین دلایا.........قربانی دینے کے عزم کا اظہار کیا.........پختہ قول و قرار دیئے اور عین وقت پر دغا دے گئے۔

آپ تاریخ کی کتاب اٹھائیں.........اور فریقین کی کتابیں پڑھیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قافلۂ حسینی میں شامل تقریباً ہر فرد نے حادثۂ کربلا کا ذمہ دار سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلانے والے کوفیوں کو ٹھہرایا ہے.........اور اپنے قاتل کوفیوں کو قرار دیا ہے.........قافلۂ حسینی میں شامل تمام لوگ چاہے مرد ہوں یا خواتین وہ پکار پکار کر کوفیوں کی غداری، بے وفائی، دغابازی، اور مکر و فریب کا رونا روتے رہے اور کفِ افسوس ملتے ہوئے کہتے رہے۔

ع

ہم سے مت پوچھو تباہی کا سبب
ہم فریبِ دوستی میں آگئے

کوفیوں کی منافقت اور دوغلی پالیسی سے نالاں ہو کر وہ بزبانِ حال پکارتے رہے:

آخر فریب دے گئی دشمن کی دوستی
اک مارِ آستیں تھا جو ڈستا چلا گیا
کسی نازِ دلبری سے بچھائی بساطِ عشق
کس بے رخی سے وقت پہ دامن چھڑا گیا

خاندانِ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کربلا کے چشم دید گواہ ہیں) کی نشاندہی کے بعد جو شخص کسی غیر کوفی کو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے عزیز و اقارب کا قاتل سمجھتا ہے تو وہ شخص بے انصافی کا مظاہر کر رہا ہے اور فہم و دانائی سے وہ شخص کوسوں دور ہے۔

آئیے! میں اہل تشیع کی معتبر کتب سے کچھ حوالے آپ حضرات کے سامنے رکھتا ہوں......... جن کو سن کر آپ پر روز روشن کی طرح یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ حسینی قافلہ پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑنے والے، خیمے لوٹنے والے، خیموں کو آگ لگانے والے......... پھر بے دردی سے قتل کرنے والے، وہی کوفی تھے جنہوں محبت بھرے خطوط تحریر کر کے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان جب دورانِ سفر

.... حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا:

"مجھے خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا ہے اور ہمارے حمایتیوں نے ہماری امداد کرنے سے ہاتھ اٹھا لیا ہے لہٰذا جو شخص ہم سے الگ ہونا چاہتا ہے وہ الگ ہو جائے۔ (جلاء العیون)

مسلم بن عقیل نے جو آخری پیغام عمر بن سعد کی وساطت سے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچایا اس میں انہوں نے واضح کیا تھا:

"میں یہاں گرفتار کیا جاچکا ہوں آپ شاید مکہ سے ابھی نہ نکلیں کہ میرا قتل ہو جائے، پس آپ جس جگہ بھی میرا یہ پیغام پائیں وہیں سے واپس لوٹ جائیں کوفے والوں کا بھروسہ نہ کریں ان لوگوں نے آپ سے بھی جھوٹ بولا تھا اور مجھ سے بھی جھوٹ بولا اور کوفہ کے لوگ آپ کے والد مکرم کے وہ ساتھی ہیں جن سے تنگ آکر وہ موت یا قتل کی تمنا کرنے لگے تھے۔" (طبری صفحہ ۲۱۱ جلد ۶)

حضرت مسلم بن عقیل کے پیغام سے یہ بات واضح ہوئی کہ مسلم بن عقیل کے قاتل بھی کوفی تھے.........اور یہی لوگ تھے جنہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھوٹ بولا تھا.........اور کوفیوں سے حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تمام زندگی نالاں اور ناراض رہے!

میدان کربلا میں خیمہ سے باہر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور کوفیوں کی طرف سے تحریر کردہ خطوط دیکھ رہے تھے اور انہیں پڑھ پڑھ کر مغموم اور پریشان دکھائی دیتے تھے.........ایک عراقی شخص قریب سے گزرا اس نے آپ کی پریشانی و بے کسی کی وجہ پوچھی تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

مردم کوفہ مرا دعوت کردند و اینک مکاتیب ایشاں است و حال آنکہ کشندہ من ایشانند لکن گاہے کہ مرتکب ایں معنی شدند و پردہ محرمات و محظورات را چاک کردند خداوند بر ایشاں مسلط کردند کسے را کہ ہم کناں را بقتل رساند و ایشاں را خوارش از قوم بلقیس گرداند۔

کوفہ کے لوگوں نے مجھے بلایا اور یہ سب ان کے خطوط ہیں حالانکہ یہی میرے قتل کے درپے ہیں لیکن جب اس فعل کے مرتکب

ہوئے اور میری عزت و حرمت کا لحاظ نہ کیا تو اللہ ان پر کسی ایسے شخص کو مسلط کرے گا کہ وہ انہیں قتل کردے اور ان کو قوم بنی قیس سے بھی زیادہ ذلیل و رسوا کرے۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۱۵۶)

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان کربلا میں مقابل آنے والے کوفیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''میں تمہاری طرف تب آیا ہوں جب تمہاری طرف سے خطوط اور تمہارے نمائندے پے در پے میرے پاس پہنچے اگر تم اپنے عہد و اقرار پر قائم ہو تو مجھ سے تازہ پیمان کر کے میرا دل مطمئن کرو اور اگر تم اپنے قول سے پھر گئے ہو اور میرے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کو توڑ دیا ہے اور میرے یہاں آنے سے ناراض ہو تو اپنے وطن واپس جاتا ہوں۔

ان مکاروں، غداروں نے ان کی بات کا کچھ جواب نہ دیا۔

(جلاء العیون)

ایک موقع پر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی دردمندی سے کوفیوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

''اگر تم اپنی رائے بدل لو اور اقرار میری بیعت کا توڑ دو تو مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ تم سے یہ بے وفائی بعید نہیں کیونکہ میرے والد سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور میرے برادر بزرگ سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور میرے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل سے تم یہی سلوک کر چکے ہو۔ بڑا بے وقوف اور احمق ہے وہ آدمی جو تمہاری بات پر دھوکہ کھائے''۔ (ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۱۷۰)

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا افسردگی اور غم میں ڈوبا ہوا ایک ارشاد

گرامی سنئے:

''اے کوفیو! تم تباہ و برباد ہو جاؤ! تم نے آتش شر و فساد کو بھڑکایا عدل و انصاف کو چھوڑ کر دشمنوں کو خوش کرنے کے لیے اپنے دوستوں سے مکر و فریب کرنے پر متفق ہو گئے، مردار دنیا کے لالچ میں آ گئے حالانکہ ہم نے کوئی نامناسب کام نہیں کیا اور نہ غلط مشورہ دیا تم نے ہم سے نفرت کر لی اور ہماری امداد سے کنارہ کش ہو گئے اور ہمارے مقابلے میں فوج لے آئے۔''

(ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۱۹۴)

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفیوں کی غداری سے کبیدہ خاطر ہو کر انہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''تم پر اور تمہارے ارادے پر لعنت ہو اے کوفیانِ جفا کار! تم نے ہنگامۂ اضطراب و اضطرار میں ہمیں اپنی مدد کے لیے بلایا جب میں تمہاری درخواست قبول کر کے تمہاری نصرت و مدد کے لیے آیا تو تم نے شمشیرِ کینہ مجھ پر کھینچی اور اپنے دشمنوں کی تم نے مدد کی اور دوستوں سے کنارہ کش ہو گئے۔ اے گمراہانِ امت، پیروانِ شیطان، ہلاک کنندگانِ اولاد و عترت اوصیائے پیغمبران۔ تم پر لعنت ہو کہ فرزندانِ پیغمبر کو کافروں کی خاطر قتل کرتے ہو۔'' (جلاء العیون)

ایک حوالہ مزید سنیے .... حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کربلا کے میدان میں اپنے مقابل آنے والی فوج کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' وَيۡلَكُمۡ يَا اَهۡلَ الۡكُوۡفَةِ ...... کوفیو! تم پر افسوس ہے کیا

تم اپنے ان خطوط اور وعدوں کو بھول چکے ہو جو تم نے اللہ کو گواہ بنا کر تحریر کیے تھے کہ اہل بیت آئیں گے تو ہم ان کے لیے اپنی جانیں بھی قربان کر دیں گے؟ پھر جب تمہاری دعوت پر ہم آ گئے تو تم نے ہمیں ابن زیاد کے حوالے کر دیا اور تم نے فرات کا پانی ہم پر بند کر دیا واقعی تم لوگ رسول اکرم ﷺ کے دشمن ہو جو ان کی اولاد سے یہ سلوک کیا اللہ تمہیں قیامت کے دن سیراب نہ کرے۔"

(ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۳۵)

"خلاصۃ المصائب" میں ایک روایت ہے کہ جب فرزند حسین جناب علی اکبر میدان کربلا میں لڑنے کے لیے جانے لگے تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"ان ہی لوگوں نے ہمیں دعوت دے کر بلایا کہ ہم تمہاری مدد کریں گے پھر جب ہم آ گئے تو ہمارے دشمن بن گئے اور ہمارے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔" (خلاصۃ المصائب صفحہ ۱۱۵)

سامعین گرامی قدر! میں نے بہت سے حوالے آپ کی خدمت میں پیش کیے ہیں .... معمولی غور و فکر اور تدبر سے .... سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات سے چند باتیں نکھر کر سامنے آجاتی ہیں۔

پہلی بات یہ سمجھ آتی ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہزاروں کی تعداد میں عہد و اقرار سے بھرپور خط لکھ کر بلانے والے کوفہ کے لوگ تھے .... جنہوں نے اپنے خطوط میں اس بات کا عہد کیا تھا کہ ہم آپ کا ساتھ دیں گے اور ضرورت پڑی تو آپ کے لیے جان و مال کی قربانی دیں گے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جن کوفیوں نے عہد و وفا سے بھرپور خط لکھ کر حضرت سیدنا حسینؓ کو بلایا تھا ان ہی نے موقع پر غداری کی اور دغا دی اور حسینی قافلہ

پر پانی بند کیا.........(اگر فرض کریں کہ پانی بند ہوا ہے) تو بقول سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے مرتکب بھی کوفہ کے یہی غدار ہیں۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہی کوفہ کے غدار تھے جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے میں آئے اور پھر ان ہی کے ہاتھوں یہ عظیم لوگ شہید ہوئے اور یہی بد بخت تھے جو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بد دعاؤں کے مصداق ٹھہرے۔

حضرت زین العابدینؓ کا بیان

حضرت زین العابدینؒ کا نام اپنے دادا کے نام پر علیؓ رکھا گیا تھا.........ان کی عمر واقعہ کربلا کے وقت تقریباً ۲۴ سال تھی.........وہ شادی شدہ تھے اور ان کے دو بیٹے محمد المعروف بہ الباقر.........اور حسین بھی کربلا میں موجود تھے اور کم سن تھے (طبری)

ان کے بارے میں جو کہا جاتا ہے کہ چھوٹی عمر کے تھے، یہ غلط اور بلا دلیل ہے۔

حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ چوبیس سال کے شادی شدہ نوجوان تھے اور کربلا کے حادثۂ فاجعہ کے عینی شاہد اور گواہ تھے.........یہ اپنے والد گرامی قدر اور ان کے ساتھیوں کے قاتلوں کی نشاندہی کس طرح کرتے ہیں آئیے سنئے:

"جب زین العابدینؒ اپنی مستورات کے ساتھ کربلا سے چلے وَ کَانَ مَرِیْضًا اور وہ بیمار تھے وَ اِذَا نِسَآءُ اَھْلِ الْکُوْفَۃِ یَنْتَدِبْنَ مُشَقَّقَاتِ الْجُیُوْبِ...... تو کوفہ کی عورتیں اپنے گریبان چاک کر کے ماتم اور بین کرنے لگیں۔ وَالرِّجَالُ مَعَھُنَّ یَبْکُوْنَ...... اور کوفہ کے مرد بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت زین العابدینؒ نے فرمایا کہ یہ کوفہ کے لوگ آج رو رہے ہیں۔ فَمَنْ قَتَلَنَا غَیْرُھُمْ مگر ان کے علاوہ ہمیں کس نے قتل کیا ہے؟

(احتجاج طبرسی صفحہ ۱۵۸)

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند اور واقعہ کربلا کے چشم دید گواہ کا ایک ارشاد مزید سنیے:

''اے کوفیو! میں تم کو قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ تم نے میرے والد گرامی کو خط تحریر کیے، ان کو دھوکہ وفریب دیا، ان کو پختہ عہد و پیمان دیئے پھر تم نے ان سے لڑائی کی اور انہیں رسوا کیا، ہلاکت ہو تمہارے لیے.......... تم قیامت کے دن نبی مکرم ﷺ سے آنکھ کس طرح ملاؤ گے جب وہ فرمائیں گے تم نے میری اولاد کو قتل کیا اور میری بے حرمتی کی .... فَلَسْتُمْ مِنْ اُمَّتِیْ .... پس تم میری امت میں سے نہیں ہو۔

فَارْتَفَعَتِ الْاَصْوَاتُ النَّاسِ بِالْبُكَاءِ وَيَدْعُوا بَعْضُهُمْ بَعْضًا هَلَكْتُمْ

پھر ہجوم میں سے رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور وہ ایک دوسرے کو بددعا دینے لگے اور کہنے لگے تم تباہ و برباد ہو گئے۔

(احتجاج طبرسی صفحہ ۱۵۹)

حضرت زین العابدینؓ کے خطبے کے بعد کوفیوں کا رونا اور اپنی بربادی کی تصدیق کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کوفیوں نے خود بھی قتل حسین جیسے گھناؤنے جرم کا اعتراف کر لیا تھا۔

ناسخ التواریخ کے مصنف نے لکھا ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد جب لٹا پٹا حسینی قافلہ کوفے میں داخل ہوا اور اہل کوفہ کو ان کے آنے کی خبر ہوئی تو رونے لگے اور ان میں سے کئی افراد اپنے کیے پر نادم ہو کر آنسو بہاتے تھے۔

حضرت زین العابدینؒ نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا:

"اَتَنُوحُوْنَ وَ تَبْکُوْنَ لَاَجْلِنَا فَمَنْ قَتَلَنَا"

کیا تم ہم پر روتے اور نوحہ کرتے ہو تو پھر ہمیں تمہارے علاوہ کس نے قتل کیا؟ (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۴۳)

حضرت زین العابدینؒ کا ایک خطبہ جو انہوں نے کوفیوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا تھا اسے اہل تشیع کے معتبر عالم ملا باقر مجلسی کی زبانی سنئے۔

حضرت زین العابدین نے فرمایا:

"اے کوفیو! میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں تم جانتے ہو کہ تم نے میرے والد محترم کو خطوط تحریر کیے اور ان کو فریب دیا اور ان سے عہد و پیمان کیا اور ان سے بیعت کی......... پھر آخر کار تم نے ان سے جنگ کی اور دشمن کو ان پر مسلط کیا پس لعنت ہو تم پر تم نے اپنے پاؤں سے جہنم کی راہ اختیار کی اور اپنے لیے انتہائی بری راہ اختیار کی، تم کن آنکھوں سے نبی اکرم ﷺ کی طرف دیکھو گے جب وہ فرمائیں گے کہ تم نے میری اولاد کو قتل کیا اور بے حرمتی کی .... چنانچہ پھر رونے اور نوحہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں ہر شخص دوسرے شخص سے کہتا تھا ہم لوگ ہلاک ہو گئے۔

(جلاء العیون ص ۵۰۷ باب ۵ فصل ۱۵)

سامعین گرامی قدر! سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند کربلا کے چشم دید گواہ سیدنا زین العابدینؒ کے خطبات اور ارشادات سے چند امور نکھر کر سامنے آتے ہیں:

(۱) حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت دینے والے اور بلانے والے

کوفی تھے۔

(۲) کوفیوں نے اپنے مہمان سے فریب، دغابازی، بدعہدی اور دھوکہ دیا۔

(۳) جن لوگوں نے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت دے کر اور خطوط تحریر کر کے کوفہ بلایا تھا وہی لوگ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل ہیں۔

(۴) حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کے بعد ان ہی مکاروں نے آنسو بہائے، گریبان چاک کیے۔

(۵) خود کوفیوں نے بھی اعتراف کیا کہ ہم سے یہ غلطی، گناہ اور قصور سرزد ہوا ہے۔

حضرت زینب بنت علیؓ کا بیان

واقعہ کربلا کی عینی گواہ......

......فاطمہؓ بنت محمد ﷺ کی لختِ جگر، حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نورِ نظر، حسنین کریمینؓ کی ہمشیرۂ محترمہ، سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہم سفر کربلا حضرت سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھتے ہیں کہ کربلا کے اس افسوس ناک اور دردناک واقعہ کا ذمہ دار کون ہے؟ اور آپ کے پیارے بھائی اور قافلہ کے دیگر افراد کا قاتل کون ہے؟

حادثۂ کربلا کے بعد حسینی قافلہ جب کوفے پہنچا تو کوفہ کے لوگوں نے ان مظلوموں کو دیکھ کر رونا پیٹنا شروع کر دیا.........کوفہ کی عورتوں نے نوحہ کیا ....یہ منظر دیکھ کر سیدہ زینب بنت علیؓ نے خطبہ دیا:

(یہ ان لوگوں کا خیال ہے جو اپنے آپ کو آلِ علی کا محب اور پرستار کہلاتے ہیں ہم اہلسنت کا خیال یہ ہے کہ زینب بنت علیؓ اس مقدس اور پاکیزہ گھرانے کی طاہرہ اور طیبہ خاتون ہے کہ جنہیں آسمان کے چاند نے بھی کبھی جھانک کر نہ دیکھا ہوگا.........ایسی مقدسہ خاتون لوگوں کے سامنے خطبے دیتی پھرے، ہم اس کا تصور

بھی نہیں کر سکتے)

سیدہ زینب نے اللہ کی حمد و ثناء اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر تحفہ درود وسلام کے بعد فرمایا:

''اے اہل کوفہ، اور اے اہل غدر و مکر و حیلہ! تم ہم پر روتے ہو حالانکہ خود تم نے ہم کو قتل کیا، ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا بند نہیں ہوا اور تمہارے ستم سے ہماری فریاد کو سکون حاصل نہیں ہوا، تم نے اپنے لیے آخرت میں ذخیرہ بہت خراب بھیجا ہے، اور اپنے آپ کو ابدالآباد جہنم کا سزاوار بنایا ہے۔ تم ہم پر روتے ہو حالانکہ تم خود ہی ہمارے قاتل ہو۔ واللہ لازم ہے کہ تم بہت روؤ اور کم ہنسو، تم لوگوں نے ابدی ندامت اور عیب و عار کو خود خریدا ہے........ تم نے ایسے برے کام کیے جن کی تاریکیوں سے زمین و آسمان گھر گیا کل قیامت کے دن اپنے پیغمبر ﷺ کو کیا جواب دو گے۔''

(اخبار ماتم، جلاء العیون ص ۵۰۴، ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۴۳)

سیدہ فاطمہ بنت حسینؓ کا بیان

حضرت سیدنا حسین کی لخت جگر اور نور نظر واقعہ کربلا کی چشم دید گواہ حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین کا ایک ارشاد بھی سن لیجیے اور انصاف سے فیصلہ کیجیے کہ وہ اپنے عظیم والد گرامی قدر اور دیگر لوگوں کا قاتل کس کو بتا رہی ہیں:

''اے کوفیو! دھوکے بازو، مکارو! تم نے ہمیں جھٹلایا اور ہماری ناقدری کی، ہمارے قتل کو حلال سمجھا اور ہمارے مال تم نے مال غنیمت سمجھ کر لوٹ لیے۔ گویا کہ ہم ترکوں یا کابل کی نسل سے تھے جس طرح کل تم نے ہمارے دادا سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ کو قتل کیا

تھا. تمہاری تلواروں سے ہمارا خون ٹپک رہا ہے۔"

(احتجاج طبرسی صفحہ ۱۵۷، جلاء العیون صفحہ ۵۰۵)

سیدہ ام کلثومؓ بنت علیؓ کا بیان

حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لخت جگر اور حسنین کریمین کی بہن سیدہ ام کلثومؓ کا ایک بیان بھی سنئے:

"اے کوفیو! تمہارا برا ہو تمہیں کیا ہوا، تم نے حسینؓ کو دھوکہ دیا اور تم نے ہی میرے بھائی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا، اس کا مال لوٹا، خواتین کو قیدی بنایا، اب تم روتے ہو تم برباد ہو جاؤ، کیا تم کو علم ہے تم نے کس کو قتل کیا ہے؟ تم نے کس کا خون بہایا؟ تم نے گناہ کا کتنا بوجھ اپنی پیٹھوں پر لادا اور کس کا مال لوٹا؟ تم نے نبی کریم ﷺ کے بہترین لوگوں کو قتل کیا، تمہارے دل سے رحم اٹھ گیا۔ کان کھول کر سن لو اللہ تعالیٰ کا لشکر ہی کامیاب ہے اور شیطان کی جماعت ہمیشہ نقصان میں رہے گی۔

(ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۰۱)

ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ:

"جب کوفہ کی عورتیں روتی ہوئی بال پریشان کر کے اپنے منہ پر طمانچے مارتی ہوئی حسینی قافلہ کے قریب آئیں تو سیدہ ام کلثومؓ نے فرمایا:

"اے کوفیو! تمہارے مردوں نے ہمیں قتل کیا اور تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے اور ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا۔"

(جلاء العیون صفحہ ۵۰۶)

محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان | خاندانِ علیؓ کا ایک عظیم اور اہم فرد حضرت محمد باقر

جو سیدنا زین العابدینؒ کے فرزند ارجمند ہیں............تاریخ طبری کی ایک روایت کے مطابق واقعۂ کربلا کے وقت ان کی عمر تقریباً دو سال تھی.........یہ اگرچہ واقعۂ کربلا کے چشم دید گواہ تو نہیں لیکن انہوں نے اپنے والد گرامی قدر سے کربلا کے حقیقی اور صحیح واقعات ضرور سنے ہونگے۔

ان کا ایک ارشاد سماعت فرمائیے!

"کوفیوں نے جب امیر المؤمنین (سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیعت کی، پھر ان سے بیعت توڑ دی اور ان پر شمشیر کھینچی اور ان کو شہید کر دیا، پھر ان کے فرزند حضرت حسنؓ سے بیعت کی اور بیعت کرنے کے بعد ان سے دھوکہ، مکر اور فریب کیا اور ارادہ کیا کہ ان کو دشمن کے حوالے کر دیں، اہل عراق (کوفی) سامنے آئے اور خنجر ان کے پہلو میں مارا اور ان کا خیمہ لوٹ لیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے معاویہ سے صلح کر لی اور اپنے گھر والوں کے خون کی حفاظت کی، پھر ہزاروں مرد عراقی نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی خود انہوں نے شمشیر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چلائی اور ابھی بیعت ان کی گردنوں میں تھی کہ انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔

(جلاء العیون صفحہ ۳۲۶)

سامعین گرامی قدر! میں نے مختلف کتب کے معتبر حوالہ جات سے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ میدان کربلا میں موجود اور حسینی قافلہ میں شریک خانوادۂ علیؓ کے تمام افراد نے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی فرد جرم ان کوفیوں پر

عائد کی ہے، جنہوں نے ہزاروں خط تحریر کر کے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی......... جب وہ ان کی دعوت پر تشریف لائے تو وہ غداری کے مرتکب ہوئے......... حسینی قافلہ پر ظلم وتشدد کیا......... مردوں کو یکبارگی حملہ کر کے شہید کر دیا......... خطوط جلانے کے لیے خیموں کو آگ لگا دی......... قافلہ حسینی کا ایک ایک فرد گواہی دے رہا ہے کہ ہمارے قاتل وہی ہیں جنہوں نے ہمیں دعوت دے کر کوفے بلایا تھا......... بلکہ امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل بھی وہی ہیں اور سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنگ کرنے والے اور خنجر مارنے والے بھی وہی ہیں۔

اب جو شخص واقعہ کربلا کا ذمہ دار اور سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ان کوفیوں کے سوا کسی دوسرے کو سمجھتا ہے تو وہ شخص ان پاکیزہ، مقدس اور سچے لوگوں کی زبان پر اعتماد نہیں کرتا۔

ہم اہلسنت خاندانِ علی کے بچے بچے کے غلام اور نوکر اور خادم ہیں .... ہمیں ان کی صداقت دیانت پر ایک سو فیصد اعتماد ہے......... ہم نے تو وہی بات ماننی ہے جو یہ گھرانہ کہتا ہے۔

کوفیوں کا اعترافِ جرم

واقعۂ کربلا کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ یہ آپ خانوادۂ علی کے افراد کی زبانی سن چکے ہیں......... آیئے آخر میں .... میں آپ کو اس مقدمہ کی تفتیش میں ایک ٹھوس ثبوت فراہم کرتا ہوں اور وہ ہے خود کوفیوں کا اقرار کہ قتلِ حسین کا سنگین جرم ہم سے صادر ہوا ہے اور مجھے یہ بتلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ خود مجرم کے اقرارِ جرم کے بعد مزید کسی گواہی اور ثبوت کی ضرورت نہیں رہتی۔

اہل تشیع کے مشہور عالم قاضی نور اللہ شوستری اپنی مشہور تصنیف "مجالس المؤمنین"

میں لکھتے ہیں کہ:

''کوفہ کے لوگ واقعہ کربلا کے بعد مل بیٹھے اور افسوس کرنے لگے کہ دنیا وآخرت کا خسارا ہم کو حاصل ہوا کہ ہم نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور پھر تلوار ان پر کھینچی اور ہماری غداری سے یہ تمام مصیبت قافلہ حسینی کو پہنچی .... پھر وہ لوگ کہنے لگے:

اب ہم اپنے برے اعمال پر شرمسار ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرنا چاہتے ہیں شاید وہ رحمت فرماتے ہوئے ہماری توبہ قبول فرمالے اور اس جماعت میں سے جتنے لوگ کربلا گئے تھے سب عذر کرنے لگے پھر کہنے لگے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ہم تلواریں ہاتھ میں لے کر ایک دوسرے کو قتل کریں جس طرح بنی اسرائیل نے کیا تھا اور ان کی توبہ قبول ہوئی تھی یہ کہتے ہوئے وہ تمام لوگ توبہ کرنے کے لیے زانو کے بل گر پڑے۔''

(مجالس المؤمنین ص ۲۴۱)

اسے کہتے ہیں۔ ع

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

کسی دوسرے شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ع

صد ہا ارمانوں سے جس نے مجھے قتل کیا
قتل کے بعد کوئی دیکھے ندامت ان کی

آپ حضرات نے خانوادۂ حیدر کرارؓ کے افراد کے بیان سن لیے جو واقعۂ کربلا کے چشم دید گواہ ہیں .... انہوں نے واضح اور کھلے لفظوں میں اس واقعہ کا

ذمہ دار کوفیوں کو بتلایا ہے اور قافلہ حسینی میں سے جو لوگ شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے ان کا قاتل بھی ان حضرات نے کوفہ کے ان لوگوں کو بتلایا ہے جنہوں نے خط لکھ کر اور عہد و پیمان کے وعدے کر کے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا تھا۔

پھر میں نے معتبر حوالے سے یہ بات بھی آپ کو بتلا اور سمجھا دی ہے کہ خود کوفیوں نے بھی اعتراف جرم کر لیا تھا۔

آئیے میں آپ کو ایک زبردست اور ناقابل تردید حوالہ دکھاؤں جس سے حقیقت حال بالکل واضح ہو جائے گی۔

''خلاصۃ المصائب''صفحہ نمبر ۲۰۱ کی یہ عبارت سنئے:

لَيْسَ فِيهِمْ شَامِيٌّ وَلَا حِجَازِي بَلْ جَمِيعُهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں میں کوئی شامی اور حجازی شامل نہیں تھا بلکہ وہ سب کے سب کوفی تھے۔

مسعودی اہل تشیع کا مشہور مورخ ہے وہ اپنی کتاب ''مروج الذھب'' میں لکھتا ہے کہ:

''حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے موقع پر جو فوجیں موجود تھیں اور جنہوں نے آپ سے جنگ کی اور آپ کو قتل کیا وہ سب کے سب کوفہ کے رہنے والے تھے ان میں کوئی شامی شخص شامل نہیں تھا'' (مروج الذھب ج ۳ ص ۹۰)

ان دو حوالوں کے بعد.......... اور کوفیوں کے اقرار جرم کے بعد .... اور حسینی قافلہ کے افراد کی گواہیوں کے بعد تو آنکھیں کھل جانی چاہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے جرم میں .... خیموں کو آگ لگانے کے

کردار میں......... خیمے لوٹ کر ظلم ڈھانے میں نہ کوئی شام کا رہنے والا شخص ملوث ہے اور نہ کوئی حجاز کا رہنے والا فرد ملوث ہے اور نہ کوئی مصر کا رہنے والا باشندہ ملوث ہے.........

بلکہ قتل حسین کی تمام تر ذمہ داری ان کوفہ کے رہنے والے غداروں، دغا بازوں، بدعہدوں، مکاروں، فریبیوں اور کذابوں کے سر ہے جنہوں نے خطوط لکھ لکھ کر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور پھر عین موقع پر دغا دے گئے اور مخالفین کی فوج میں شامل ہو کر......... اپنے گھناؤنے کرتوتوں اور مکروہ عزائم کو چھپانے کے لیے......... سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے گھرانے پر یکبارگی حملہ کیا اور سب کو شہید کر دیا۔

اور لطف اور تعجب کی بات یہ ہے کہ کوفہ کے یہ لوگ جھوٹے پروپیگنڈے کی بنا پر اس الزام سے صاف بچ نکلے اور اس حادثۂ فاجعہ کی تمام تر ذمہ داری یزید کے سر ڈال دی گئی، اور یہ کالک اور سیاہی اس کے منہ پر مل دی گئی......... اور پھر مسلسل پروپیگنڈے اور جھوٹ نے اس کو حقیقت کا رنگ دے دیا اور آج نتیجہ آپ سب کے سامنے ہے کہ قتلِ حسین کے جرم میں اصل مجرموں کو جانتا تک کوئی نہیں اور دمشق میں بیٹھے یزید کو مجرم کے طور پر پیش کر دیا گیا۔

سامعینِ گرامی قدر! آئیے جھوٹ کے پروپیگنڈے سے نکل کر حقائق کی روشنی میں دیکھتے ہیں اور تعصب وضد اور ہٹ دھرمی سے کنارہ کش ہو کر......... انابت کی نظر سے اور انصاف کی آنکھ سے دیکھتے ہیں کہ کیا یزید قتلِ حسین میں ملوث تھا؟......... کیا یزید نے قتلِ حسین کا حکم دیا تھا؟......... کیا وہ قتلِ حسین پر راضی اور خوش تھا؟......... کیا اس نے خانوادۂ علی کی بے حرمتی کی تھی؟......... اور کیا اس دور کے کسی انسان نے یزید کو قاتلِ حسین کہا اور سمجھا؟......... کیا حادثۂ کربلا

میں بچ جانے والے حضرت زین العابدینؓ اور مستورات نے یزید کو قتل حسین کا ذمہ دار ٹھہرایا؟

آیئے فریقین کی کتابوں سے ان تمام سوالوں کے جواب پوچھتے ہیں ....کیا اہل تشیع اور اہل سنت کے علماء اور مجتہدان کی معتبر کتابیں یزید کو اس واقعہ کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں یا نہیں؟

اہل تشیع کے معتمد علیہ عالم اور مجتہد ملا باقر مجلسی نے ''جلاء العیون'' میں لکھا ہے:

''جب سر مبارک حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یزید کے دربار میں پہنچا اور اہل بیت اس کے محل میں داخل ہوئے تو عورات ابی سفیان نے اپنے زیورات اتار دیئے اور لباس ماتم پہن کر آوازِ نوحہ وزاری بلند کی اور تین دن تک ماتم رہا یزید کی بیوی بغیر پردہ کے گھر سے باہر دربار میں آ گئی، یزید نے اٹھ کر کپڑا اس کے سر پر ڈالا اور کہا گھر میں چلی جا اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نوحہ وزاری کر۔ ابن زیاد نے جلدی کی ہے، میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر راضی نہیں تھا۔'' (جلاء العیون صفحہ ۲۴۶)

ابن جریر طبری کی ایک روایت بھی سنئے:

ایک شخص نے یزید کے دربار میں آکر اطلاع دی کی ہم نے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو گھیر کر قتل کر دیا ہے یہ سن کر یزید آب دیدہ ہو گیا اور کہنے لگا، میں تم سے تب خوش ہوتا جب تم نے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل نہ کیا ہوتا، خدا لعنت کرے پسر سمیہ پر، سنو! خدا کی قسم اگر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاملہ میرے ہاتھ پڑتا تو میں ان کو معاف کر دیتا خدا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحمت

فرمائے۔" (طبری جلد ۴ صفحہ ۲۸۵)

تاریخ طبری اور خلاصۃ المصائب کی ایک اور روایت بھی سنئے:

"جب اہل بیت کا قافلہ (دمشق سے فارغ ہو کر) مدینہ روانہ ہونے لگا تو یزید نے زین العابدین سے کہا خدا پسر مرجانہ پر لعنت کرے اللہ کی قسم اگر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس آتے تو وہ جو چاہتے میں وہی کرتا ان کو قتل ہونے سے جس طرح بن پڑتا بچا لیتا چاہے اس کے لیے مجھے اپنی اولاد کی قربانی دینی پڑتی لیکن اللہ کو یہی منظور تھا جو تم نے دیکھا۔ اے زین العابدین! جس چیز کی تم کو ضرورت ہو مجھے اطلاع کرنا.......... پھر یزید نے خاندان علی کے تمام لوگوں کو کپڑے دیئے۔"

(طبری ج ۴ صفحہ ۲۸۸، خلاصۃ المصائب صفحہ ۴۰۵)

ناسخ التواریخ اور خلاصۃ المصائب سے ایک حوالہ مزید سنئے:

"جب شمر نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک یزید کے دربار میں پیش کیا اور کہا میری جھولی سونے اور چاندی سے بھر دے اور انعام سے نواز.......... یزید نے جواب میں کہا خدا تمہاری رکابی اور جھولی آگ اور ایندھن سے بھر دے اور ہلاکت تیرے لیے مقدر ہو.......... میرے دربار سے نکل جا تیرے لیے کوئی انعام نہیں ہے، یہ بات سن کر شمر ڈرتا ہوا اور گھاٹے میں واپس چلا گیا اور یوں دنیا و آخرت میں بدنصیب رہا۔"

(خلاصۃ المصائب صفحہ ۴۰۳، ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۶۹)

خلاصۃ المصائب میں ہے کہ:

''حسینی قافلہ جب دمشق پہنچا تو یہ منظر دیکھ کر یزید رو پڑا وہ رومال سے اپنے آنسو پونچھتا جاتا تھا اس نے مستورات کو اپنے گھر بھیج دیا جب یہ لوگ یزید کے گھر میں پہنچے تو گریہ وزاری کی آواز بلند ہوئی۔'' (خلاصۃ المصائب ص ۳۰۲)

ملا باقر مجلسی نے ''جلاء العیون'' میں تحریر کیا ہے کہ:

زین العابدین جب تک دمشق میں رہے یزید برابر ان کا احترام اور اکرام کرتا رہا اور صبح شام وہ انہیں اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرتا۔

ادنیٰ شعور رکھنے والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر زین العابدینؒ یزید کو اپنے والد گرامی سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل سمجھتے تو اس کے دسترخوان پر اس کے ساتھ شریک طعام نہ ہوتے، کوئی غیرت مند شخص اپنے والد کے قاتل کے ساتھ ہم نوالہ و ہم پیالہ نہیں ہوتا۔

اور حضرت زین العابدینؒ سے بڑھ کر غیرت مند اور کون ہوگا؟

سامعین گرامی قدر! آیئے ایک دو حوالے اہلسنت کی کتابوں سے بھی آپ حضرات کو سنا دوں تاکہ معاملہ بالکل ہی صاف ہو جائے اور حقیقت واضح ہو جائے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وَ يَزِيْدُ صَحِيْحُ الْإِسْلَامِ وَ مَا صَحَّ قَتْلَ حُسَيْنٍ وَ لَا اَمَرَهٗ وَ لَا رَضِيَ بِهٖ وَ مَهْمَا لَا يَصِحُّ ذَالِكَ فَلَا يَجُوْزُ اَنْ يُّظَنَّ ذَالِكَ بِهٖ''

''یزید صحیح العقیدہ مسلمان تھا اور یہ بات درست نہیں کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا حکم دیا تھا اور نہ وہ قتل حسین

پر راضی تھا، پس جب قتل اس سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا تو پھر اس
کے ساتھ بدگمانی رکھنا جائز نہیں۔"

(وفیات الاعیان جلد ا صفحہ ۴۶۵)

امام غزالی کی ایک بات اور سنئے:

وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ يَزِيْدَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ اَوْ رَضِيَ بِهٖ
فَيَنْبَغِيْ اَنْ يُعْلَمَ بِهٖ غَايَةُ الْحِمَاقَةِ۔

"جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ یزید نے قتل حسین حکم دیا تھا یا وہ اس پر
راضی تھا تو جاننا چاہیے کہ یہ شخص پرلے درجے کا احمق ہے۔"

(تاریخ ابن خلکان جلد ۳ صفحہ ۲۸۸)

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

وَلَمْ يَاْمُرْ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَلَا اَظْهَرَ الْفَرَحَ بِهٖ وَلَا
نَكَتَ بِالْقُضَيْبِ عَلٰى ثَنَايَا وَلَا حُمِلَ رَاْسُ الْحُسَيْنِ اِلَى
الشَّامِ۔

"نہ تو یزید نے قتل حسین کا حکم دیا اور نہ اس پر خوشی ظاہر کی اور نہ ہی
اس نے ان کے دانتوں پر چھڑی لگائی اور نہ ہی حضرت حسین رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک شام پہنچایا گیا۔"

(الوصیۃ الکبریٰ صفحہ ۳۰۰ ابن تیمیہ)

حضرات! جہاں علامہ ابن تیمیہؒ نے یہ بیان فرمایا کہ یزید قتل حسین پر نہ راضی تھا اور نہ ہی اس نے اس کا حکم دیا تھا وہیں انہوں نے اس بات سے بھی انکار کیا ہے کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کٹا ہوا سر یزید کے دربار میں لایا گیا اور یزید نے آپ کے دانتوں پر چھڑی ماری تھی۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف منہاج السنہ میں لکھا ہے:

''مجہول سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر یزید کے سامنے لایا گیا اور اس نے دانتوں پر چھڑی لگائی مگر یہ بات صرف یہ نہیں کہ ثابت نہیں بلکہ اس روایت ہی میں اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل بھی موجود ہے کیونکہ جن صحابہ کے سامنے (روایت کے مطابق انس بن مالک اور ابی برزہ) اس نے چھڑی لگائی وہ صحابہ شام کے بجائے عراق میں رہتے تھے''

(منہاج السنۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)

علامہ ابن تیمیہؒ اپنی دوسری کتاب ''راس الحسین'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''پس جس شخص نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دانتوں کو چھڑی کی نوک سے چھوا گیا اور اس وقت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابی برزہ بھی یزید کے دربار میں موجود تھے تو وہ شخص ایسا کذاب ہے جس کا جھوٹ نقل متواتر سے معلوم ہوتا ہے۔'' (راس الحسین صفحہ ۱۸)

ناسخ التواریخ کے مؤلف نے لکھا ہے کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کفن اور دفن کا انتظام وانصرام ان کے فرزند ارجمند حضرت زین العابدینؒ نے کیا تھا............ساتھ ہی اس نے لکھا کہ شہادت کے تیسرے دن یعنی ۱۲ محرم کو باعجاز امامت زین العابدینؒ کوفہ سے پوشیدہ طور پر کربلا آئے نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کر کے لوٹ گئے۔

''ہنگام دفن پدر حاضر شد و براں جسد مبارک نماز بگذاشت وامر اورا کفایت کرد ومراجعت نمود''

"زین العابدینؒ اپنے والد کی تدفین میں موجود رہے اور اس جسد مبارک پر نماز پڑھی اور ان کے کام (یعنی تدفین) کو پورا کیا اور لوٹ گئے۔" (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۳۱۸)

ناسخ التواریخ کے اس حوالے سے ثابت ہوا کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ اور پھر ان کی تدفین عمل میں آئی .... بلکہ کوفہ کے کچھ مخلص لوگ جنازہ میں شریک ہوئے اور حضرت خالد بن عقبہ اموی صحابی جو اس وقت کوفہ میں رہائش پذیر تھے وہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے اور تدفین میں شریک تھے۔" (جمہرۃ الانساب صفحہ ۱۰۶)

اگر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک کاٹ لیا گیا تھا (جس طرح کچھ لوگوں کا خیال ہے) تو کیا سر بریدہ جسم کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی؟ کیا کوئی ذی عقل شخص اسے تسلیم کرسکتا ہے؟

سامعین گرامی قدر! ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید کا قتلِ حسین میں کوئی حصہ اور رتی بھر رضامندی شامل نہیں تھی۔

بلکہ یزید کا دامن قتل حسین سے اسی طرح مبرا ہے جس طرح حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقدس دامن سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل سے پاک ہے۔

یہ سب شرارت اور فساد برپا کرنے کی ذمہ داری ان کوفیوں پر عائد ہوتی ہے جو یہود کے عزائم کے تکمیل کے لیے اسلام کے لبادے میں دین کو ہمیشہ نقصان پہنچاتے رہے اور قتل حسین کے جرم میں انتہائی چالاکی اور کمال ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے خود تو صاف بچ نکلے اور دھوکے سے محب حسین بننے کا ناٹک کھیلا .... اور الزام تمام تر یزید کے سر تھوپ دیا۔

دارالعلوم دیوبند کے فاضل.........اور دیوبند سے شائع ہونے والے ایک رسالے ''تجلی'' کے ایڈیٹر.........اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے مولانا عامر عثمانیؒ نے اس سلسلہ میں کیا خوب لکھا ہے:

''مبارک ہو کوفیوں کو کہ انہوں نے خود تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ بلایا اور بدترین بزدلی اور عہد شکنی کے مرتکب ہو کر ان کی مظلومانہ موت کو دعوت دی لیکن سارا الزام ڈال دیا یزید کے سر ....اور حب حسین کا ڈھونگ رچا کر بغض معاویہ و یزید کی وہ ڈفلی بجائی کہ اچھے خاصے اہلسنت بھی رقص کرنے لگے کتنا کامیاب فریب ہے کہ اصل قاتل تو سرخرو ہوئے اور سیاہی مل گئی اس یزید کے منہ پر جو دمشق بیٹھا تھا.........کربلا میں جو کچھ پیش آیا بہت برا ہی مگر یزید قاتل نہ تھا اور نہ قتل کا آرڈر دینے والا ....پھر بھی قتل حسین کی ذمہ داری اس پر ڈالتے ہو تو اس میں کچھ حصہ بلکہ بہت بڑا حصہ ان بدنہاد کوفیوں کو بھی تو دو جنہوں نے خطوط کے پلندے بھیج بھیج کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو ہجوم آفات میں چھوڑ کر نو دو گیارہ ہو گئے ....یہ سب کوفی تھے ....پرلے سرے کے ابوالفضول اور عہد شکن.........انہوں نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ناکوں چنے چبوائے، اسد اللہ کی خیبر شکن تلوار کو کند کر کے رکھ دیا۔ اور پھر انہی نے ان کے عالی مقام بیٹے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سبز باغ دکھا کر مروا دیا۔ واہ رے کمال فن! ہو سکے تو یزید دشمنی میں حد سے آگے جانے والے

اہلسنّت غور کریں کہ وہ کس معصومیت سے دھوکہ کھا گئے اور کیسا جادو کا ڈنڈا ان کے سر پر پھیرا گیا ہے اور صحابہ کرام کے دشمنوں نے کس طرح یزید کی آڑ میں نہ صرف سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ یزید کی بیعت کرنے والے متعدد جلیل القدر صحابہ کو سب وشتم کرنے کا راستہ نکالا ہے۔

قابل غور بات

میں آپ کی توجہ ایک بہت ہی اہم بات کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں......... میری اس بات کو بھی ضد وعناد سے ہٹ کر انصاف کے کانوں سے سنئے گا۔

کبھی آپ نے اس حقیقت پر غور فرمایا ہے کہ کربلا میں حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اکثر عزیزوں کی المناک اور دردناک شہادت کے بعد پورے عالم اسلام میں اور خصوصاً مکہ اور مدینہ میں کسی ایک جانب سے یہ آواز آئی ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ اس شرمناک سلوک اور شہادت کا ذمہ دار یزید بن معاویہؓ ہے؟

ہرگز نہیں......... کسی نے بھی اس واقعہ کی ذمہ داری وقت کے حکمران کے سر نہیں ڈالی اس وقت سیکڑوں صحابہ کرام موجود تھے......... وہ ایسی ہستیاں تھے کہ جن کے ایمان واسلام کی گواہی قرآن کے اوراق میں موجود ہے......... جن کے تقویٰ اور صداقت کی شہادت عرش والے نے دی ہے......... جن کو رضاء الٰہی کی سند عطا ہوئی تھی......... جن کو جنت کی خوشخبریاں ملیں......... جو آسمان ہدایت کے روشن ستارے تھے......... جو کفر والحاد سے نبرد آزما ہونے والے لوگ تھے اور جو لا یخافون لومۃ لائم کے مصداق تھے۔

ہاں اس وقت ہزاروں تابعین موجود تھے جو خیر القرون میں بسنے والے

تھے اور جن کے لیے امام الانبیاء ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ان خوش نصیب لوگوں پر جہنم کی آگ حرام ہے جنہوں نے ایمان کی حالت میں میرے صحابہ میں سے کسی کو دیکھا۔

سنو! اس وقت خلیفہ ثانی لا ثانی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے۔

امام الانبیاء ﷺ کے عم مکرم حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لخت جگر مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی زندہ تھے۔

عشرہ مبشرہ میں شامل اور امام الانبیاء ﷺ کے ہم زلف سیدنا زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نور نظر سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر تھے۔

خلیفہ رابع سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے...... سیدنا جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند...... اور سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا زاد بھائی اور بہنوئی سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بقید حیات تھے۔

میں کس کس کا نام لوں...... یقین جانیے اس وقت ہزاروں عالم ...... لاکھوں عابد و زاہد اور مجاہد فی سبیل اللہ شخصیات موجود تھیں جن کی تلواریں کفار کو کاٹتے کاٹتے کبھی کند نہ ہوئیں...... جو اسلام کی سربلندی کے لیے کبھی سر بکف ہوئے کبھی زر بکف...... عشق رسول ﷺ سے سرشار...... محبت نبی کے صرف دعویدار نہیں عملی ثبوت بھی پیش کرنے والے...... احقاق حق کے جذبے سے لبریز اور ابطال باطل کے لیے ہمہ تن تیار...... وہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے کفر سے کبھی صلح نہیں کی اور اسلام سے کبھی بے وفائی نہیں کی...... دین کی سر

بلندی کے لیے اور حق کی سرفرازی کے لیے جان و مال، آل و اولاد تن من دھن کی قربانی کا جذبہ رکھنے والے لوگ موجود تھے .... مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی حادثۂ کربلا کا ذمہ دار یزید کو نہیں ٹھہرایا .... کسی نے انتقام اور بدلے کا نعرہ نہیں لگایا .... کسی نے وقت کی حکومت کو چیلنج نہیں کیا .... عالم اسلام کے کسی کونے سے صدائے احتجاج بلند نہیں ہوئی اور کسی شخص نے بھی اس واقعہ کو بنیاد بنا کر اور یزید کو ذمہ دار ٹھہرا کر اس کی بیعت نہیں توڑی۔

آپ حضرات انصاف کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر بتائیں!

اگر یزید واقعی کربلا کے حادثے کا ذمہ دار ہوتا تو خیر القرون کے یہ لوگ .... عشق مصطفی ﷺ میں اور دین کی محبت میں سرشار یہ لوگ سر بکف میدان میں آتے یا نہ؟

یہ امت کے بہترین لوگ صدائے احتجاج بلند کرتے یا نہ؟ یہ یزید کی بیعت توڑ کر اس کے خلاف غم و غصے اور نفرت کا اظہار کرتے یا نہ؟

ایک منٹ کے لیے فرض کر لیجیے اگر تاریخ اسلام کا یہ المناک اور دردناک واقعہ آج کے دور میں پیش آتا .... دنیا کا کوئی جابر سے جابر اور ظالم ترین حکمران .... خاندان علی کے ساتھ یہ شرمناک اور غیر انسانی سلوک کرتا .... ان پر پانی بند کر کے خیموں کو آگ لگا دیتا .... خاندان علی کی مستورات کو زندہ جلانے کی کوشش کرتا .... رسول اکرم ﷺ کی نواسیوں کو ہتھکڑیاں پہنا کر اونٹوں کی ننگی پیٹھوں پر بے پردہ سوار کرواتا .... تو آپ حضرات کا ردعمل کیا ہوتا؟ آج کا مسلمان کیا کرتا؟ آج کا مسلمان جو اس دور کے لوگوں کے مقابلے میں ایمان و عمل اور جہاد و قربانی کے اعتبار سے عشر عشیر بھی نہیں .... کیا آج کا مسلمان یہ تمام حالات دیکھ کر اور سن کر خاموش تماشائی بن کر گھر میں دبک کر بیٹھ جاتا؟ یا سر پر

کفن باندھ کر........ کشتیاں جلا کر اور جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں اترتا اور اپنا سینہ گولیوں کے سامنے کھول دیتا........ کعبہ کے رب کی قسم ہے........ آج کا مسلمان کٹ جاتا مگر خاندانِ علی کی توہین کرنے والی حکومت کو اور حکمرانوں کو اس کے انجام تک ضرور پہنچاتا۔

سامعین گرامی قدر! سوچنے کی بات تو یہی ہے کہ آج گئے گزرے دور کا مسلمان........ تو اتنا غیرت مند ہو کہ حادثۂ کربلا کی ذمہ دار حکومت کو اور حکمرانوں کو ایک لمحہ کے لیے برداشت نہ کرے اور خیر القرون کا مسلمان اتنا گیا گزرا ہو کہ اس کے سامنے اتنا بڑا سانحہ اور شرمناک واقعہ........ حکومتِ وقت کے ہاتھوں اور حکمرانوں کی مرضی سے پیش آئے اور وہ ٹس سے مس نہ ہو........ ان حکمرانوں کے خلاف تلوار نہ اٹھائے........ بغاوت نہ کرے........ احتجاج کی صدا بھی بلند نہ کرے۔

میری اس دلیل کا خلاصہ یہ نکلا کہ جو لوگ حادثۂ کربلا اور شہادتِ حسین کا ذمہ دار یزید کو ٹھہراتے ہیں وہ لوگ لاشعوری طور پر اصحاب رسول اور تابعین پر تبرا کا دروازہ کھول رہے ہیں کہ ان مقدس اور معظم لوگوں میں دینی غیرت اتنی بھی نہیں تھی جتنی ہم میں ہے........ اہلسنت اس بات کے تصور سے بھی ہزار مرتبہ پناہ مانگتے ہیں۔

بلکہ اہلسنت کا خیال اور نظریہ یہ ہے کہ پوری امت کا ایمان مل کر بھی کسی صحابی کے ایمان کا ہم وزن نہیں ہو سکتا........ بعد میں آنے والی پوری امت کے علماء، صلحاء، فقہاء، ائمہ مجتہدین، مفسرین و محدثین، اولیاء کرام، تابعین اور تبع تابعین مل کر بھی کسی ایک صحابی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔

کعبہ کے رب کی قسم ہے وہ لوگ ہم سے کہیں بڑھ کر ایمان کی حرارت رکھنے والے تھے........ وہ ہم سب سے کہیں زیادہ دین کی سربلندی و سرفرازی کے لیے

قربانی کا جذبہ رکھنے والے تھے۔

وہ ہم سے بڑھ کر عشق رسول ﷺ سے سرشار اور باطل قوتوں سے جہاد کا ولولہ رکھنے والے تھے۔

دینی غیرت ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی .... کفر اور باطل سے مفاہمت ان کے تصور میں بھی نہیں تھی .... دین میں مداہنت کے وہ روادار نہیں تھے .... غلط اور ظالم حکمرانوں کی بیعت کا تصور بھی ان قدوسی صفات لوگوں سے ممکن نہیں تھا۔

مگر حادثہ کربلا پر یزید سے احتجاج نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ صادق لوگ اچھی طرح جانتے تھے کہ اس شرمناک حادثہ اور خاندان علی کی دردناک شہادت کا ذمہ دار یزید نہیں بلکہ کوفہ کے وہ غدار اور مکار ہیں جو اپنے آپ کو محبان علی کہلاتے تھے اور جنہوں نے ہزاروں خط لکھ کر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دھوکے اور فریب سے کوفہ بلایا اور پھر انتہائی جفاکاری، بدعہدی اور کمینگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا اور اپنے تحریر کردہ خطوط جلانے کے لیے اور ضائع کرنے کے لیے خیموں کو آگ لگا دی۔

سامعین گرامی قدر! آخر میں .... میں ایک تجزیہ پیش کرنا چاہتا ہوں اور آپ حضرات معمولی سا بھی غور فرمائیں گے تو یقیناً میرے اس تجزیہ سے اتفاق کریں گے۔

خیبر کے معرکے میں امیر المؤمنین، خلیفہ رابع سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہود کو ناکوں چنے چبوائے تھے اور مونگ ان کے سینے پر دل کر خیبر کے ایک ناقابل تسخیر قلعہ کے فاتح ہونے کا اعزاز پایا تھا .... یہود اس شکست کے بعد انتہائی ذلیل ہوئے .... انہوں نے گرم جنگ کرنے کی بجائے سرد جنگ لڑنے

کا فیصلہ کیا.......... وہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اپنے آپ کو محبان علی کہلانے لگے.......... پھر انہوں نے ایک گہری سازش کے تحت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا.......... یہی لوگ تھے جنہوں نے سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ران میں نیزے مارے اور پھر زہر دیا.......... اور ان ہی لوگوں نے ۶۱ھ میں کربلا کے میدان میں خاندانِ علی کو دھوکے اور مکروفریب سے بلا کر انتہائی بے دردی، اور ظلم سے تہہ تیغ کر دیا..........اس طرح ان خبیث الفطرت لوگوں نے خیبر کا بدلہ اور انتقام چکانے کی کوشش کی ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

بارہویں تقریر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ الْاَمِيْنِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرہ)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۔

سامعین گرامی قدر! واقعہ کربلا کی تفصیل .... بڑی وضاحت کے ساتھ عقلی اور نقلی دلائل کی روشنی میں .... میں بیان کر چکا ہوں۔

واقعہ کربلا اور شہادت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غیر معمولی شہرت اس وجہ سے بھی ملی کہ اس واقعہ نے ایک مذہب کو جنم دیا .... اس مذہب کے ماننے والوں کی مجبوری تھی اور ان کے لیے ضروری تھا کہ وہ اس واقعہ کو اور سیدنا

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کو اس رنگ سے اور اس ڈھنگ سے پیش کریں۔
یہ واقعہ تاریخ اسلام کے باقی واقعات کے مقابلے میں انوکھا اور ممتاز نظر آئے
.........اور سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت دوسری تمام شہادتوں کے
مقابلے میں زیادہ دردناک اور مظلومانہ دکھائی دے۔

اور واقعہ کربلا کی غیر معمولی شہرت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ واقعہ اس
شخصیت کو پیش آیا جو نواسہ رسول ہونے کی بنا پر امام الانبیاء ﷺ کو انتہائی محبوب تھا
.........وہ حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند دلبند تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کی مقدس آغوش میں پروان چڑھے تھے.........وہ بہت ساری صفات
سے موصوف تھے اور مرجع خلائق تھے.........وہ اپنی ذات میں نہایت متقی، علم وحلم
میں یکتا، سخاوت وشجاعت میں بے مثل، عبادت وریاضت میں قابل نمونہ
.........غریب پروری میں بے نظیر، تواضع وانکساری کے پیکر، صداقت وتقویٰ کے
مجسمے اور لوگوں کی آنکھوں کا تارا تھے.........

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور
سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بہت پیار فرماتے اور شفقت سے پیش آتے
تھے.........امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے گھروں کی وہ رونق تھے
.........تمام اصحاب رسول ان سے محبت بھی کرتے اور شفقت کی نظر بھی رکھتے۔

ایسی عظیم اور اعلیٰ شخصیت کے ساتھ.........بلکہ اس کے گھرانے کے ساتھ
اور گھرانے کی مقدسہ خواتین کے ساتھ جو واقعہ فاجعہ اور حادثہ ظالمہ پیش آیا
.........اس واقعہ نے غیر معمولی شہرت حاصل کرلی۔

میں آج کے خطبہ میں نواسہ رسول حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح
سیرت وعظمت اور ان کے مقام ومرتبہ کو بیان کرنا چاہتا ہوں.........اللہ رب

العزت مجھے اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

کئی مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت با سعادت شعبان کے مہینے میں ۴ ھ میں ہوئی۔

مگر صحیح قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش ۶ ھ میں ہوئی .... کیونکہ آپ کے والدین (سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی شادی غزوۂ احد کے بعد ہوئی۔

بخاری کے حاشیے پر علامہ کرمانی ؒ نے لکھا ہے:

وَاَنْكَحَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلِيًّا بَعْدَ وَقْعَةِ اُحُدٍ

امام الانبیاء ﷺ نے سیدہ فاطمہ کا نکاح سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غزوۂ احد کے بعد کیا تھا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۲ باب مناقب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

اور یہ تو آپ میں سے اکثر حضرات کو معلوم ہے کہ غزوۂ احد شوال کے مہینے میں ۳ ھ میں ہوا تھا .... ملا باقر مجلسی شیعہ مجتہد نے "جلاء العیون" میں لکھا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ شادی ۲۱ محرم ۴ ھ میں ہوئی۔

اس حساب سے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے فرزند حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ۴ ھ کے آخر میں یا ۵ ھ کی ابتداء میں ہوئی .... تو ماننا پڑے گا کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ۶ ھ میں ہوئی۔

اس طرح امام الانبیاء ﷺ کی وفات کے وقت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر تقریباً پانچ سال تھی۔

بخاری میں ایک واقعہ منقول ہے کہ:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن اپنے ابتدائی ایام خلافت میں نماز عصر سے فارغ ہو کر مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی

ہمراہ تھے .... وَالْحَسَنُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَان ...... دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں .... سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیار سے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گود میں اٹھالیا اور فرمایا اے علی .... حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹا تو آپ کا ہے مگر اس کا چہرہ نبی اکرم سے مشابہت رکھتا ہے .... حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بات سن کر مسکرانے لگے۔

(بخاری ج ۱ ص ۵۳۰ کتاب المناقب)

روایت میں ہے:

فَاحْتَمَلَهُ عَلَى رُكْبَتِهِ ....

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کاندھے پر اٹھالیا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے وقت اتنے چھوٹے تھے کہ تقریباً ساٹھ برس کے بوڑھے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں کاندھے پر اٹھالیا......... تو پھر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ان سے بھی کم از کم ایک سال چھوٹے تھے۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت مبارکہ کی اطلاع امام الانبیاء ﷺ کو دی گئی تو آپ خوشی و مسرت سے معمور کاشانہ فاطمہ میں تشریف لائے۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کپڑے میں لپیٹ کر انہیں نانا ﷺ کی گود میں دیا......... آپ نے ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہی .... آپ نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈالی......... سب سے پہلی چیز جو ان کے منہ اور پیٹ میں گئی وہ امام الانبیاء ﷺ کا لعاب دہن تھا

.......پھر کھجور چبا کر آپ نے انہیں تحنیک کی (یعنی گھٹی دی)

یاد رکھیے بچے کی پیدائش کے وقت اسے گھٹی دینا اسلام میں استحباب کا درجہ رکھتا ہے.......امام الانبیاء ﷺ کے ہاں پیدا ہونے والے بچوں کو لایا جاتا تھا اور آپؐ انہیں گھٹی دیا کرتے تھے۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر بیٹا پیدا ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے کھجور منہ میں چبا کر اسے گھٹی دی اور عبداللہ نام تجویز فرمایا۔

اسی طرح سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو آپ نے انہیں بھی گھٹی دی اور اپنا لعاب دہن بھی ان کے منہ میں ڈالا اور عبداللہ نام تجویز فرمایا۔ (مسلم)

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نومولود کا نام حرب رکھنا چاہتے تھے.......مگر نبی کریم ﷺ نے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نام تجویز فرمایا۔

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سات دن کے ہوئے تو امام الانبیاء ﷺ نے سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ان کا عقیقہ کیا اور دو مینڈھے یا بکریاں ذبح کی گئیں۔

زمانہ جاہلیت میں رواج تھا کہ نومولود بچے کے لیے جب جانور ذبح کرتے تو روئی کے ساتھ ذبح شدہ جانور کا خون لگا کر اس بچے کے سر پر لگاتے.......مگر امام الانبیاء ﷺ نے اپنے دونوں نواسوں کے عقیقے پر اس رسم جاہلیت کو توڑ دیا اور فرمایا جانور کا خون لگانے کے بجائے سروں پر خوشبو لگائی جائے۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۴ صفحہ ۳۳)

امام الانبیاء ﷺ اپنے دونوں نواسوں سے بہت شفقت اور انتہائی محبت فرمایا کرتے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنے دونوں نواسوں کو یہ کلمات پڑھ کر دم فرمایا کرتے تھے:

أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَ هَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۶، مشکوۃ ۱۳۴)

''میں تم دونوں کو پناہ میں دیتا ہوں اللہ کے پورے پورے کلموں کے ذریعے ہر شیطان کی برائی سے اور ہر ایذا دینے والے جانوروں کی برائی سے اور ہر نظر لگنے والی آنکھ کی برائی سے''

امام الانبیاء ﷺ محبت و پیار اور شفقت سے اپنے ان دونوں نواسوں کو اپنے ساتھ سواری پر سوار کر لیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بچپن کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ کسی سفر سے واپس مدینہ منورہ تشریف لاتے تو میں اور حسنین کریمین مدینہ سے باہر نکل کر آپ کو ملتے .... نبی اکرم ﷺ بڑی شفقت اور پیار سے ہمیں اپنی سواری پر سوار کر لیتے اور ہم آپ کے ساتھ سوار ہو کر مدینہ میں داخل ہوتے (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۹ صفحہ ۳۵)

مسلم میں ایک روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لائے اس حالت میں کہ آپ نے اپنے ان دونواسوں میں سے ایک کو اپنے آگے بٹھایا ہوا تھا اور دوسرے کو اپنے پیچھے۔

حضرت عمر بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

امام الانبیاء ﷺ جب نماز میں سجدہ ریز ہوتے تو بعض دفعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ کی پیٹھ پر چڑھ جاتے۔ نبی اکرم ﷺ اٹھنے لگتے تو انہیں پیٹھ سے نیچے اتار دیتے۔ (مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۳۴)

نبی اکرم ﷺ اپنے نواسوں سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انتہائی پیار فرماتے اور شفقت کا معاملہ فرماتے۔

کیا آپ حضرات جانتے ہیں کہ امام الانبیاء ﷺ کے ان دونواسوں کے علاوہ اور بھی نواسے اور نواسیاں تھیں .... آج دشمنانِ اصحاب رسول کے زہریلے پروپیگنڈے کا کچھ اس طریقے سے لوگ شکار ہو گئے ہیں کہ انہیں صحیح حقائق اور اصل صورت حال کے بارے میں علم ہی نہیں ہے۔

امام الانبیاء ﷺ کی سب سے بڑی بیٹی کا نام سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے .... جس نے دین اسلام کے لیے مشرکین کی مار کھائی ہے اور نیزوں کے زخم برداشت کیے ہیں .... آپ کی اس بیٹی کی شادی بنوامیہ قبیلہ کے ایک نامور شخص ابوالعاص کے ساتھ ہوئی تھی .... سیدہ زینب کے ایک بیٹے کا نام علیؓ ہے یہ آپ ﷺ کے سب سے بڑے نواسے تھے .... فتح مکہ کے دن یہی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹنی پر آپ ﷺ کے ساتھ سوار تھے۔ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی کا نام "امامہ" ہے .... یہ نبی اکرم ﷺ کی سب سے بڑی نواسی ہے .... اس کے ساتھ آپ بہت پیار اور شفقت کا معاملہ فرماتے .... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب باندھا ہے:

بَابٌ إِذَا حَمَلَ جَارِيَةً عَلٰى عُنُقِهٖ فِي الصَّلٰوةِ

یعنی چھوٹی بچی کو حالت نماز میں گردن پر اٹھالینا۔

اس باب کے تحت امام بخاری ایک حدیث لائے ہیں:

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدری صحابی کہتے ہیں:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتِ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَإِذَا

قَامَ حَمَلَهَا۔

بے شک رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے ہوئے زینب کی بیٹی امامہ کو
کندھے پر اٹھا لیتے تھے سجدے میں جاتے ہوئے اتار دیتے تھے
جب سجدے سے اٹھتے تو پھر امامہ کو اٹھا لیا کرتے تھے۔

(بخاری ج ا ص ۷۴)

ایک اور بات آپ حضرات کو بتاؤں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ نبی اکرم ﷺ کے حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے علاوہ بھی نواسے اور نواسیاں تھیں اور آپ ﷺ ان سے بھی محبت وشفقت کا معاملہ فرماتے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مال غنیمت میں ایک بہت قیمتی اور خوبصورت ہار آیا۔

ہم نے پوچھا! یا رسول اللہ یہ ہار کس کو عطا ہوگا؟

آپؐ نے فرمایا جس کے ساتھ میں سب سے بڑھ کر محبت کرتا ہوں۔

صحابہ کرام کہتے ہیں .... ہم نے سوچا کہ یہ ہار تو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں جائے گا (صحابہ جانتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ) سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت محبت فرماتے ہیں) مگر جب ہار کی تقسیم کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

میری نواسی امامہ کو بلاؤ .... پھر آپؐ نے وہ ہار اپنی نواسی کو عنایت فرما دیا۔

امام الانبیاء ﷺ کو اپنے تمام نواسوں اور نواسیوں سے بے حد محبت تھی .... نواسہ رسول ہونے کی نسبت سے صحابہ کرام اور تابعین عظام بھی ان کے ساتھ محبت والفت سے پیش آتے تھے .... خود نبی اکرم ﷺ نے بھی لوگوں کو ان

سے محبت کرنے کی ترغیب دی ہے۔

امام الانبیاء ﷺ نے ایک دفعہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرمایا:

اے میرے پالنہار مولا! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس کے ساتھ محبت فرما اور اس آدمی سے بھی محبت فرما جو حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتا ہے۔ (مشکوۃ صفحہ ۵۶۸)

ایک موقع پر سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا:

اِنَّهُ رَيْحَانَتِيْ مِنَ الدُّنْيَا (مشکوۃ)

حسن دنیا میں میرا پھول ہے۔

اکثر اوقات نبی اکرم ﷺ اپنے نواسوں کو اپنے کاندھوں پر سوار کر لیتے اور فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا

میرے مولا! جس طرح میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور میری امت کا جو شخص ان دونوں کو محبوب رکھے تو بھی اس کو محبوب رکھ۔

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے یوں فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَرْحَمُهُمَا فَارْحَمْهُمَا

اے میرے اللہ! میں ان دونوں پر شفقت کرتا ہوں تو بھی ان کے ساتھ رحم اور شفقت کا معاملہ فرما۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ان دونوں نواسوں سے محبت اور شفقت کا معاملہ فرمایا کرتے تھے۔

علامہ ذھبیؒ نے لکھا ہے کہ:

ایک مرتبہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے.......... واپسی پر ایک جگہ ستانے کے لیے لیٹ گئے.......... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدموں پر لگنے والی مٹی صاف کرنے لگے۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ایک بزرگ اور صحابی میرے قدموں سے مٹی صاف کرنا چاہتے ہیں.......... انہیں کچھ ندامت سی ہوئی.. .... ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منع فرمایا کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

آپ جانے دیں اور مجھے یہ خدمت کرنے دیں.......... اللہ گواہ ہے:

لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مِنْكَ مَا أَعْلَمُ لَحَمَلُوْكَ عَلٰى رِقَابِهِمْ

آپ کی فضیلت اور مقام جو مجھے معلوم ہے اگر وہ دوسرے لوگوں کو معلوم ہو جائے تو وہ آپ کو کاندھوں پر اٹھالیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۹۳)

ایک اور روایت بھی سنئے:

''ایک مرتبہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جو کہ عمر اور دوسرے اوصاف میں سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر تھے.......... انہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑے احترام اور محبت کے ساتھ اپنی سواری پر بٹھایا۔

ایک شخص نے جو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں جانتا تھا پوچھا یہ کون شخص

ہیں؟ جن کا اتنا احترام ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی شخصیت کر رہی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا:

یہ ہمارے محبوب نبی ﷺ کے پیارے نواسے ہیں .... سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... اور مجھ پر اللہ کی بہت بڑی رحمت اور انعام ہے کہ میں نے انہیں احترام کے ساتھ اپنی سواری پر سوار کر دیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۳۷)

اسی سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ بھی آپ حضرات کو سناتا ہوں:

ایک مشہور صحابی ہیں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہ وہی صحابی ہیں جو ابن زیاد سے پہلے کوفہ پر یزید کی طرف سے گورنر مقرر تھے) انہوں نے مدینہ منورہ سے کچھ دور دیکھا کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدل جا رہے ہیں۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خچر پر سوار تھے .... وہ فوراً خچر سے اتر پڑے اور اپنی سواری سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش کر دی۔

مگر سیدنا حسین نے اسے مناسب نہ جانا اور نعمان بن بشیرؓ کے اصرار کرنے پر اس شرط کے ساتھ سوار ہونے کی حامی بھر لی کہ آپ میرے ساتھ سوار ہوں گے اور آپ آگے بیٹھیں گے اور میں آپ کے پیچھے سوار ہونگا۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یہ شرط کیوں؟

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

میں نے اپنی والدہ محترمہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا ہے کہ امام الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کہ سواری کے آگے سوار ہونے کا حق سواری کے مالک کا ہے اور بستر کے درمیان بیٹھنے کا حق صاحبِ فراش کا ہے اور گھر میں با جماعت نماز پڑھنے کی صورت میں امامت کا حق صاحبِ خانہ کا

ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی یہ بات سن کر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا آپ کی والدہ محترمہ نے درست فرمایا میں نے بھی اپنے والد مکرم حضرت بشیر رضی اللہ تعالی عنہ سے اسی طرح سنا ہے .... مگر میرے والد محترم ساتھ یہ ارشاد بھی نقل کرتے تھے:

اِلَّا مَنْ اَذِنَ مگر یہ کہ وہ شخص خود اجازت دے دے۔

اب میں آپ کو اجازت دے رہا ہوں اس لیے آپ ہی آگے سوار ہونگے۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر جلد ۱۷ صفحہ ۱۷۸)

امام الانبیاء ﷺ کا انتقال پر ملال ہوا تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی عمر تقریبا پانچ سال تھی .... نانا جان کے انتقال کے تقریبا چھ مہینے بعد آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا بھی داغ مفارقت دے گئیں۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ کے زیر تربیت وہ پروان چڑھے.......... تربیت دینے والا پروردۂ نبوت ہو تو اس نے کتنی عمدہ اور بے مثال تربیت کی ہوگی۔

نبی اکرم ﷺ کے انتقال کے بعد خلافت وحکومت کی بھاری ذمہ داریاں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے کاندھوں پر رکھی گئیں .... خلیفۂ اول بلافصل رضی اللہ تعالی عنہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالی عنہ سے محبت وشفقت کا معاملہ فرماتے اور ان کی عزت وتکریم کرتے تھے۔

حیرہ کی فتح کے موقع پر بہت سا مالِ غنیمت مجاہدین کے ہاتھ آیا .... مال غنیمت میں خوبصورت اور نفیس چادریں بھی تھیں .... خلیفۂ اول بلا

فصل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان چادروں میں سے ایک قیمتی چادر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت فرمائی (فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۲۵۴)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح خلیفۂ ثانی لا ثانی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بہت پیار اور انتہائی شفقت فرمایا کرتے تھے.........اور اپنے بیٹوں سے بڑھ کر ان کا خیال رکھتے اور محبت فرماتے۔

ایک مرتبہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے کے لیے تشریف لائے یہ اس دور کی بات ہے جب وہ امیر المؤمنین تھے ....دروازے پر پہنچے تو امیر المؤمنین کے بیٹے سیدنا عبداللہ سے ملاقات ہوگئی۔

انہوں نے بتایا کہ امیر المؤمنین سرکاری کام میں مصروف ہیں اور مجھے بھی ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر بغیر ملاقات کیے واپس تشریف لے گئے.........بعد میں امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا.........میرے بیٹے عبداللہ میں اور تم میں بہت فرق ہے ....اجازت کے معاملے میں آپ عبداللہ سے زیادہ حق دار ہیں۔

(الاصابہ جلد ا صفحہ ۳۳۲، تاریخ بغداد صفحہ ۱۴۱)

ایک بار یمن کے حاکم نے کچھ کپڑے بھیجے.........امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت ان کپڑوں کو صحابہ کرام میں تقسیم فرما دیا ....اتنے میں حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تشریف لے آئے ....انہیں دیکھ کر امیر المؤمنین پریشان ہوگئے آپ نے اسی وقت یمن کے حاکم کو لکھا کہ اعلیٰ قسم کے دو لباس فوراً مدینہ منورہ بھیجو.........اس نے آپ کے حکم

کی تعمیل کرتے ہوئے شاندار قسم کے جبے روانہ کیے.......... امیر المومنین نے وہ خوبصورت لباس انہیں پہنایا.......... اور حسنین کریمین کو خوبصورت لباس میں دیکھ کر امیر المومنین نے فرمایا :

آلآنَ طَابَتْ نَفْسِیْ......

اب میرا دل خوش ہوا ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۰۷)

یہ واقعات ثابت کر رہے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاندانِ علی سے اور خصوصاً حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت بھی فرماتے، شفقت بھی فرماتے اور انہیں عزت وتکریم اور احترام سے بھی نوازتے۔ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اصحاب رسول ﷺ کے وظائف ان کے مراتب ومقام کے حساب سے مقرر فرمائے.......... تو حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وظیفہ بدری صحابی کے برابر پانچ ہزار درہم مقرر فرمایا۔

(شرح معانی الآثار جلد ۲ صفحہ ۱۸۱)

آپ حضرات میں سے ہوسکتا ہے چند حضرات ہی یہ بات جانتے ہوں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لختِ جگر سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں.......... اس رشتے کے لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بہنوئی ہوئے .... اسی لیے وہ اکثر وبیشتر اپنی ہمشیرہ سے ملنے کے لیے ان کے گھر میں تشریف لایا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۴ صفحہ ۳۳۶)

اور یہ بات بھی یقیناً آپ میں سے چند لوگوں کے علم میں ہوگی کہ جب مدائن فتح ہوا.......... اور مال غنیمت مدینہ منورہ پہنچا.......... مال غنیمت میں غلام اور لونڈیاں بھی تھیں.......... ان لونڈیوں میں ایک شہزادی تھی جس کا نام شاہ جہان تھا۔

امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ لونڈی سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرحمت فرمائی........ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا نام شاہ جہان کے بجائے شہر بانو تجویز فرمایا۔

اسی شہر بانو کے بطن سے سیدنا زین العابدینؒ پیدا ہوئے........ جن کی نسل سے تمام حسینی سید آج دنیا میں موجود ہیں۔

(اصول کافی صفحہ ۲۹۶ باب مولد علی بن حسین)

میں دردمندانہ گزارش کرونگا کہ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں........ جہاد کے بعد جو مال غنیمت آیا........ اس میں سے ایک لونڈی سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی گئی جس سے زین العابدینؒ پیدا ہوئے، کربلا میں یہی اکیلے زندہ بچے تھے اور آج تمام حسینی سید انہی کی نسل میں سے ہیں........ سوال میرا یہ ہے کہ اگر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت غصب شدہ تھی........ تو ان کے دور میں جہاد کیسا؟ پھر مال غنیمت میں سے لونڈی کا وصول کرنا کیوں؟ یہ کیسے جائز ہو گیا........ حسینی سیدوں کی مجبوری ہے کہ وہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخلص مؤمن مانیں........ اور ان کی خلافت کو برحق تسلیم کریں۔

پہلے دونوں خلفاء کی طرح سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ ثالث سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بھی خلافت کی بیعت کی تھی........ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے پیش رو خلفاء کی طرح ان سے محبت وشفقت کا معاملہ فرماتے........ ویسے بھی سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے رشتے میں خالو لگتے تھے۔

باغیوں نے جب امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا محاصرہ

کر لیا تھا.........تو سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں (حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کہ اپنی اپنی تلواریں اور ہتھیار سنبھال لو اور اپنے خالو کے گھر کے دروازے پر پہریدار بن جاؤ۔

مگر باغی گھر کی عقبی دیوار پھلانگ کر گھر کے اندر گھس گئے.........سب تدبیریں رائیگاں گئیں اور امیر المؤمنین شہید کر دیئے گئے۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے برادرِ بزرگ کے ہمراہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کی تھی۔(دیکھئے رجال کشی ص ۱۰۱)

جب کچھ لوگوں نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجبور کیا کہ آپ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت توڑ دیں تو انہوں نے فرمایا:

اِنَّا قَدْ بَايَعْنَا وَعَاهَدْنَا وَلَا سَبِيْلَ اِلٰى نَقْضِ بَيْعَتِنَا

ہم معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر چکے ہیں اور ان سے عہد کر چکے ہیں لہٰذا ہمارے لیے بیعت توڑنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

(الاخبار الطوال صفحہ ۲۲۰)

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حسنِ سلوک سے پیش آتے.........محبت والفت کے جذبات رکھتے.........ان کو اپنے دربار میں خصوصی نشستوں پر جگہ دیتے اور وظائف وھدایا سے نوازتے۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

"سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی اکیلے اور کبھی اپنے برادرِ بزرگ سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہر سال امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں جاتے وہ ان کی بہت عزت افزائی کرتے اور بہت سے عطیات اور تحائف ان کو دیتے.........سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی وفات کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر سال سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاتے اور وہ ان کو بہت سے عطیات وغیرہ دیتے اور ان کی بہت عزت افزائی کرتے۔"

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۰)

سامعین گرامی قدر! میری اس گفتگو سے جو میں نے باحوالہ کی ہے، یہ بات تو آپ حضرات کو معلوم ہوگئی ہوگی کہ نواسۂ رسول حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلقات خلفاء ثلاثہ کے ساتھ اور پھر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مثالی تھی .... یہ تمام حضرات بھی اور دوسرے صحابہ کرام بھی سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ محبت بھرا سلوک رکھتے، ہر طرح سے ان کا خیال رکھتے، ان کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے .... ان کی خدمت کرنے کو سعادت سمجھتے .... اور میری گفتگو سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت بھی فرمائی .... اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہ صرف بیعت کی بلکہ ان سے عطیات، ہدایا اور وظائف بھی قبول کیے۔

یقیناً وہ رحماء بینھم کی صحیح تصویر تھے .... یقیناً سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عظیم بھی ہیں اور مظلوم بھی .... عظیم اس طرح کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نورِ نظر .... اور سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لختِ جگر ہے، امام الانبیاء ﷺ کا پیارا نواسہ اور راکبِ بردوشِ رسول ہے۔

ایک سے زائد بار رحمت عالم ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا .... ان تمام اوصاف کے ساتھ ساتھ وہ صحابیٔ رسول ﷺ کے مرتبے پر فائز ہے اور مظلوم اس لحاظ سے کہ کوفہ کے غداروں نے وفاداری سے بھرپور ہزاروں خط تحریر کر کے انہیں کوفہ آنے کی دعوت دی .... اور پھر غداری، مکاری، دغابازی اور

بے وفائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کنبہ کے کئی افراد کے ساتھ انتہائی بے رحمی ، بیدردی اور سفاکی سے شہید کر دیا۔

لاکھوں سلام ہوں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہادر اور شجاع فرزند پر

لاکھوں سلام ہوں سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غیرت مند بھائی پر

اور اللہ رب العزت کی ان گنت لعنت ہو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں پر............

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

علامہ محمد عطاء اللہ بندیالوی کی مدلل، پر مغز اور معلوماتی تقاریر کا مجموعہ

خطباتِ بندیالوی رحمہ اللہ

۷ جلدوں میں

پہلی جلد آیۃ الکرسی کی تفسیر پر مشتمل
۲۵ تقاریر میں توحید الٰہی کے تقریباً
تمام پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے

دوسری جلد امام الانبیاء ﷺ کی سیرت
عظمت کو قرآن وحدیث کے دلائل سے
۱۶ تقاریر میں بیان کیا گیا ہے

تیسری جلد: سیرتِ انبیاء کرام
از سیدنا آدم تا سیدنا موسیٰ علیہ السلام
کے عنوان پر ۱۶ تقاریر

چوتھی جلد سیرتِ انبیاء کرام کے سلسلہ میں
از سیدنا شعیب علیہ السلام تا امام الانبیاء ﷺ
۱۸ تقاریر کا مجموعہ

پانچویں جلد نماز میں پڑھے ہوئے کلمات کا ترجمہ و تفسیر
اور مختلف فیہ مسائل میں مسلکِ احناف
کی ترجیح کے موضوع پر ۱۶ تقاریر کا مجموعہ

چھٹی جلد سیرت و عظمتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
و عظمت و شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور واقعہ کربلا
کے عنوان سے ۱۲ تقاریر کا مجموعہ

ساتویں جلد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کے آئینے میں
عظمتِ اصحابِ رسول ﷺ کے عنوان پر انتہائی مدلل، معلوماتی اور اچھوتے انداز میں ایک لاجواب اور بے مثال شاہکار جس سے علماء، طلباء، خطباء اور عوام الناس یکساں مستفید ہوں گے۔

شعبہ نشر و اشاعت
جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ
سرگودھا پاکستان